رشحاتِ خادم

خالدِ احمدیت عبد الرحمٰن خادم صاحب کے
افکار و خیالات

رانا عبد الرزاق خان لندن

خالد احمدیت کا خطاب

جلسہ سالانہ 1956ء کی تقریر فرمودہ 28 دسمبر 1956ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عبدالرحمٰن صاحب خادم کو خالد کے خطاب سے نوازا۔ اپنی تقریر میں حضور نے فرمایا:-

''حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خلافت کے خلاف جب حملے ہوئے تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا تھا کہ مغرور مت ہو۔ میرے پاس خالد ہیں جو تمہارا سر توڑ دیں گے مگر اس وقت سوائے میرے کوئی خالد نہ تھا صرف میں ایک شخص تھا جس نے آپ کی طرف سے دفاع کیا اور پیغامیوں کا مقابلہ کیا یہ نہ سمجھو کہ اب وہ خالد نہیں ہیں اب ہماری جماعت میں اس سے زیادہ خالد موجود ہیں چنانچہ شمس صاحب ہیں مولوی ابوالعطاء ہیں عبدالرحمن صاحب خادم ہیں ۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ جو دشمن کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور دیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی قلم میں اور ان کے کلام میں زیادہ سے زیادہ برکت دے گا یہاں تک کہ یہ اس بت خانہ کو جو پیغامیوں نے تیار کیا ہے چکنا چور کر کے رکھ دیں گے۔

(الفضل ربوہ 15 مارچ 1957ء صفحہ 4)

رشحاتِ خادم

حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؒ

مرتبہ

رانا عبدالرزاق خان، لندن

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	:	رشحاتِ خادم
مصنف	:	رانا عبدالرزاق خان
ناشر	:	قندیل ادب انٹرنیشنل لندن
سن اشاعت	:	2025ء
ملنے کا پتہ	:	ٹوٹنگ وانڈز ورتھ لندن

Qindeel-e-Elim
(Articals on History, Education, Politics & Poetry.)

By: Rana Abdul Razak Khan London
E-mail:ranarazzaq52@gmail.com
(M) 00447886304637

فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ نمبر
	فہرست	
	مکرم عبدالرحمٰن خادم صاحب کی تقاریر	1
	تقاریر بر موقعہ جلسہ سالانہ قادیان	1
	تقاریر بر موقعہ جلسہ سالانہ ربوہ	2
	تقاریر جلسہ سالانہ۔ وابستگان خلافت کی منکرین خلافت پر فضیلت تقریر جلسہ سالانہ قادیان 1936ء	4
	پیشگوئی متعلقہ مصلح موعودؓ تقریر جلسہ سالانہ 1937ء	28
	خادم صاحب کے چند مضامین	66
	فضیلت اسلام	66
	اسلام نے غلامی کو کس طرح مٹایا	71
	اسلام اور عیسائیت	76
	قرآن کا مسیحؑ اور انجیل کا یسوع	83

	عیسائیت میں عورت کی حیثیت قرآنی وانجیلی تعلیم کا مقابلہ	90
	''ابن مریم'' بننے کی حقیقت اور انجیلی اصطلاحات	94
	مسئلہ کفارہ پر عیسائیوں کے دلائل اور اُن کا رد	99
	''سرمہ چشم آریہ'' کا ایک حوالہ اور ''حیات مسیح'' کا غلط استدلال	113
	کرشن اوتار	117
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیمثال قوت قدسی انبیاء علیہم السلام پر آپؐ کی فضیلت	122
	دعوت الی الحق میں بے نظیر استقلال دکھانے والا	128
	خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح مفہوم	134
	ختم نبوت اور ائمہ سلف آخرالانبیاء کا حقیقی مفہوم	139
	لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا کے متعلق مخالفین کے اعتراضات کا جواب	144
	کیا حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ کیا؟	152
	پیارا مسیح موعودؑ	156
	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابی	161
	معیارِ صداقت اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے اعتراضات کی حقیقت	173
	رسالہ الاسلام (لاہور) کی افترا پردازیوں کا جواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر گالیوں کا جھوٹا الزام	187

	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمی معجزہ۔ تفسیرِ قرآن لکھنے کا چیلنج	197
	مَیں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ ہر احمدی کا نصب العین ہے	205
	ضرورتِ زمانہ کی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر زبردست گواہی	210
	قرآن مجید اور واقعات کی شہادت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت	218
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فضیلت کے دعویٰ کا جھوٹا الزام۔ احراریوں کے مایہ ناز اعتراض کا جواب	228
	خدا کا برگزیدہ مسیح موعودؑ صداقت احمدیہ پر آسمانی شہادت	238
	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں کوئی تناقص نہیں	244
	قرآن کریم کا ترجمہ حضرت مسیح موعود نے کسی سے نہیں پڑھا	248
	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انگریزی الہامات پر اعتراضات کے جواب	252
	خلافت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی صداقت	258
	جلال الدین کوہاٹی کے متعلق ''احسان'' کے چیلنج کی حقیقت نمائندہ ''الفضل'' جھوٹے کے گھر تک	261
	احمدیت کے متعلق چند مفید حوالے	266
	انت مني وانا منك	267
	حجر اسود منم	271
	مسیح موعود فارسی الاصل ہوگا	273

	کان فی الھند نبی	274
	احمدیت کے متعلق چند مفید حوالے قسط (2)	274
	خاتم النبیین	274
	قرآن مجید میں لفظ ختم	278
	ایک ضروری امر	280
	حدیث لو عاش ابراھیم	281
	حدیث میں امکان نبوت	282
	من یطع اللہ کا ''من''	283
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی اور جماعت احمدیہ۔ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے ایک مضمون کا جواب	286
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سابقہ انبیاء سے تشبیہ	296
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والا کون ہے؟	300
	خلافت محمود اللہ تعالیٰ کی صداقت	301
	وابستگان خلافت کی منکرین خلافت پر فضیلت۔واقعات وحقائق کی روشنی میں مبایعین کی غیر مبایعین پر اعتقادی وعملی برتری	305
	رسالہ ''شان مصلح موعود'' میں شیخ مصری کی افترا پردازی	321
	مصلح موعود کی پیشگوئی پر گفتگو۔اور شیخ مولا بخش صاحب لائل پوری	331
	شیخ صاحب مصری کے اعتراضات کے جواب۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ؓ کا ناطق فیصلہ	351

358	آل انڈیا نیشنل لیگ کا عملی پروگرام اور جماعت احمدیہ سے قربانیوں کا مطالبہ	
364	الہام انی مھین من اراد اھانتک کی صداقت کا ایک تازہ ثبوت	
367	**نیر صداقت** یعنی غیر مبایعین کے رسالہ ''تناقضات مابین حضرت صاحب ومیاں صاحب'' کا دندان شکن جواب	

حرف آغاز

و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔

خداوند قدوس نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بنی نوع انسان کے ہادی و رہبر اور رہنما بنا کر بھیجا۔ اور آپ کو ایسی مکمل شریعت اور اعلیٰ ترین دین عطا فرمایا جس کی نسبت خود فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔**

نبی کریم ﷺ نے حکم خدا پا کر دنیا والوں کے دلوں میں شمع توحید روشن کرنے کے لیے انتھک محنت اور کامل جدوجہد شروع کر دی۔ آپ اس حد تک اپنے فرض کی ادائیگی میں منہمک ہو گئے کہ ارشاد ہوا: **۔لعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین۔**

بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل اور آنحضرت ؐ کی انتھک و مسلسل کوششوں سے عرب کا بت کدہ توحید کے نور سے منور ہو گیا۔ ظلمتیں کافور ہو گئیں۔ ظلمت و تاریکی اور ضلالت و گمراہی کے غار عمیق میں پڑے ہوئے۔ انسان کو نیکی اور رشد و ہدایت کی دولت نصیب ہوئی۔ عرب کا جزیرہ جو ظلم و ستم وحشت و بربریت اور لوٹ مار قتل و غارت جیسے معاصی کا مرکز تھا۔ امن و سلامتی کا گوارا گہوارہ بن گیا اور مثل جنت ہو گیا۔

ہادی برحق مخبر صادق ﷺ نے اپنے بعد آنے والے ایک زمانہ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ پھر نور آسمانی دلوں سے مفقود ہو جائے گا اور ساری زمین صنم کدہ اور انسانی مقتل و مذبح بن جائے گی اور تمام مذاہب باطلہ اسلام پر یلغار کریں گے۔ چنانچہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق چشم فلک نے ایک مرتبہ پھر وہ منظر دیکھا جبکہ توحید کے پرستار دھڑا دھڑ اہل تثلیث میں شامل ہونے لگے۔ ہر طرف انسانیت کا خون بڑی بے دردی سے بہایا جانے لگا۔ عین اس

وقت جب کہ ہر طرف چشم بینا کو ظھر الفساد فی البر والبحر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ خداوند کریم نے اس مردِ مجاہد اور عظیم الشان انسان کو جس کا ذکر هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله و لو کره المشرکون کی آیت قرانیہ میں کیا گیا ہے۔ مصلح زماں اور مہدی دوراں بنا کر مبعوث کیا۔ یہ تھے میرے پیارے آقا سلطان القلم امام زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ نے آتے ہی یہ اعلان فرمایا۔

این چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم

یک قطرہ ز بحر کمال محمد است

آپؑ نے اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور روحانی کے موجیں مارتے ہوئے سمندر سے ایک قطرہ لے کر ساری دنیا کو سیراب کیا۔ مردوں میں زندگی کی روح پھونکی، ملحدین اور اہل تثلیث کے قلعوں پر تابڑ توڑ حملے کر کے ان کے تمام حربوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

اس مردِ آہن کو ینصرك رجال نوحی الیهم من السماء کے تحت ایسے باہمت و باحوصلہ اور ذی علم و شعور خدام عطا کیے گئے۔ جنہوں نے اپنے آقا سے حاصل کردہ فیض سے ساری دنیا کو مستفید کیا اور ساری دنیا میں بزورِ قلم و زباں صداقت اسلام ثابت کر دکھائی اور صف دشمن کو بحجت پامال کیا۔ ان عالی ہمت و جواں حوصلہ افراد میں سے ایک خالد احمدیت حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب رحمہ اللہ علیہ بھی تھے۔ جن کے ذکر و سوانح پر مشتمل یہ کتاب احباب کی جماعت کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ مجھے احساس ہے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا اس لیے کما حقہ شایان شان نہ سہی، اس میدان میں کچھ کام کی توفیق مل رہی ہے۔

خاکسار

رانا عبدالرزاق خان۔ لندن

عبدالرحمٰن خادم صاحب کی تقاریر

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرٌ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت عبدالرحمٰن خادم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو قوت بیانیہ سے وافر حصہ عطا ہوا تھا آپ پیچیدہ سے پیچیدہ مضمون کو بھی اتنے سہل انداز میں بیان کرتے کہ بالکل اَن پڑھ بھی آپ کی بات کو مکمل طور پر سمجھ جاتا تھا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی کماحقہ اس سے متمتع ہوتے۔اس کا تفصیلی ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے۔

آپ کو متعدد مرتبہ جلسہ سالانہ قادیان اور ربوہ میں مختلف موضوعات پر تقاریر کرنے کا موقع ملا۔ان کی نیچے ایک فہرست درج کی جاتی ہے اور چند ایک دستیاب تقاریر کو پیش کیا جاتا ہے۔

تقاریر بر موقعہ جلسہ سالانہ قادیان

1۔جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1936ء۔تیسرے دن کا پہلا اجلاس۔تقریر مولانا عبدالرحمن خادم صاحب۔عنوان ''وابستگان خلافت کی منکرین خلافت پر فضیلت''

(حاشیہ۔روزنامہ الفضل 31 دسمبر 1936ء)

(یہ خادم صاحب کی کسی بھی جلسہ سالانہ کی سب سے پہلی تقریر بھی تھی)

2۔جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1937 دوسرے دن کا پہلا اجلاس۔تقریر مولانا عبدالرحمن صاحب خادم بعنوان ''پیشگوئی پسرِ موعود''

3۔جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1940ء دوسرے دن اجلاس اول۔تقریر عبدالرحمٰن خادم صاحب بعنوان ''پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق کون ہے۔''

4۔جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1941ء پہلا دن اجلاس اول۔تقریر ملک عبدالرحمن صاحب عبدالرحمن خادم صاحب۔بعنوان ''قران کریم کی فضیلت دیگر کتب سماویہ کے مقابلہ میں''

5۔ جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1942ء شبینہ اجلاس تقریر ملک عبدالرحمن خادم صاحب بعنوان ''انقطاع نبوت کے اثبات کے لیے غیر احمدی اور غیر مبائعین کی پیش کردہ احادیث کی حقیقت۔''

6۔جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1943ء۔ پہلا دن پہلا اجلاس۔تقریر ملک صاحب بعنوان ''ضرورت امام'' شبینہ اجلاس۔تقریر خادم صاحب بعنوان ''عذاب جہنمی دائمی نہیں''

7۔ جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1944ء۔ دوسرا دن اجلاس اول تقریر خادم صاحب بعنوان ''مولوی ثناءاللہ اور غیر مبائعین کے بعض اعتراضات کے جوابات۔''

8۔ جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1945ء پہلا دن دوسرا اجلاس تقریر خادم صاحب بعنوان ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' تیسرا دن اجلاس دوم تقریر ملک عبدالرحمن خادم صاحب بعنوان ''مولوی ثناءاللہ کے اشتہار کا جواب'' (روزنامہ الفضل 31دسمبر 1945ء)

9۔ جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1946ء تیسرا دن اجلاس اول تقریر خادم صاحب بعنوان ''مصلح موعود کے لیے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں اور الہامات کے مطابق خلیفہ ثانی ہونا ضروری تھا۔'' (روزنامہ الفضل 31دسمبر 1946ء)

تقاریر برموقعہ جلسہ سالانہ ربوہ

10۔جلسہ سالانہ ربوہ اپریل 1948ء دوسرا دن پہلا اجلاس تقریر خادم صاحب

11۔جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر 1949ء پہلا دن پہلا اجلاس تقریر خادم صاحب بعنوان ''شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مسیح موعود کی نظر میں''

12۔جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر 1950ء۔دوسرا دن اجلاس اول تقریر خادم صاحب بعنوان ’’احمدیت پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات‘‘

13۔جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر 1951ء۔دوسرا دن اجلاس اول تقریر خادم صاحب بعنوان ’’مخالفین کے اعتراضات کے جوابات‘‘

14۔جلسہ سالانہ ربوہ 1952ء۔ دوسرا دن پہلا اجلاس تقریر خادم صاحب بعنوان ’’احمدیت پر اعتراضات کے جوابات‘‘

15۔جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر 1953ء۔تیسرا دن پہلا اجلاس تقریر خادم صاحب بعنوان ’’مذہبی آزادی کے متعلق اسلام کا نظریہ۔‘‘

16۔جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر 1954ء دوسرا دن اجلاس اول تقریر خادم صاحب بعنوان ’’احمدیت پر اعتراضات کے جوابات‘‘

17۔جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر 1955ء دوسرا دن اجلاس اول تقریر خادم صاحب بعنوان ’’احمدیت پر اعتراضات کے جوابات‘‘

18۔جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر 1956ء دوسرا دن اجلاس اول تقریر ملک عبدالرحمن خادم صاحب بعنوان ’’مصلح موعود کی پیشگوئی اور اس کا ظہور‘‘

نوٹ:۔یہ جلسہ شمولیت کے لحاظ سے مکرم خادم صاحب کا آخری جلسہ بھی تھا۔

19۔جلسہ سالانہ ربوہ 1957ء پہلا دن دوسرا اجلاس۔مولانا عبد ابو العطاء صاحب جالندھری نے مکرم عبدالرحمن خادم صاحب کا پیغام پڑھ کر سنایا۔

تقاریر جلسہ سالانہ

وابستگان خلافت کی منکرین خلافت پر فضیلت تقریر جلسہ سالانہ قادیان 1936ء

واقعات وحقائق کی روشنی میں مبایعین کی غیر مبایعین پر اعتقادی وعملی برتری

وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور 56)

مضمون کی اہمیت

حضرات! جیسا کہ پروگرام سے آپ کو معلوم ہے اس وقت جس موضوع پر خاکسار نے تقریر کرنی ہے۔ وہ وابستگان خلافت کی منکرین خلافت پر فضیلت کا موضوع ہے۔ یہ مضمون نہایت اہم اور ضروری ہے اگر اس کے عنوان کو لیا جائے تو اس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں ایک تو اس کا عام پہلو ہے۔ یعنی یہ بیان کرنا ہوگا کہ حضرت آدمؑ کی خلافت سے لے کر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت تک تمام خلفاء کی خلافت کا انکار کرنے والوں کو کون کون سی ذلتیں برداشت کرنی پڑیں اور وابستگان خلافت یعنی ان لوگوں پر جنہوں نے خدا کے ان خلیفوں کو قبول کیا۔ کیا کیا انعامات اور برکات نازل ہوئیں۔ اور اس وجہ سے ان فرمانبرداران خلافت کو منکرین خلافت پر کیا فضیلت ہے۔ دوسرا خاص پہلو اس کا یہ ہے کہ

ہم وابستگان خلافت فضل عمر کو غیر مبایعین پر کیا فضیلت حاصل ہے لیکن اگر اس مضمون کو بالاستیعاب بیان کیا جائے۔تو شائد قلتِ وقت کی وجہ سے مضمون رہ ہی جائے۔کیونکہ یہ ایک وسیع مضمون ہے۔اس لئے اس موقعہ پر اس خاص پہلو میں سے بعض اہم امور پر روشنی ڈالوں گا۔انشاءاللہ۔ میں قلتِ وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ بتاؤں گا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت سے علیحدگی اختیار کرنے والوں پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرنے والوں کو 14 مارچ 1914ء سے اب تک کیا فضیلتیں حاصل ہوئیں۔ وباللہ التوفیق۔ چونکہ ارادہ ہے کہ اس مضمون کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے اس لئے بوقت اشاعت اس کی تکمیل کروں گا اور فی الحال وقت کی قلت کے باعث میں اپنے اس مضمون کے بعض ہی پہلو بیان کرسکوں گا۔

سجدہ شکر:: سب سے پہلے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے فرمان اعملوا ال داؤد شکراً کے مطابق ان رحمتوں ان فضلوں اور ان برکات کے لئے جو خدا تعالیٰ نے خلافت سے وابستگی کی وجہ سے ہم کو عطا کی ہیں۔آستانہ الٰہی پر سجدہ شکر ادا کرنا چاہئے خصوصاً اس لئے کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے ایک ایسے خلیفہ کی معیت کا شرف بخشا ہے جو موعود خلیفہ ہے۔اور جس کا نزول خود خدا تعالیٰ کے قول کے مطابق صرف برکات کے نزول کا موجب ہی نہیں۔ بلکہ کاَن اللّٰہ نزل من السماء کا مصداق بھی ہے۔فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

خلافت عظیم الشان نعمت ہے:: آیت استخلاف جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے اس سے مضمون سے متعلق کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔مثلاً یہ کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔جو صرف ان قوموں کو ملتی ہے جو مقابلہ کے لحاظ سے راستی پر ہوں اور ان کی عملی حالت بھی خدا تعالیٰ کی پسندیدہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو ہم جو تم کو پیدا کرنے والے ہیں اور

تمہارے رازق و مالک ہیں۔ان لوگوں سے جو ایمان لائے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ان کو دنیا میں خلیفہ بنائیں گے۔تا کہ ان کے ذریعہ ہم اپنے دین کو مستحکم کریں اور ابتدا اور خوف کی تاریکیوں کے بعد ان کے ذریعہ امن کی روشنی پھیلائیں۔یعنی دنیا کے شر و فساد کو امن سے متبدل کر دیں گے۔قرآن کریم کا یہ اسلوب بیان ہے کہ جب وہ مومنوں سے کوئی وعدہ کرتا ہے۔تو وہ وعدہ ہمیشہ رحمت اور برکات اور نعمت کا ہوتا ہے۔یہاں بھی خدا تعالیٰ نے مومنوں سے خلافت کا وعدہ کیا ہے۔پس ثابت ہوا کہ خلافت بھی یقیناً رحمت اور برکت الٰہی کی جاذب اور ایک عظیم الشان نعمت ہے اور اس سے وابستگی بھی بہت بڑی فضلیت ہے۔کیونکہ جو بھی خلافت کے دامن سے وابستہ ہوگا۔وہ ان نعمتوں کا وارث ہوگا۔جو خدا تعالیٰ خلافت پر کرے گا۔

خلافت کن کو عطا کی جاتی ہے۔:: دوسری بات اس آئت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ قوم جس میں ایمان اور اعمال صالحہ موجود ہوں انہی کو یہ نعمت یعنی خلافت عطا ہوتی ہے۔اور جب بھی کسی قوم میں سے یہ دو نعمتیں مفقود ہوئیں خلافت بھی خدا تعالیٰ نے ان سے چھین لی۔نبی کریم ﷺ کے بعد مسلمان جب تک آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کرتے رہے۔ان میں اللہ تعالیٰ خلفاء پیدا کرتا رہا۔لیکن جب ان میں ذاتی خصومتیں پیدا ہوگئیں۔اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی خلافت کی نعمت چھین لی۔

قرآن کریم کی شہادت:: اب میں ثابت کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کو (1) عقائد صیحہ (2) اعمال صالحہ کی دونوں فضیلتیں حاصل ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذا تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول۔اس لئے پہلے ہم اپنی تائید میں قرآن کریم کو پیش کرتے ہیں۔اول تو یہی آیت استخلاف ہماری زبردست تائید کرتی ہے۔کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے آیت استخلاف کوشہادت القرآن میں اپنی تائید میں پیش فرمایا ہے۔اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی آیت سے اپنی خلافت کا استنباط کیا ہے اور جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں اس آیت میں عقائد اور اعمال صالحہ کی شرط ہے۔یعنی جس وقت مسلمانوں میں یہ دو چیزیں ہوں گی ان میں خلافت ضرور ہوگی اور جس قوم میں خلافت نہیں ہوگی اس کے متعلق یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔کہ اس قوم کو یا تو عقائد صحیحہ حاصل نہیں ہیں۔اور یا یہ کہ وہ قوم اعمال صالحہ سے محروم ہے۔

پس غیر مبایعین کے لئے اب دو ہی صورتیں ہیں یا یہ کہ وہ تسلیم کریں کہ اب جماعت احمدیہ عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ سے عاری ہوگئی ہے۔اس لئے نعمتِ خلافت سے محروم کر دی گئی ہے اور یا یہ تسلیم کریں کہ یہ دونوں چیزیں ابھی تک جماعت احمدیہ میں موجود ہیں اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں موجود نہیں ہیں۔تو گویا اپنے عقائد کی غلطی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں موجود ہیں تو پھر خلافت کا ہونا ضروری ہے اور خلافت محمود اور وابستگانِ خلافت کی ایمانی و عملی فضیلت ثابت!

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن

مصلحت ہیں و کار آساں کن

نیز اگر وہ یہ کہیں کہ یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کیا حضور کی قوتِ قدسیہ اتنی کمزور تھی کہ وفات کے فوراً بعد ہی آپ کی جماعت میں نجات کی یہ دونوں راہیں مفقود ہوگئیں۔

دوسری شہادت:: دوسری دلیل عقائد کے لحاظ سے ہماری فضیلت کی قرآن مجید کی ایک اور آیت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

1۔**الا ان حزب اللہ ھم الغالبون**۔کہ خدا تعالیٰ کی جماعت ہی ہمیشہ غالب ہوا کرتی ہے۔اب اہلِ پیغام کہتے ہیں ہم غالب ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ہم غالب ہیں۔اب اس امر کا فیصلہ کس طرح ہو کہ ہم دونوں میں سے سچا کون سا گروہ ہے۔تو اس کو جواب یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔ **افلا یرون انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا فھم الغالبون**۔کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے ہم زمین کو چاروں طرف سے کم کرتے چلے جاتے ہیں۔اور لوگ ان میں سے آہستہ آہستہ نکل نکل کر تمہارے ساتھ ملتے جاتے ہیں کیا اب بھی وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ غالب ہیں۔پس غالب وہ ہے جو تدریجاً بڑھتا چلا جاتا ہے اور مغلوب وہ ہے جو روز بروز کم ہوتا چلا جاتا ہے۔پس اس اصل کے ماتحت اے اہل پیغام! ذرہ غور تو کرو۔کہ لوگ زیادہ سے زیادہ کس جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔اور قرآنی فیصلہ کے رو سے کون غالب نظر آتا ہے؟ کیا خدا ان لوگوں کی مدد نہیں کر رہا۔جو حضرت فضل عمرؓ کے دامن خلافت سے وابستہ ہیں؟

احادیث کی شہادت:: یہ تو ہے خدا تعالیٰ کا فیصلہ اب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں جاتے ہیں۔اور احادیث کے ذریعہ ثابت کرتے ہیں کہ عقائد کے لحاظ سے ہمیں فضیلت حاصل ہے۔

1۔حضرت حُذیفہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم شر و فساد میں تھے۔کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حضور کے ذریعہ خیر و بھلائی عطا کی۔کیا حضور کے بعد پھر شر پیدا ہوگا۔حضور نے فرمایا۔ ہاں جہنم کی طرف بلانے والے نقیب باہر نکل کھڑے ہوں گے۔لیکن تلزم جماعۃ المسلین و امامھم فان لم یکن لھم جماعۃ والامام قال فاعتزل تلك الفرق کلھا ولو ان تعض باصل الشجرۃ حتی یدرکك الموت وانت علیٰ ذالك۔

متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ مطبع اصح المطابع مجتبائی صفحہ 141-142)

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں ضرور اس کے بعد بھی ایک شر عظیم پیدا ہوگا۔ مگر یاد رکھو! تم پر فرض ہے کہ اس جماعت کے ساتھ شامل ہونا جس کا ایک امام ہو اس کی اطاعت کے تلے رہنا۔ لیکن اگر کوئی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو تو پھر کسی کے ساتھ ہرگز ہرگز شامل نہ ہونا اگر چہ تجھے کسی درخت کو اپنے دانتوں کے ساتھ کاٹنا پڑے اور تجھے اس گھبراہٹ اور بے چینی میں موت بھی آجائے۔

2۔ انہی حضرت حذیفہ کے سوال کے جواب میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ قال ثم ینشاء دعاة الضلال فان کان للہ خلیفة جلد ظهرك اخذ مالك فاطعه والا فمت وانت عاض علی جذل شجرة (مشکوٰۃ اصح المطابع صفحہ 463 کتاب الفتن فصل الثانی) یعنی اے حذیفہ بڑی گمراہی میں پھنسانے والے لیکچرار اس وقت باہر پھیل جائیں گے۔ اس وقت اگر ایک بھی اللہ کا خلیفہ دنیا میں موجود ہو۔ خواہ وہ تیری پیٹھ پر کوڑے بھی لگوائے اور تیرا مال بھی لے لے۔ تو تجھ پر پھر بھی فرض ہے کہ تو اس کی اطاعت کرے اور اگر تو اس کی اطاعت نہیں کرتا۔ تو پھر بہتر یہی ہے کہ تو مر جائے اس حالت میں کہ تو کسی درخت کے تنے کو دانتوں سے کاٹ رہا ہو۔

3۔ انه لیس احدا یفارق الجماعة شبراً فیموت الا مات میتة الجاهلیة (مشکوٰۃ صفحہ 319) کہ جو بھی جماعت کو چھوڑ کر ایک قدم بھی اس سے ہٹتا ہے اگر اسی حالت میں مر جائے تو گویا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

4۔ پھر ایک اور فتویٰ نبی کریم ﷺ کا بتاتا ہوں۔ عن عرفجة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من اتاکم و امرکم جمیع علیٰ رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او

یفرق جماعتکم فاقتلوہ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ 320)

حضرت مسیح موعودؑ کی شہادت:: یہ وہ احادیث ہیں جو مختلف کتب احادیث میں درج ہیں۔ اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو کہ فریقین کے نزدیک معتبر راوی ہیں۔ شہادت پیش کرتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

قد اشیر فی بعض الاحادیث ان المسیح الموعود والدجال المعھود۔ یظھرون فی بعض البلاد المشرقیة یعنی فی ملك الھند ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفة من خلفائه الیٰ ارض دمشق (حمامة البشریٰ صفحہ 47) کہ بعض احادیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود اور دجال بعض مشرقی علاقوں یعنی ملک ہند میں ظاہر ہوگا اور پھر مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی زمین کی طرف سفر کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود دمشق نہ جا سکے پس ان کے کسی خلیفہ کا جانا اس تحریر کی رو سے ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور کے پہلے خلیفہ حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو دمشق نہیں گئے۔ اور ان کی وفات کے بعد بقول اہل پیغام خلافت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگیا۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے خلیفہ کے بعد انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔'' اور انجمن دمشق جا نہیں سکتی۔

پس ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی سچی نہ نکلی۔ یا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نعوذ باللہ مسیح موعود نہیں کیونکہ نہ حضور خود دمشق تشریف لے گئے اور نہ حضور کا کوئی خلیفہ دمشق گیا۔ پس اہل پیغام کے عقائد کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دونوں پر زد پڑتی ہے لیکن جیسا کہ احباب کو معلوم ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خدا کے فضل سے دمشق کا سفر کیا۔ اور

حضور ہی کو وہاں جا کر الہام ہوا۔ کہ ''عبد مکرم'' کہ سرزمین دمشق میں خدا کے اس بندے فضل عمر کی عزت و تکریم کی جائے گی۔ چنانچہ یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اخبارات میں بالتفصیل شائع ہو چکا ہے اور آپ حضرات کو معلوم ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں قد اخبر رسول الله ﷺ ان المسیح الموعود یتزوج و یولد له ففی هذا اشارة الی ان الله یعطیه ولدا صالحا یشابه اباه ولا یاباه و یکون من عباد الله المکرمین والسر فی ذالك ان الله لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریة الا اذا قدر تولید الصالحین۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 579 حاشیہ)
یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا۔ اور اس کی اولاد بھی ہوگی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک صالح بیٹا دے گا جو اپنے باپ کے مشابہ ہوگا۔ گو یا حسن و احسان میں اس کا نظیر ہوگا۔ اور وہ بیٹا اپنے باپ کی تعلیم کے خلاف ہرگز نہیں چلے گا بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب اور مکرم بندوں میں سے ہوگا۔ اور اس میں یہ بھید مخفی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو کبھی بھی اولاد کی بشارت نہیں دیتا جب تک کہ صالح اور نیک اولاد کا پیدا ہونا مقدر نہ ہو چکا ہو۔

اس عبارت میں اس بیٹے کے متعلق صاف طور پر لکھا ہے کہ یشابه اباه ولا یاباه کہ وہ بیٹا اپنے باپ مسیح موعود سے ملتا جلتا ہوگا۔ اس کے اخلاف کا وارث ہوگا۔ اور اس کا نافرمان نہیں ہوگا۔ یہ الفاظ خاص طور پر کیوں ذکر کئے گئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ اخبار پیغام صلح 12 اگست 1914ء جلد 2 نمبر 18 صفحہ 3 کالم نمبر 1 پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مبارک فرزند کے متعلق لکھا جائے گا کہ۔

''حقیقت یہ ہے کہ خود صاحبزادہ صاحب سخت تنگ خیال ہیں اوا پنے والد مرحوم و مغفور کے اخلاق کریمانہ سے کوئی حصہ نہیں لیا۔ بلکہ اپنے نانا نواب صاحب کے اخلاق کا زیادہ حصہ آپ کی طبیعت میں معلوم ہوتا ہے اور کم ظرفی اور عیب چینی آپ کی طبیعت میں بہت ہے اور یہی حال آپ کے مبایعین کا ہے۔''

پس چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ حضرت فضل عمر کے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے جائیں گے اس لئے اس نے 1300 برس قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے آپ کی بریت کرائی۔ یہ الفاظ جو ابھی میں نے پڑھ کر سنائے ہیں ان کو حضرت خلیفہ اول ؓ نے اپنی چشم بصیرت سے اپنی وفات سے پہلے ہی بھانپ لیا تھا۔ اور اسی لئے اس اخبار کا نام آپ نے ''پیغام جنگ'' رکھا۔ چنانچہ اخبار الفضل یکم ستمبر 1914ء کے آخری صفحہ پر حضرت خلیفہ اوّل کے خط کا عکس شائع ہو چکا ہے جس میں آپ کو پیغام صلح کا نام پیغام جنگ رکھا ہے۔

ان شہادتوں سے ہماری فضیلت بلحاظ عقائد ثابت ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات:: اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی کو لیتا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کا تازہ فتویٰ ہے۔ اگر حضور کے الہامات کو دیکھا جائے تو وہ صاف طور پر ہماری تائید کرتے ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ اذکر نعمتی رائت خدیجتی انك الیوم لذو حظ عظیم۔ (تذکرہ صفحہ 106) وہ خدیجہ کون ہے۔ حضور خود ہی اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''ایک بشارت کئی سال پہلے اس نکاح کی طرف تھی۔ جو سادات کے گھر میں دہلی میں ہوا۔ خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا۔ کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔'' (نزول المسیح صفحہ 146، تذکرہ صفحہ 35)

2۔ پھر فرماتے ہیں۔ ''اس پیشگوئی کو دوسرے الہامات میں اور بھی تصریح سے بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ اس شہر کا نام بھی لیا گیا تھا جو دہلی ہے۔ اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی۔ اور جیسا کہ لکھا گیا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ بغیر سابق تعلقات قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سادات میں میری شادی ہو گئی۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہو گا۔ اس لئے اس نے پسند کیا۔ کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لا دے۔ اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلائے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہو گی۔ اس کا نام نصرف جہاں بیگم ہے یہ تفاول کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔''

(ترقی القلوب صفحہ 64-65، تذکرہ صفحہ 37)

3۔ رب اشف زوجتہ ھذہ واجعل لھا برکات فی السماء و برکات فی الارض۔ (بدر جلد 8 نمبر 8 صفحہ 2، تذکرہ صفحہ 540) اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرمایا اے مسیح دعا کر کہ اے خدا میری اس بیوی کو جو اس وقت میرے ساتھ ہے۔ شفا دے اور آسمان میں اور زمین میں اس کے لئے بڑی بڑی برکات پیدا کر یہ دعا حضور کو خود خدا تعالیٰ نے سکھائی۔ اور حضور فرماتے ہیں کہ جو دعا اللہ تعالیٰ خود سکھاتا ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ یہ عام بھی قبول ہوئی ہے۔ لہٰذا حضرت ام المومنین کے لئے برکات

ارضی وسماوی کا وجود ثابت ہوا۔ اور چونکہ وہ خود خلافت قبول فرما چکی ہیں۔ اس لئے وابستگان خلافت کی یہ فضیلت ثابت ہوئی۔ کہ ان کو زمینی وآسمانی برکات حاصل ہیں۔ بخلاف منکرین خلافت کے جن کے لئے کوئی آسمانی شہادت موجود نہیں۔

4۔ انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا (تذکرہ صفحہ 648 الہام 2 مارچ 1907ء)۔ الحکم جلد 11 نمبر 8 و بدر جلد 6 نمبر 10) کہ اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی اور ناپاکی کو دور رکھے۔ اور تم کو کامل طور پر پاک کر دے۔ اس کے ساتھ ہی الہام ہوتا ہے ''اے اہل بیت! خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔'' (الحکم جلد 11 نمبر 8 و بدر جلد 9 نمبر 10) گویا شر پیدا کرنے والے تو ضرور پیدا ہوں گے اور ایک فتنہ اٹھے گا لیکن فرمایا اہل بیت کو خدا محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

5۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا 13 مارچ 1907ء کو الہام ہوتا ہے۔ لاہور میں ایک بے شرم ہے۔ ویل لك والافك انی............ ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائیں گے۔ انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا (بدر جلد 6 نمبر 11 صفحہ 3 و الحکم جلد 11 نمبر 9، تذکرہ صفحہ 651) اور 13 مارچ کو یہ الہام ہوتا ہے اور 13 مارچ 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات ہوتی ہے اور اسی دن مولوی محمد علی صاحب ٹریکٹ شائع کرتے ہیں۔ اور اسی دن اہل بیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس امتحان میں کامیاب کرتا ہے۔ یہ الہام الٰہی سے بھی ثابت ہوا کہ وابستگانِ خلافت کو منکرین خلافت پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ ہم اس امتحان میں کامیاب ہیں بخلاف غیر مبائعین کے کہ ان کو اللہ تعالیٰ فیل شدہ قرار دیتا ہے۔ فالحمد لله علیٰ ذالك۔

(الفضل 6 جنوری 1937ء صفحہ 4 تا 6)

الہامات میں اہل بیت اور وابستگان خلافت کی تعریف

1۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔ انی معك یا ابن رسول اللہ سب مسلمانوں کو جوروئے زمین پر ہیں۔جمع کرو۔علی دین واحد(تذکرہ صفحہ 275)

یعنی اے خدا کے رسول کے بیٹے میں تیرے ساتھ ہوں سب مسلمانوں کو جوروئے زمین پر ہیں۔ایک دین پر جمع کرو۔

2۔ پھر الہام ہے۔انی مع الروح معك و مع اهلك یعنی میں مع روح القدس تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ان الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وابستگان دامن خلافت کے ساتھ روح القدس کی تائیدات ہیں۔بخلاف منکرین خلافت کے کہ وہ ان سے محروم ہیں۔

3۔اسی طرح یہ الہام کہ ''انی معک ومع اھلک''اس تواتر اور کثرت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا کہ اس کثرت اور تواتر کے ساتھ شاید اور کوئی الہام حضور کو نہیں ہوا ہوگا۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور کے اہل بیت کے خلاف الزامات لگانے والا مخالفین کا گروہ پیدا ہونے والا تھا۔جس کی ریشہ دوانیوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت اطلاع دے دی کہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت اہل بیعت ہی کے ساتھ ہوگی۔پس اس الہام سے بھی وابستگان خلافت کی منکرین خلافت پر یہ فضیلت ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ہمارے ساتھ ہے۔بخلاف منکرین خلافت کے کہ ان کے پاس کوئی الٰہی سند نہیں۔لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگ اس الہام کی مختلف تاویلیں کر کے اس کے یہ معنی کریں گے کہ اہل بیعت سے مراد صرف افراد جماعت ہیں۔اس لیے اس شبہ کا ازالہ اللہ تعالی نے اس الہام میں فرمادیا کہ ''انی معك و مع اهلك''(تذکرہ صفحہ 691)

اے مسیح موعود! میں تیرے اور تیرے اس اہل کے ساتھ ہوں۔ گو یا ھٰذِہٖ کا لفظ بڑھا کر تعیین کردی تا کہ مولوی محمد علی صاحب جیسے لوگوں کے لیے غلط تاویل کی گنجائش ہی نہ رہے۔

4۔ پھر کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے تو یہ بے شک فرمایا ہے کہ میں اہل بیت کے ساتھ ہوں لیکن اہل بیت کی اپنی کاروائیاں نعوذ باللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف تھیں۔ اس وجہ سے معیت الٰہی سے وہ محروم کردیے گئے۔ وہ اس اعتراض پر غور کرنے سے ہی ظاہر ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے خود اس کی تردید ایک اور الہام کے ذریعے سے ظاہر فرمائی

''انی معك و مع اهلك۔ انك معي و اهلك'' (تذکرہ صفحہ 682)

کہ اے مسیح موعود علیہ السلام! میں تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ اس طرح سے اے مسیح موعود! تو بھی میرے ساتھ ہے اور تیرے اہل بھی میرے ساتھ ہیں۔

5۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کی کفالت خود اپنے ذمہ لی اور وعدہ فرمایا کہ حضور کی وفات کے بعد وہ خود اس جماعت کی حفاظت کرے گا جیسا کہ حضور کو الہام ہوتا ہے۔ موت قریب۔ ان اللہ یحمل کل حملٍ۔ (تذکرہ صفحہ......)

کہ آپ کی وفات قریب ہے اللہ تعالیٰ خود سب بوجھ اٹھالے گا۔ لیکن اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ وابستگان خلافت کو بلحاظ عقیدہ بلحاظ عقائد و اعمال منکرین خلافت پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے معاً بعد حضور کی جماعت کا اکثر حصہ گمراہ ہو گیا۔ اس سے ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناکام ماننا پڑتا ہے۔ اور دوسری طرف الہام الٰہی کی تکذیب لازم آتی ہے اور ظاہر ہے کہ نہ یہ ماننا ممکن ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے نعوذ باللہ ناکام ہو گئے

اور نہ یہ امر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ وعدہ الٰہی سچا نہ تھا۔ پس لامحالہ بلحاظ عقائد وابستگان خلافت کی منکرین خلافت پر فضیلت تسلیم کرنی پڑے گی۔

6۔اسی مضمون کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور الہام بھی توجہ دلاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔''بیماری کی شدت میں جب کہ یہ گمان تھا کہ روح پرواز کر جائے گی۔ مجھے الہام ہوا اللھم ان اھلکت ھذا العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدا (کہ اے خدا!) اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر اس کے بعد اس زمین میں تیری پرستش نہیں کی جائے گی۔(تذکرہ صفحہ 408)

7۔پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام علم الٰہی کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں۔

''میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں۔ اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف۔ بس میں کیوں کر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہے۔ مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے۔ مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان سے مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کیے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کیے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 87 منقول از تذکرہ صفحہ 495)

8۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وابستگان خلافت ثانیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار برکتیں اور رحمتیں میسر آئیں گی۔ اور دینی و دنیاوی شوکت اور جاہ وجلال ان کے شامل حال ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی ایک وحی میں ہے۔

حکم اللہ الرحمان لخلیفۃ اللہ السلطان۔ یوتی لہ الملک العظیم و تفتح علیٰ یدہ الخزائن و تشرق الارض بنور ربھا۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 91 وتذکرہ صفحہ 589)

ترجمہ ''خدائے رحمان کا حکم ہے اس کے خلیفہ کے لیے جس کی آسمانی بادشاہت ہے اس کو ملک عظیم دیا جائے گا اور خزینے اس کے لیے کھولے جائیں گے یہ خدا کا فضل ہے۔''

اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقۃ الوحی صفحہ 91 کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''کسی آئندہ زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں کشفی رنگ میں کنجیاں دی گئی تھیں۔ مگر ان کنجیوں کا ظہور حضرت عمر فاروق کے ذریعہ سے ہوا خدا جب اپنے ہاتھ سے ایک قوم بناتا ہے تو پسند نہیں کرتا کہ ہمیشہ ان کو لوگ پاؤں کے نیچے کچلتے رہیں۔ آخر بعض بادشاہ ان کی جماعت میں داخل ہوجاتے ہیں اور اس طرح پر وہ ظالموں کے ہاتھ سے نجات پاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہوا۔''

گویا یہ عظیم الشان پیشگوئی بھی بعینہٖ اسی طرح کی ہے۔ جس طرح قیصر و کسریٰ کے ایک خزائن کی کنجیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملنے والی پیشگوئی اور جس طرح وہ خود حضور کے وقت میں نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء خصوصاً خلیفہ ثانی کے وقت میں پوری ہوئی۔ اسی طرح یہاں بھی ہوگا اور وابستگانِ خلافت فضل عمر ان عظیم الشان برکات سے حصہ لیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں وعدہ فرمایا ہے۔

9۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشوف و الہامات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ حضور کی وفات کے بعد جو لوگ سلسلہ خلافت کے انقطاع کے قائل ہو کر منکرین خلافت کی صف میں شامل ہو جائے گی وہ خدا کی نظروں میں خوارج کہلائیں گے۔ پس اس لحاظ سے وابستگان خلافت کو منکرین خلافت پر بعینہٖ وہ فضیلتیں حاصل ہوں گی۔ جو گروہ خوارج پر وابستگان خلافت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضوان اللہ علیہم کو حاصل تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''رؤیا میں دیکھا کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہ ہو گیا ہوں اور ایک گروہ خوارج کا میری خلافت پر مزاحم ہو رہا ہے۔'' (تذکرہ صفحہ 207)

اسی رویا کی طرف حضور کا ایک اور الہام اشارہ کرتا ہے۔ ''**اخرج منه الیزیدیون**'' اس الہام میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کے منکروں میں خارجیوں اور یزیدیوں یعنی دونوں جماعتوں کی خصوصیات جمع ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کی تفصیلات کی ضرورت نہیں۔

اعتقادی فضیلت واقعات کی روشنی میں :: اب میں یہ بتاتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ قرآن مجید احادیث نبویہ اور وحی والہامات وکشوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رو سے وابستگان خلافت کو منکرین خلافت پر فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ اگر ان کے اور ہمارے عقائد کا واقعات کی روشنی میں معائنہ کیا جائے تو اس رنگ میں بھی ہماری فضیلت ثابت ہے۔ چنانچہ دیکھو مسئلہ ختم نبوت میں منکرین خلافت کا مسلک بعینہٖ غیر احمدیوں والا ہے جس طرح وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے فیضان رحمت کو بند قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح منکرین خلافت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی کے ذریعہ مقام نبوت کا حصول ناممکن سمجھتے ہیں اور اس لحاظ سے امت محمدیہ میں 30 دجالوں کو پیدا کرنے کی قوت تو تسلیم کرتے ہیں مگر کسی نبی کا پیدا ہونا ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسر شان کرنے والا ہے۔ گویا اگر اس عظیم

الشان عربی نبی کے بعد کہ جو خود............تھا۔اس کی اپنی نبوت اس کی اپنی امت میں سے 30 دجال پیدا ہو جائیں تو اس سے اس کی کسر شان نہیں ہوتی لیکن اگر اس خطرناک زہر کا تریاق یعنی خدا کا ایک نبی حضور کی امت میں سے پیدا ہو جائے۔تو حضور کی شان میں استخفاف لازم آجاتا ہے۔دیکھو کس قدر مضحکہ خیز عقیدہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر احمدیوں کے عقیدہ انقطاع نبوت کو آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والا قرار دیا۔(دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ 9)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فتوے کے مطابق وابستگان خلافت کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے عقیدہ کی رو سے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم المرتبت شان کا اظہار ہوتا ہے بخلاف منکرین خلافت کے کہ ان کے عقائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسر شان کرنے والے ہیں۔

مسئلہ کفر و اسلام:: پھر مسئلہ کفر و اسلام کرلو۔اس مسئلہ نے جہاں وابستگان خلافت میں جرات اور دلیری اور حق گوئی کے اوصاف کو ترقی دی ہے۔وہاں منکرین خلافت میں بزدلی اور مداہنت کو خطرناک طور پر پیدا کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو ہر گھڑی غیر احمدیوں کی رضا جوئی مقصود ہے اور اس وجہ سے ان کی حالت بعض اوقات قابل رحم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ان کی حرکات مذبوحی کو دیکھ کر بھی بے اختیار ہنسی آتی ہے۔کبھی یہ بیچارے قدآدم پوسٹر شائع کرتے ہیں کہ خدارا ہمیں کچھ نہ کہو ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہمارے عقائد تو بالکل تمہارے ساتھ ملتے جلتے ہیں ہم تو آنحضرت ﷺ کے بعد تمہاری طرح آنحضرت ﷺ کے فیضان سے بھی کسی نبی کا آنا تسلیم نہیں کرتے۔امکان نبوت اور کفر و اسلام کا مسئلہ ماننے والے تو قادیانی ہیں ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں اگر فتوی کفر لگانا ہے تو قادیانیوں پر لگاؤ کس

قدر قابل شرم کاروائی ہے۔ جو ان کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن خدا کی قدرت قرآن مجید میں انا معکم کہنے والوں کی جو ایک اور علامت بیان کی گئی ہے یعنی ھموا بما لم ینالوا کہ وہ اپنی کوششوں میں ناکام رہتے ہیں اس کے مطابق منکرین خلافت کی یہ خواہش کہ غیر احمدی ان کے خلاف فتویٰ نہ لگائیں۔ اور یہ کہ ان کو اچھا سمجھیں پوری نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کو منافق قرار دیتے ہیں اور زیادہ مستوجب سزا قرار دیتے ہیں۔

مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام:: اسی طرح مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اس میں اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر مبایعین کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت کم ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ حال ہی کا واقعہ ہے کہ مناظرہ سنگرور میں غیر مبایعین کے نمائندہ مولوی عمر الدین شملوی نے تین دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہا کہ ’’بتایئے۔ کیا حضرت مرزا صاحب مرد تھے یا عورت؟‘‘

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مقام او بسیں از راہ تحقیر	بدور اندیش رسولاں ناز کردند

(تذکرہ صفحہ 545)

مسئلہ خلافت:: اسی طرح مسئلہ خلافت میں اختلاف کرنے کے باعث منکرین خلافت کے دلوں میں اہل بیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بغض وعناد اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ جس کی مثال 1300 برس ہجری میں سوائے اس ایک گروہ کے جو حضرت علی کی خلافت میں مزاحم ہوا تھا۔ اور جس کی نظیر کہ اس جماعت میں پیدا ہونے کی پیشگوئی خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی اور کہیں نہیں مل سکتی۔ دیکھ لو ان لوگوں نے بغض و عناد کی رو سے بہہ کر حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ’’پوپ‘‘ قرار دیا ہے۔

آہ کس قدر افسوسناک یہ نظارہ ہے کہ وہ شخص جو یکسر الصلیب کی پیشگوئی کے ماتحت عیسائیت کو دنیا سے مٹانے کے لیے آیا تھا۔ اور جس کو اسی کسر صلیب کے عظیم الشان کام کے باعث مسیح موعود کے نام سے موسوم کیا گیا۔ وہ جب 36 سال تک اس عظیم الشان جہاد میں مصروف و مشغول رہنے کے بعد اپنے رب کے پاس چلا گیا۔ تو بقول منکرین خلافت ایسا ہوا کہ خود اس کے گھر میں سے اس کا اپنا بیٹا پوپ بن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی بیوی اور اس کے دوسرے سب بچے نعوذ باللہ اس ''پوپ'' کے مرید ہو گئے۔ اور اس کی جماعت کا 98 فیصدی حصہ بھی اس پوپ کا غلام بن گیا۔

احباب غور کریں یہ کس قدر خطرناک حملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر جو منکرین خلافت کی طرف سے کیا گیا۔ پس کیا بلحاظ قرآنی و حدیثی نصوص اور کیا بالحاظ الہامات و کشوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور کیا بالحاظ واقعات وابستگان خلافت کو عقائد میں منکرین خلافت پر عظیم الشان فضیلت حاصل ہے۔

اعمال کے لحاظ سے فضیلت :: اعمال کے لحاظ سے بھی اگر دیکھا جائے تو منکرین خلافت پر وابستگان خلافت کو حاصل ہے۔ چنانچہ اس استخلاف میں وابستگان خلافت کی جو دوسری خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ وہ عملوا الصالحات یعنی اعمال صالحہ ہیں۔ اب میں بتا تا ہوں کہ وابستگان خلافت حضرت عمر کو منکرین خلافت پر عملی طور پر بھی فضیلت حاصل ہے۔

پہلی فضیلت :: سب سے بڑی فضیلت جو وابستگان خلافت کو منکرین خلافت پر حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم ایک امام کے ساتھ ہاتھ پر جمع ہیں۔ اور ہم یقین کامل کے ساتھ اس امر پر ایمان رکھتے ہیں کہ بموجب وعدہ آیت استخلاف وہ امام ہم پر خود خدا نے مقرر فرمایا ہے۔ اور وہ امام ہمارے لیے آیۂ رحمت اور اس کی معصیت لاکھوں برکات اور روحانی کا باعث ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آخری لیکچر پیغام صلح میں تحریر فرماتے ہیں۔

1۔ جو لوگ ہماری جماعت سے باہر ہیں دراصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں۔کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں۔جو ان کے نزدیک واجب الاطاعت ہے۔اس لیے میں ان کی نسبت کچھ نہیں کہتا۔(رسالہ پیغام صلح صفحہ 31)

2۔ایک اور موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا میں ایک زلزلہ آجاتا ہے۔مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے۔(ڈائری 14 اپریل 1908ء)

3۔سبز اشتہار میں فرماتے ہیں۔''خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لیے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم واندوہ نازل کرکے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے............

2۔دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین ونبین وآئمہ واولیاء وخلفاء ہے۔تا ان کی ابتداء وہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں ......اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لیے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا............اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا۔کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔وہ اپنے کاموں میں اولوا العزم ہوگا۔یخلق اللہ مایشاء''

(سبز اشتہار یکم دسمبر 1988ء صفحہ 15، 17 حاشیہ)

4۔حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''یاد رکھو کہ سب خوبیاں وحدت میں ہیں۔جس کا کوئی رئیس نہیں۔وہ قوم مرچکی۔''

(بدر 2 جون 1908ء)

5۔خلافت کے متعلق خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''تم اس حبل اللہ کو پکڑ لو۔ یہ بھی خدا کی دین ہے۔جس نے تمہارے متفرق اجزاء کو اکٹھا کر دیا۔مردوں،عورتوں، بچوں کے لیے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں' یاد رکھو کہ میں اجتماع کو ضروری سمجھتا ہوں۔ اجتماع پر خدا تعالیٰ کے بہت بڑے فیضان اور برکات نازل ہوتے ہیں۔اس لیے اس کی بہت بڑی تاکید قرآن مجید میں آئی ہے۔مگر یاد رکھو۔اجتماع ہمیشہ ایک ہی شخص پر ہوسکتا ہے۔ایک درخت کی خواہ لاکھ شاخیں ہوں اور سب کی سب پانی میں ہوں تو بجائے اس کے کہ وہ سرسبز ہوں۔ وہ سب کی سب خشک اور مردہ ہو جائیں گی۔ بلکہ پانی کو بھی متعفن کر دیں گی۔اسی طرح پر اگر مسلمان ایک شخص کے ہاتھ پر اکٹھے نہ ہوں تو ان کی حالت اس درخت کی ٹہنیوں کی سی ہوگی۔اگر وہ درخت کے ساتھ رہیں گی تو سرسبز رہیں گی ورنہ نہیں۔'' (بدر 27 دسمبر 1910ء والحکم 7 جنوری 1911ء)

منکر خلافت عملاً کیسا ہوتا ہے؟ 6۔حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ایک مشہور تقریر میں فرماتے ہیں۔

''اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہوں گا کہ آدم کی خلافت کے آگے سربسجود ہو جاؤ تو بہتر اور اگر وہ ابیٰ اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے۔تو پھر یاد رکھیں کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔''

(تقریر احمدیہ بلڈنگس لاہور بدر 11 جولائی 1912ء)

7۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک خلافت کے ساتھ وابستگی اور ایک امام کے ہاتھ پر تمام جماعت کے اجتماع کی جس قدر اہمیت تھی۔ وہ حضور کی اس تقریر

سے ظاہر ہے۔ جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اپنی خلافت کی ابتداء میں فرمائی۔ ایک اور موقعہ پر آپ نے یہاں تک فرمایا۔

''اگر حضرت صاحب کی لڑکی حفیظ کو امام بنا لیتے۔ تو سب سے پہلے میں بیعت کر لیتا اور اس کی ایسی ہی اطاعت کرتا جیسی مرزا کی فرمانبرداری کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتا کہ اس کے ہاتھ پر ہی پورے ہو جائیں گے۔'' (اخبار 27 دسمبر 1910ء)

اخبار ملت کی رائے:: خلافت کے ساتھ وابستگی اپنی ذات میں اسی قدر عظیم الشان نعمت ہے کہ اس کے لیے کسی اور خارجی دلیل کی بھی ضرورت نہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید ہماری رائے کو منکرین خلافت ایک فریق نزاع کی رائے قرار دے کر قابل قبول نہ سمجھیں۔ ہم ان کے سامنے مخالفینِ احمدیت کی بے غرضانہ رائے پیش کرتے ہیں۔ 1914ء میں اختلاف خلافت کے موقع پر اخبار ''ملت'' اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے منکرین خلافت (لاہوری فریق) کو مخاطب کر کے لکھتا ہے۔ ''ہماری رائے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ فرقہ احمدیہ کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ان کو خلافت کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ ہاں اگر وہ اس فرقہ کی بیخ کنی چاہتے ہیں یا خود احمدی رہنا پسند نہیں کرتے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک حال ہونے کو بہتر جانتے ہیں۔ تو یہ دوسری بات ہے اور ہم خوش ہوں گے کہ سارے مسلمان ایک رشتہ اخوت میں منسلک ہو جائیں۔'' (اخبار ملت 22 مئی 1914ء)

منکرین خلافت اور اطاعت امام:: غرض امام اور خلیفہ کی اطاعت اور فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں اور برکتوں کا وارث بنا دیتی ہے اسی وجہ سے ہمیں یہ کہنے کا بجا طور پر حق حاصل ہے کہ ہم منکرین خلافت پر یہ فضیلت رکھتے ہیں کہ ہمیں ایک امام اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے ساتھ وابستگی حاصل ہے۔ مگر اس کے بالمقابل منکرین خلافت فضل عمر جہاں

خلافت ثانیہ کے ساتھ وابستگی کی تمام برکات اور فضیلتوں سے محروم ہیں۔ وہاں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ خلافت اولیٰ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت و اطاعت کی برکات سے وہ محروم نہیں ہیں کیونکہ احمدیت کی گزشتہ تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ منکرین خلافت کا ایک گروہ خلافت اولیٰ بلکہ خود زمانہ نبوت (حیات حضرت مسیح موعودؑ) سے ہی کرسی امامت و خلافت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مشغول تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں لنگر پر اعتراض:: چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے درمیان لنگر کے انتظام کے متعلق (یہ انتظام خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا) خط و کتابت میں اعتراضات ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اطلاع ہوئی تو حضور نے اس کے جواب میں ایک خط تحریر فرمایا۔ یہ خط الحکم 31 مارچ 1905ء میں شائع بھی ہو گیا۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

''مجی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے پہلے خط کا ماحصل جس قدر مجھ کو یاد ہے۔ یہ ہے کہ میری نسبت آپ نے .... کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا۔ کہ روپے کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں۔ اور یہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو۔ جو حسب ضرورت خرچ کیا کریں۔ اور یہ بھی ذکر تھا کہ اسی روپے میں سے باغ کے چند خدمت گار بھی روٹیاں کھاتے ہیں۔ اور ایسا ہی کئی قسم کے اسراف کی طرف اشارہ تھا .... میں آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کی قسم وہ پورا کرنا مومنوں کا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی معصیت ہے کہ آپ .... کی تمام جماعت کو اور خصوصاً ایسے صاحبوں کو جن کے دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہوا ہے۔ بہت صفائی سے اور

کھول کر سمجھا دیں کہ اس کے بعد ہم .... کا چندہ کلی بند کرتے ہیں اور ان پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے اور مثلِ گوشت خنزیر ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لیے اپنی تمام زندگی تک ایک حبہ بھی بھیجیں .... یہ کام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس طرح وہ میرے دل میں ڈالتا ہے خواہ وہ کام لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح۔ درست ہے یا غلط میں اسی طرح کرتا ہوں۔ پس جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے۔ وہ میرے پر حملہ کرتا ہے ایسا حملہ قابل برداشت نہیں .... میں ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کے لیے مجبور نہیں کرتا۔ جن کا ایمان ہنوز نا تمام ہے۔ مجھے وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ان پر ایمان لاتے اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں .... میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے۔ اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جبکہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے۔ ایسا اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیا گیا تھا۔ میں آپ کو دوبارہ لکھتا ہوں کہ آئندہ سب کو کہہ دیں کہ تم کو اس خدا کی قسم ہے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایسا ہی ہر ایک جو اس خیال میں ان کا شریک ہے کہ ایک حبہ بھی میری طرف کسی سلسلہ کے لیے کبھی اپنی عمر تک ارسال نہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا۔ اب قسم کے بعد میرے پاس نہیں کہ اور لکھوں۔ خاکسار مرزا غلام احمد۔" (الحکم 31 مارچ 1905ء صفحہ 8-9)

(الفضل 29 جنوری 1937ء صفحہ 4 تا 7)

پیشگوئی متعلقہ مصلح موعودؓ تقریر جلسہ سالانہ 1937ء

چند ضروری امور

قبل اس کے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہتمم بالشان پیشگوئی متعلقہ مصلح موعود پیش کروں ۔ چند ضروری امور بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں سب سے پہلی بات جس کا مدنظر رکھنا لازمی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدیمی قانون کے ماتحت تمام وہ پیشگوئیاں جو خدا کی طرف سے ہوں ۔ خدا تعالیٰ کی صفت علم غیب کے ماتحت ہوتی ہیں اور اس لیے یہ لازمی ہے کہ ان میں کوئی نہ کوئی پہلو ''غیب'' اور اخفا کا ہو کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتو ان پر ایمان لانے والے کسی ثواب اور جزا کے مستحق نہیں ہو سکتے ۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہ السلام کی پیشگوئیوں میں کوئی نہ کوئی پہلو غیب اور اخفا کا ہوتا ہے جس کا سہارا لے کر مخالفین انبیاء نے ان پیشگوئیوں کی صداقت کو مشتبہ کرنا چاہا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مصلح موعود والی پیشگوئی اپنی شان کے لحاظ سے ایک زبردست پیشگوئی ہے لیکن اس کے باوجود اس وجہ سے کہ یہ پیشگوئی بھی دوسری خدائی پیشگوئیوں کی طرح صفت علم غیب کے ماتحت ہے اور اس میں بھی کسی کا در پردہ غیب و اخفا موجود ہے ۔ مخالفین احمدیت ان باتوں کا سہارا لے کر اس کی تکذیب کرتے ہیں ۔ لیکن ہر اہل دانش و انصاف جس کا دل تحاسد و تباغض کے رنگ سے آلود نہ ہو چکا ہو۔ نہایت آسانی سے حقیقت حال کو معلوم کر سکتا ہے ۔

تعین کے لیے ضروری امور

اب میں وہ اصول بیان کرتا ہوں جن سے کسی شخص کو کسی خاص پیشگوئی کا موعود قرار دیا جا سکتا ہے ۔ سو اس کے لیے مندرجہ ذیل چار امور مدنظر رکھنے ہوں گے ۔

1 ۔ اصل پیشگوئی کی بیان کردہ علامات کس میں پائی جاتی ہیں؟

2۔کیا کسی شخص کے متعلق کوئی الہامی تعین موجود ہے؟

3۔کیا خود پیشگوئی کرنے والے مامور نے اس پیشگوئی کے مصداق کی تعین کی ہے؟

4۔کیا الٰہی تائیدات اور نشانات اس شخص کو حاصل ہیں۔جس کا موعود ہونا زیر بحث ہے یہ وہ چار اصول ہیں۔جن کی بنا پر میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی پیشگوئی متعلقہ مصلح موعود پر بحث کروں گا۔ان اصول کی صحت میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ یہی وہ باتیں ہیں جن کو خود مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اپنے رسالہ ''المصلح الموعود'' میں صحیح تسلیم کیا ہے اور یہی وہ اصول ہے جن کی بنا پر خدا کے فضل سے میرا دعوی ہے کہ درحقیقت حضرت امیرالمومنین سیدنا حضرت محمود خلیفۃ المسیح ثانی مصلح موعود ہیں اور حضور کے سوا کوئی شخص اس پیشگوئی کا مصداق نہیں۔

اصل پیشگوئی

مصلح موعود کے متعلق اصل پیشگوئی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے اشتہار 20 فروری 1886ء میں ہے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام الہام الٰہی سے فرماتے ہیں۔

''سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ضرورت ونسل ہوگا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے، اس کا نام عنوائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے۔اس وہ رجس سے پاک ہے۔اور وہ نوراللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جواس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شکوہ اورعظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اورعلوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔(اس کے معنی سمجھ نہیں آئے) دو

شنبہ ہے مبارک وشنبہ۔فرزند، دلبند گرامی ارجمند مظهر الاوّل و الآخر۔ مظهر الحق والعلاء کانّ الله نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کو موجب ہوگا۔نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا۔اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفس نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔وکان امرا مقضیا۔

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

دولڑکوں کے پیدا ہونے کی پیشگوئی

قبل اس کے کہ میں اپنے مضمون کی تفصیلات میں جاؤں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ اشتہار 20 فروری 1886ء میں سے جو الہامی عبارت میں نے پیش کی ہے اس میں سے صرف مصلح موعود کے پیدا ہونے کی پیشگوئی نہیں بلکہ مصلح موعود سے پہلے ایک اور لڑکے بشیر کے پیدا ہونے کی بھی پیشگوئی ہے یعنی دراصل پیشگوئی دولڑکوں کی پیدائش کی ہے۔مگر بظاہر ایک ہی لڑکے کی پیدائش کی پیشگوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں ایک حکمت ہے جو میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ان شاءاللہ۔اس امر کا ثبوت کے دراصل اس الہامی عبارت میں دولڑکوں کی پیدائش کی پیشگوئی ہے۔یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

الف۔''خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی حقیقت میں دوسعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ ''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔'' پہلے بشیر کی نسبت پیش ہوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوگا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔'' (سبز اشتہار یکم دسمبر 1888ء حاشیہ صفحہ 17)

ب۔ ’’مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ ’’اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔‘‘ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں ’’فضل‘‘ رکھا گیا۔ (سبز اشتہار صفحہ 21)

پیشگوئی کی مزید تفصیل

اشتہار 20 فروری 1886ء کے شائع ہونے کے بعد معاندین نے اس پر اعتراض کیا کہ اس لئے محض لڑکا ہونے کی پیشگوئی کر دی گئی ہے، مگر کوئی معیاد نہیں بتائی گئی۔ نیز یہ کہ لڑکا پہلے ہی گھر میں پیدا ہو چکا ہے۔ اب یہ پیشگوئی شائع کر کے اس لڑکے کا پیدا ہونا ظاہر کریں گے اور کہہ دیں گے کہ دیکھو پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہار 22 مارچ 1886ء شائع فرمایا، جس میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’ہم عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو 22 مارچ 1886ء ہے۔ ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر 20، 22 سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہو جائے گا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔‘‘

اس عبارت میں صاف طور پر مصلح موعود کے پیدا ہونے کے لیے نو برس کی میعاد بتائی گئی ہے۔ مگر اس پر جب مخالفین نے اعتراض کیا کہ یہ معیاد لمبی ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار بعنوان ’’اشتہار صداقت آثار‘‘ مورخہ 8 اپریل 1886ء میں اس کا یہ جواب دیا۔

’’واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار 22 مارچ 1886ء پر بعض صاحبوں نے جیسے اندرمن مرادآبادی نے یہ نقطہ چینی کی ہے۔ کہ 9 برس کی حد پسر موعود کے لیے بیان کی گئی۔ یہ بڑی

گنجائش کی جگہ ہے۔ایسی لمبی معیاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔سو اوّل تو اس کے جواب میں واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے۔کسی لمبی معیاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہو اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا............ ماسوا اس کے بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لیے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی۔تو آج 8اپریل 1886ء میں اللہ جلشانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا۔کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی پیدا ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔پھر اس کے بعد یہ الہام ہوا کہ ’’انہوں نے کہا آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں‘‘(اشتہار 8اپریل 1886ء)

پھر حضور اپنے اشتہار ’’محک اخیار و اشرار‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’نہیں دیکھتے کہ اشتہار 22 مارچ 1886ء میں صاف صاف تولد فرزند موصوف کے لیے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے۔اور اشتہار 8اپریل 1886ء میں کسی برس یا مہینہ کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس میں یہ ہی ذکر ہے کہ جو نو برس کی میں یاد رکھی گئی تھی وہ اب منسوخ ہوگئی ہے ....نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی اولاد خواہ نخواہ پیدا ہوگی۔چہ جائیکہ کہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے۔‘‘

نوسالہ معیاد منسوخ نہیں ہوئی

اشتہار 22 مارچ کے شائع ہونے کے بعد مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک لڑکی عظمت

نامی پیدا ہوئی اوراس کے ساتھ کہ حمل میں مطابق پیشگوئی 22 نومبر 1886ء لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام بشیر رکھا گیا جو بشیر اول کے نام سے مشہور ہے۔ نومبر 1886 میں وہ لڑکا چند ماہ کی عمر میں ہی فوت ہو گیا جس پر مخالفین نے شور مچایا کہ گویا نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی متعلقہ مصلح موعودؓ غلط نکلی اور یہ کہ مصلح موعود بغیر عمر پانے کے فوت ہو گیا۔ نیز یہ کہ اب اس کے بعد مصلح موعودؓ کے پیدا ہونے کا احتمال نہیں کیونکہ نو سالہ معیاد تو بشیر اول کے پیدا ہونے تک تھی اور اشتہار 8 اپریل کی عبارت سے نو سالہ معیاد منسوخ ہو کر اس کی بجائے مدت حمل اور قریب مدت مقرر ہو چکی ہے۔

اس وہم کا ازالہ اوّل تو اشتہار محک اخیار و شرار کی اسی عبارت سے ہو جاتا ہے جو ابھی میں نے پیش کی ہے اور جس میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرما دیا ہے کہ۔ ''اشتہار 8 اپریل 1886ء میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ اس میں یہی ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی۔ اب وہ منسوخ ہو گئی ہے۔''

لیکن اس سے بھی بڑھ کر ثبوت اس امر کا کہ نو سالہ معیاد منسوخ نہیں ہوئی۔ یہ ہے کہ بشیر اول کی وفات کے بعد بھی یکم دسمبر 1888ء کو حضرت اقدس سبز اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں۔

''یہ مفتری لیکھرام پشاوری ہے۔ جس نے تینوں اشتہار مندرجہ متن اپنے اثبات دعوی کی غرض سے اپنے اشتہار میں پیش کیے ہیں۔ اور سراسر خیانتوں سے کام لیا ہے۔ مثلاً وہ اشتہار 8 اپریل 1886ء کا ذکر کر کے اس کی یہ عبارت اپنے اشتہار میں لکھتا ہے کہ

''اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل تک تجاوز نہیں کر سکتا لیکن اس عبارت کا اگلا فقرہ یعنی یہ فقرہ کہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو آپ پیدا ہوگا۔ یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس فقرہ کو اس نے

عمداً نہیں لکھا۔ کیونکہ یہ اس کے مدعا کو مضر تھا۔ اور اس کے خیال فاسد کو جڑ سے کاٹتا تھا۔‘‘

(سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 2)

مولوی محمد علی صاحب اور لیکھر ام پشاوری

برادران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عبارت سے جہاں یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ بشیر اول کی پیدائش سے نو سالہ میعاد متعلقہ ولادت مصلح موعود منسوخ نہیں ہوئی، وہاں ایک اور عجیب نقطہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس طرح لیکھر ام پشاوری نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار 8 اپریل 1888ء کی اس عبارت کو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کانٹ چھانٹ کر نقل کیا تھا اور اگلا فقرہ کہ ’’یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔‘‘ لیکھر ام نے عمداً نہیں لکھا تھا، بعینہٖ اسی طرح اہل پیغام کے حضرت امیر جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے بھی اپنے رسالہ ’’المصلح الموعود‘‘ کے صفحہ 17، 18 پر اشتہار 8 اپریل 1886ء کی بعینہٖ وہی عبارت نقل کی ہے اور لطف یہ ہے کہ انہوں نے بھی لیکھر ام کی طرح اگلا فقرہ کے یہ ظاہر نہیں کیا گیا .... الخ حذف کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ 9 سالہ معیاد دراصل پیدائش بشیر اول کے لیے مقرر تھی نہ کہ مصلح موعود کے لیے سچ ہے۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

حضرت مسیح موعود کا ایک اور اشتہار

تیسرا ثبوت اس امر کا کہ نو سالہ میعاد دراصل مصلح موعود ہی کے پیدا ہونے کے متعلق تھی۔ نیز یہ کہ وہ مدت مقررہ بشیر اول کی پیدائش کے ساتھ منسوخ نہیں ہوئی۔ ایک اور ثبوت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بشیر اول کی وفات کے بعد یعنی حضرت امیر المومنین ایدہ

اللہ تعالیٰ کی پیدائش کے دن جو اشتہار دیتے ہیں اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888ء و اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں مندرج ہے۔ اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرے بشیر دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج 12 جنوری 1889ء میں مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہٖ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا۔ تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا۔ تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا۔ جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخر رسل قرب تو معلوم شدہ
دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

پس اگر حضرت باری جل شانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے کہ جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاول بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی۔ تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا مصلح موعود ہو۔ ورنہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ دوسرے وقت میں آئے گا۔

(حاشیہ اشتہار تکمیل تبلیغ مورخہ 12 جون 1889ء صفحہ 3،4)

اس عبارت میں بھی حضرت اقدس نے مصلح موعود کی پیدائش کے لیے مدت مقررہ کا جملہ استعمال فرمایا ہے جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ وفات بشیر اول کے بعد تک وہ معیاد مقررہ نو سال برقرار تھی، **وھذا ھو المراد۔**

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ مصلح موعود کی پیدائش کے لیے 20 فروری 1886ء سے لے کر 20 فروری 1894ء تک نو سال کی معیاد مقرر تھی۔ لہذا جو شخص 20 فروری 1894ء کے بعد پیدا ہو وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی متعلقہ مصلح موعود کا مصداق نہیں ہوسکتا اور کسی کا حق نہیں کہ وہ لیکھر امی عادت کے ماتحت نو سالہ معیاد کو منسوخ یا حذف قرار دے کر ولادت مصلح موعود کے لیے تین صدیوں کی معیاد مقرر کرے۔

(الفضل 12 مئی 1938ء صفحہ 5-6)

مصلح موعود کی مزید صفات

یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود کی پیدائش کے لیے نو سال کی معیاد الہام الٰہی سے مقرر فرمائی تھی۔ اب علاوہ ان صفات اور اسماء کے جن کا ذکر اشتہار 20 فروری 1886ء اشتہار 23 مارچ 1886ء و اشتہار 8 اپریل 1886ء میں ہے۔ مصلح موعود کی بعض اور صفات معہ مزید تفصیلات کے بیان کی جاتی ہیں۔

''سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا ہے تھا اور اولاد بھی عطا کی۔ اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔'' (تتمہ اشتہار 10 جولائی 1888ء)

اس عبارت میں حضرت اقدس نے دو بیٹوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اول الذکر لڑکا تو 10 جولائی

1888ء تک عطا شدہ اولاد میں سے تھا۔ جس کو حضور نے ''دین کا چراغ'' قرار دیا ہے اور اس کے بعد قریب مدت میں ''اولوالعزم محمود'' کا پیدا ہونا بیان فرمایا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ''دین کا چراغ'' لڑکا بشیر اول تھا۔ جو نومبر 1888ء میں فوت ہوا۔ جیسا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی وفات کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

''الہامی بزرگیاں پسر متوفی (بشیر اول) کی ظاہر ہوئی ہیں۔ اور اس کا نام بشر اور بشیر اور نور اللہ، .... اور ''چراغ دین وغیرہ اسماء مشتمل ...... ذاتی اور روشنی فطرت کے رکھے گئے ہیں۔ (سبز اشتہار صفحہ 4 یکم دسمبر 1888ء)

یہ عبارت پہلی عبارت کے بعد کی ہے۔ گو پہلی عبارت کے اندر یہ بات موجود ہے کہ دین کا چراغ لڑکا اس اولاد میں سے ہے۔ جو تاریخ تحریر اشتہار 10 جولائی 1888ء تک پیدا ہو چکی تھی۔ جیسا کہ حضور کے فقرہ اولاد بھی عطا کی اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔'' سے ظاہر ہے مگر بعدہ سبز اشتہار صفحہ 4 کی عبارت میں صاف طور پر فرمایا دیا کہ ''دین کا چراغ'' لڑکا بشیر اول ہی تھا۔ جو فوت ہو گیا ہے۔

10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں اول العزم محمود کی پیدائش کی پیشگوئی کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ قریب مدت میں پیدا ہوگا اور وہی ''مصلح موعود'' ہوگا۔ مخالف کہہ سکتا ہے کہ اشتہار 10 جولائی 1888ء کی عبارت میں یہ تو ضرور لکھا ہے کہ ایک لڑکا قریب مدت میں پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔'' لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ محمود احمد ہی مصلح موعود بھی ہوگا یا یہ کہ یہ لڑکا جس کے پیدا ہونے کا ذکر اشتہار 10 جولائی 1888ء میں ہے۔ دراصل وہی مصلح موعود ہے۔ تو اس کا جواب خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی تحریرات میں موجود ہے۔ حضور سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر 1888ء میں

تحریر فرماتے ہیں۔

الف:۔''دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔جس کا دوسرا نام محمود ہے۔''(سبز اشتہار صفحہ 7 حاشیہ)

ب۔''خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔جیسا کہ بشیر اوّل کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔جس کا نام محمود بھی ہے۔وہ اپنے کاموں میں نکلے گا۔یخلق اللہ مایشاء۔(سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 17)

ان ہر دو عبارت کا کامل صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ محمود احمد ہی''دوسرا بشیر'' ہے اور اسی کا ذکر اشتہار 10 جولائی 1888ء میں ہے۔اب اس بات کے ثبوت میں کہ''دوسرا بشیر''،مصلح موعود کے سوا کوئی اور نہیں۔نیز یہ کہ''دوسرا بشیر'' وہی ہے۔جس کی پیشگوئی اشتہار 20 فروری 1886ء میں ہے۔حضرت اقدس کی چند عبارات پیش کرتا ہوں۔

ا۔''خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور یہ عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔(سبز اشتہار صفحہ 17 حاشیہ)

ب۔''یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے۔وہ مصلح موعود کے حق میں ہے کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسرِ متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے۔وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں

فضل رکھا گیا۔اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔‘‘(سبز اشتہار یکم دسمبر 1888ء صفحہ 21 حاشیہ)

ان ہر چہار عبارات کے پڑھنے سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہوجاتا ہے کہ اشتہار 10 جولائی 1888ء میں جس محمود احمد نام العزم فرحان فرزند کے ’’قریب مدت میں‘‘ پیدا ہونے کی پیشگوئی کی گئی تھی۔وہی مصلح موعود اور بشیر ثانی بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود کی بعض اور صفات کا ذکر اپنے مکتوب بنام حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے۔فرماتے ہیں۔

’’ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بھی بشیر رکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا یہ وہی بشیر ہے جس کا نام جس کا دوسرا نام محمود ہے۔جس کی نسبت فرمایا کہ وہ اول العزم ہوگا اور حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ یخلق ما یشاء۔یہی حقیقت حال ہے جو میں نے آپ کو لکھی وافوض امری الی اللہ واللہ بصیر بالعباد۔

(الراقم خاکسار غلام احمد 4 دسمبر 1888ء)

مصلح موعود خلیفہ ثانی ہوگا

میں نے سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 21 کی ایک عبارت قبل ازیں پیش کی ہے۔جس میں حضرت اقدس نے مصلح موعود کا ایک نام فضل عمر بھی بیان فرمایا ہے۔جس سے مصلح موعود کا خلیفہ ثانی ہونا معلوم ہوتا ہے۔مگر اسی سبز اشتہار میں ایک اور عبارت بھی ہے۔جو سالہا سال سے اہل پیغام کے سامنے ہماری طرف سے پیش کی جارہی ہے۔مگر اہل پیغام اس کا جواب دینے سے قاصر اور عاجز ہیں۔اس عبارت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد امکان نبوت ورسالت کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خلیفہ برحق ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

جس سے کوئی انصاف پسند انسان بشرط یہ کہ وہ پیغامی نہ ہو انکار نہیں کرسکتا۔حضور فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ کے انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لیے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے............ دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و آئمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کے اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آ جائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعے سے یہ دونوں مشق ظہور میں آ جائیں۔پس اوّل اس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لیے بشیر (اول) کو بھیجا تا ’’بشر الصابرین‘‘ کا سامان مومنوں کے لیے تیار کر کے اپنی بشریت کا مفہوم پیدا کرے............اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔اس کی تکمیل کے لیے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اول العزم ہوگا۔ **یخلوق اللہ ما یشاء۔**‘‘ (سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 15 تا 17)

اس عبارت میں حضرت اقدس نے انزال رحمت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔پہلی غم و مصیبت کے وقت میں صبر کرنے والے مومنوں پر دوسری ’’ارسال مرسلین و نبیین وائمہ و اولیاء و خلفاء‘‘ حضرت فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہ دونوں قسم کی رحمتیں مومنوں کو حضرت اقدس کی اولاد کے ذریعے سے ملیں۔ سو حضور کے بعض بچے فوت ہوئے۔جن کے باعث ابتلا آیا۔پس جو مومن ان ابتلاؤں کو برداشت کرے وہ قسم اول کی رحمت کے مستحق ہوئے اور رحمت کی دوسری قسم یعنی رسولوں،نبیوں،ائمہ،اولیاء اور خلفاء کا دنیا میں ان

لوگوں کو جوان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو حقدار رحمت بنانا۔سو حضور فرماتے ہیں کہ اس کی تکمیل کے لیے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا .... جس کا نام محمود بھی ہے۔'' پس اس عبارت سے کم ازکم خلافت محمود ضرور ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمود کی آمد دنیا میں اس لیے ہے کہ تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ براہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔''

میرے نزدیک تو اسی حصۂ عبارت سے ہمارے اور اہل پیغام کی کے باہمی تنازعات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے دیکھیے کس وضاحت سے اقتداءِ محمود کی برکات بیان فرمائی گئی ہے اور حضرت محمود کے نمونہ کو مومنوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دے کر ہر نوع کے معترضین کو ساکت کیا گیا ہے۔سچ ہے۔

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا

ورنہ تھے میری صداقت پر براہین بے شمار

(المسیح الموعود)

مصلح موعود کب پیدا ہوگا؟

میں یہ امر وضاحت سے بیان کر چکا ہوں کہ مصلح موعود کی پیدائش کے لیے نو سال کی معیاد مقرر تھی لیکن عجیب بات ہے کہ الہامات الٰہیہ اور تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ کرنے سے اس سے بھی بڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصلح موعود کے لیے بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہونا مقرر تھا مقدر تھا۔جیسا کہ ان دلائل سے ظاہر ہے جو میں پیش کرتا ہوں۔

دلیل اول

اشتہار 20 فروری 1886ء میں لکھا ہے۔''اس (بشیر اول) کے ساتھ فضل (مصلح موعود)

ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔'' اس الہامی عبارت میں ''فضل'' کو جو مصلح موعود کا دوسرا نام ہے۔ دیکھو سبز اشتہار صفحہ 21 حاشیہ) بشیر اول کے ''ساتھ'' قرار دے کر یہ بتایا گیا ہے کہ مصلح موعود کی آمد بشیر اول کے ساتھ ملحق یعنی بلا فصل ہوگی۔

دلیل دوم

الف۔ سبز اشتہار صفحہ 21 حاشیہ میں لکھا ہے۔

''بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لیے بطور ارہاص تھا۔ اس لیے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔

ب۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے نام خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

''چونکہ اس پسر متوفی (بشیر اول) کو اس آنے والے فرزند (مصلح موعود) سے تعلقات شدید تھے اور اس کے وجود کے لیے یہ بطور ارہاص تھا۔ اس لیے الہامی عبارت میں جو 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں درج تھی۔ ان دونوں کے ذکر کو ایسا مخلوط کیا گیا کہ گویا ایک ہی ذکر ہے۔'' (مکتوب حضرت اقدس 4 دسمبر 1888ء)

ان ہر دو عبارات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بشیر اول کو مصلح موعود کا ارہاص قرار دیا ہے ارہاص میلوں کے نشان کو کہتے ہیں یعنی سڑک پر جس طرح ایک میل کا نشان دیکھنے سے اگلے میل کے نشان کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بشیر اول کی پیدائش دراصل مصلح موعود کی پیدائش کی نشانی تھی۔ حضرت اقدس نے ان عبارات میں وہ حکمت بھی بیان فرمائی ہے۔ جو 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں بشیر اول اور مصلح موعود کے ذکر کو مخلوط کرنے میں تھی۔ جس کی طرف میں نے ابتدا تقریر میں اشارہ کیا تھا۔

گویا اشتہار 20 فروری 1886ء کی الہامی عبارت میں بشیر اول کے ذکر کے بعد بلا فصل جو

مصلح موعود کا ذکر کیا گیا تھا اور وہ بھی ایسے مخلوط رنگ میں کے بظاہر ایک ہی بیٹے کی پیدائش کا ذکر معلوم ہوتا تھا تو اس میں حکمت یہی تھی کہ تا معلوم ہو جائے کہ مصلح موعود کا آنا بشیر اول کے بعد بلا فصل ہوگا۔ نیز اس لیے کہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے یا ہمچو قسم کے دوسرے اصحاب الغرض اگر مصلح موعود کی آمد کو بشیر اول کی وفات سے تین سو سال بعد قرار دیں تو کوئی عقلمند انسان دھوکا نہ کھا سکے۔

دلیل سوم

مکتوب 4 دسمبر 1888ء میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''کھل گیا کہ (بشیر اول) مصلح موعود نہ تھا۔ مگر مصلح موعود کا بشیر تھا۔'' کتنی واضح عبارت ہے کیا کوئی انصاف پسند انسان اس فقرہ کے یہ معنی کر سکتا ہے کہ بشیر اول کی وفات کے تین سو سال بعد مصلح موعود پیدا ہوگا۔ کیونکہ مصلح موعود کا بشیر اول، بشیر تھا؟ اس فقرہ کے سوائے اس کے اور کوئی معنی ہو نہیں سکتے کہ بشیر اول کے بعد بلا فصل مصلح موعود پیدا ہونے والا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دلیل چہارم

ضرور تھا کہ اس (مصلح موعود) کا آنا محض التوا میں کہتا جب تک کہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے۔ پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہی نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے۔'' (سبز اشتہار صفحہ 21 حاشیہ)

اس عبارت میں الفاظ ''التواء'' اور ''جب تک'' قابل غور ہیں۔ یعنی مصلح موعود کی پیشگوئی رکی ہوئی تھی۔ اس وقت تک بشیر اول فوت ہو۔

لفظ ''التوا'' سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش مصلح موعود کا وقت بشیر اول کی پیدائش اور وفات کے قریب تھا۔ لیکن چونکہ اس کا آنا حکمت الٰہی نے بشیر اول کے ''قدموں کے نیچے''

رکھا تھا۔ اس لیے اس کی پیدائش ملتوی رہی جب تک کہ بشیر اول پیدا ہو کر واپس اٹھایا جائے۔''

پس اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ مصلح موعود کا بشیر اول کے بعد ''بلا فصل'' اور ''بلا توقف'' پیدا ہونا ضروری تھا۔

دلیل پنجم سبز اشتہار صفحہ 15 تا صفحہ 17 پر تحریر فرماتے ہیں۔

''اب ہم فائدہ عام کے لیے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بشیر احمد کی موت ناگہانی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ جل شانہ نے اس کی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا ہے اور اب فوت ہو جائے گا بلکہ جو الہامات اس پسر متوفی کی پیدائش کے دن میں ہوئے تھے ان سے بھی اجمالی طور پر اس کی وفات کی نسبت بو آتی تھی اور مترشح ہوتا تھا کہ وہ خلق اللہ کے لیے ایک ابتلا عظیم کا موجب ہوگا۔ جیسا کہ یہ الہام انا ارسلنا شاھدا ومبشرا ونذیرا کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق کل شئ تحت قدمیہ یعنی ہم نے اس بچے کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے۔ اور یہ اس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو اس کی موت سے مراد ہے ظہور میں آ جائیں گی۔ سو تاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلا کی تاریکیاں تھیں۔ جو لوگوں کو اس کی موت سے پیش آئیں اور ایسے سخت ابتلا میں پڑ گئے۔ جو ظلمات کی طرح تھا۔ اور آیت کریمہ واذا اظلم علیھم قاموا کے مصداق ہو گئے۔ اور الہامی عبارت میں جیسا کہ ظلمت کے بعد رات اور روشنی کا ذکر ہے۔ یعنی جیسا کہ اس عبارت کی ترتیب بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر متوفیٰ کے قدم اٹھانے کے بعد پہلی ظلمت آئے گی اور پھر

رعد اور برق اسی ترتیب کے رو سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتدا کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اس کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے اور جس طرح ظلمت ظہور میں آ گئی۔ اسی طرح یقیناً جاننا چاہیے کہ کسی دن وہ رعد اور روشنی بھی ظہور میں آ جائے گی۔ جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جب وہ روشنی آئے گی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دے گی اور جو جو اعتراضات غافلوں اور مردہ دلوں کے منہ سے نکلے ہیں ان کو نابود و ناپدید کر دے گی .... اب اگر ہمارے موافقین و مخالفین اسی الہام کے مضمون پر غور کریں اور وقت نظر سے دیکھیں تو یہی ظاہر کر رہا ہے کہ اس ظلمت کے آنے کا پہلے سے جناب الٰہی میں ارادہ ہو چکا تھا جو بذریعہ الہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا انا ضرور ہے۔

سوا اے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑھو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔'' (سبز اشتہار صفحہ 15 تا صفحہ 17)

اس ضمن میں یہ عبارت سب سے واضح ہے۔ حضرت اقدس نے صاف اور واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ''اب'' روشنی آئے گی۔

اب یہ صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ الہامی عبارت میں مصلح موعود کے لیے ضروری تھا کہ وہ بشیر اول کے بعد بلا فصل اور جلدی پیدا ہو۔ اگر کوئی ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اب روشنی آئے گی۔ اس سے مراد مصلح موعود کا پیدا ہونا ہی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بنصرہ العزیز کی پیدائش کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا۔ اوراس کا نام محمود رکھا جائے گا اوراس پیشگوئی کی اشاعت کے لیے سبز ورق کے اشتہار شائع کیے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اوراب نویں سال میں ہے۔''(سراج منیر صفحہ 31)

ب۔''سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلاتوقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔''

(سراج منیر صفحہ 31)

دلیل ششم:: الہامات وتحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود کے لیے بشیر اول کے بعد''دوسرا'' لڑکا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اشتہار 8 اپریل 1886ء میں بشیر اول کی پیدائش کی پیشگوئی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

الف۔''غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بضرور اس کے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نوبرس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔

اس عبارت میں الہام الٰہی''آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔'' میں لفظ ''دوسرے'' خاص طور پر قابل غور ہے۔اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بروئے الہام مصلح موعود کے لیے ضروری تھا کہ یا تو وہ بشیر اول ہو۔اوراگر وہ نہ ہوتو اس کے بعد جو دوسرا لڑکا پیدا ہو وہی مصلح موعود ہو۔یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ اس الہام میں''کسی دوسرے'' کا لفظ نہیں بلکہ محض''دوسرے'' کا لفظ ہے۔جو بشیر اول کے بعد دوسرے لڑکے کی تعیین کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے جو نتیجہ''دوسرے'' کے لفظ سے نکالا ہے۔ وہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے بھی تحریر فرمایا ہے۔

''بشیر اول کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی شائع ہو چکی ہے کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جو اولوالعزم ہوگا اور 8 اپریل 1886ء کے اشتہار میں بھی وہ فقرہ الہامی کے ''انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔'' اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔'' (مکتوب بنام حضرت خلیفۃ اولؓ مورخہ 4 دسمبر 1888ء)

ب۔ الہام الٰہی (20 فروری 1886ء) نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا .... اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود ہے۔'' (سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 7)

اس عبارت میں بھی مصلح موعود کو ''دوسرا لڑکا'' قرار دیا گیا ہے۔

دلیل ہفتم بعض مقامات میں حضرت اقدس نے مصلح موعود کو بشیر اول کی وفات کے بعد بہت جلد پیدا ہونے والا قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور مکتوب 4 دسمبر 1888ء میں جو حضور نے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے نام بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد تحریر فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

''بشیر کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں پیشگوئی شائع ہو چکی ہے کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جو اولوالعزم ہوگا اور 8 اپریل 1886ء کے اشتہار میں بھی وہ فقرہ الہامی کہ ''انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے رہ تکیں۔'' اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور بشیر کی موت سے پہلے جب آپ قادیان میں ملاقات کے لیے تشریف لاتے تھے تو زبانی بھی اس آنے والے لڑکے کے بارے میں آپ کو الہام سنایا گیا تھا یعنی یہ کہ ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ ی خلق ما یشاء وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔''

(مکتوب 4 دسمبر 188 آخری سطور)

احباب کرام! اس عبارت پر جتنا غور کیا جائے۔ حقیقت حال سے پردہ اٹھتا چلا جاتا ہے۔ میرے نزدیک مندرجہ ذیل نتائج اس سے اخذ ہوتے ہیں۔

1۔ اشتہار 10 جولائی 1888ء میں جس اولوالعزم لڑکے کی پیدائش کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ اسی کو اس الہام میں دوسرا قرار دیا گیا ہے۔ ''آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔''

2۔ وہ ''دوسرا'' لڑکا آنے والا آنے ہی والا ہے۔ اسی طرح حضور نے اسی خط میں دوسری جگہ تحریر فرمایا ہے۔

اس پسر متوفی کو اس آنے والے فرزند سے تعلقات شدید تھے۔ اس عبارت میں بھی اس کو آنے والا فرزند قرار دے کر بتایا دیا ہے کہ وہ کہ اس کا زمانہ آمد نہایت قریب ہے۔ عبارت بالا کے نتائج میں سے نتیجہ اول تو اہل پیغام کے لیے ''سم قاتل'' ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشتہار 10 جولائی 1888ء کی پیشگوئی دراصل مصلح موعود ہی کی پیش پیدائش کی نسبت ہے۔ اب اشتہار دہم جولائی 1888ء کے اشتہار کو پڑھ کر دیکھو دیکھ لو۔ اس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ''ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت میں وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اب ''قریب مدت'' سے مراد ''تین سو سال'' ہے یا ''بلا توقف'' پیدا ہونا اس بات کا فیصلہ میں انصاف پسند حضرات پر چھوڑتا ہوں!

خلاصہ کلام

اب اگر اشتہار 20 فروری 1886ء سے لے کر یکم دسمبر 1888ء تک تمام عبارات کو یکجائی دیکھا جائے تو علاوہ ان صفات کے جن کا ذکر اشتہار 20 فروری 1886ء میں ہے۔ مصلح موعود کی مندرجہ ذیل صفات و علامات بھی معلوم ہوتی ہیں۔

1۔وہ 20 فروری 1886ء کے بعد نو برس کے اندر پیدا ہوگا۔

2۔وہ بشیر ثانی ہوگا۔3۔اس کا نام محمود احمد ہوگا۔4۔وہ خلیفہ وقت ہوگا۔

5۔وہ ''فضل عمر'' یعنی خلیفہ ثانی ہوگا۔

6۔وہ اولوالعزم اور حسن واحسان میں مسیح موعود کا نظیر ہوگا۔

7۔وہ بشیر اول کے بعد دوسرا بیٹا ہوگا۔

8۔بشیر اول کے بعد بلا توقف، بلافصل اور جلد پیدا ہوگا۔

یہ ہیں وہ نتائج جو حضرت اقدس کی ان تحریرات سے جو میں نے پیش کی ہیں اخذ ہوتے ہیں۔اب ان نتائج کے بعد جب آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ حضرت امیر المومنین سیدنا محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پیدائش 12 جنوری 1886ء کو بشیر اول کی وفات سے 70 دن بعد ہوئی۔ حضور کی آمد بشیر اول کے بعد بلا فصل تھی۔آپ کا نام بھی پیشگوئی کے مطابق ''بشیر الدین محمود احمد'' رکھا گیا۔آپ عمر پانے والے اولوالعزم اور حسن واحسان میں مسیح موعود کے نظیر ہونے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے عہد سعادت کے بعد خدا کے فضل سے زندہ وسلامت رہے اور پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح .... موعود علیہ السلام کے خلیفہ ثانی ہوئے۔تو آپ بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ

اے فخر رسل! قرب تو معلوم شد

دیر آمد! زارا و دود آمدہ

(الفضل 31 مئی 1938ء صفحہ 5 تا 8)

مصلح موعود کی الہامی تعین

پچھلے ہفتہ مضمون میں اس پیشگوئی کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

الہامات اور حضور کی اپنی تشریحات سے بالوضاحت کی جا چکی ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا کسی شخص کے مصلح موعود ہونے کے متعلق الہامی تعین موجود ہے۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات آپ حضرات کے سامنے پیش کیے جا چکے ہیں۔ تاہم ترتیب مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سوال کے ضمن میں بھی الہامی تعین کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اپنے رسالہ المصلح الموعود میں زیادہ تر اسی پر زور دیا ہے۔ سو واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کہ مصلح موعود ہونے کی تعین موجود ہے۔ چنانچہ اسی کے لیے بعض دلائل پیش کرتا ہوں۔

دلیل اوّل

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں۔

ا۔ ''اسی خیال اور انتظار میں ''سراج منیر'' کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے۔ تب اس کا مفصل و مبسوط حال لکھا جائے۔''
(سبز اشتہار یکم دسمبر 1888ء صفحہ 4)

ب۔ ''مگر (بشیر اول کی۔ خادم) پیدائش کے بعد کوئی ایسا الہام نہیں ہوا کہ یہی مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے اور اسی تصفیہ اور تفتیش کی غرض سے سراج منیر کے چھاپنے میں توقف در توقف ہوتے گئے۔'' (مکتوب 4 دسمبر 1888ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ)

ان ہر دو عبارات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بصراحت فرمایا ہے کہ ہم نے رسالہ ''سراج منیر'' کی اشاعت کو محض اس لیے روک رکھا ہے کہ جب مصلح موعود کی تعین الہام الٰہی سے ہو جائے گی تو اس رسالہ کو شائع کیا جائے گا۔ یہاں پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا

ہے کہ مصلح موعود کے متعلق الہامی تعین کا رسالہ سراج منیر کے ساتھ کیا لزوم ہے؟ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ الہامی تعیین کے اندراج کے بغیر رسالہ سراج منیر شائع کر دیا جاتا۔ پھر جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے انکشاف ہوتا تو اس کی اشاعت کسی اور رنگ میں بذریعہ اشتہار کر دی جاتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصلح موعود کی نسبت الہامی تعین اور مکمل تفصیل کے بغیر رسالہ ''سراج منیر'' کا شائع ہونا ممکن نہ تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اشتہار رسالہ سراج منیر کا 20 فروری 1886ء کو دیا تھا اور جس میں مصلح موعود کی پیشگوئی ہے۔ اس میں حضور نے وعدہ فرمایا تھا کہ رسالہ ''سراج منیر'' میں مصلح موعود کی پیشگوئی بالتفصیل لکھی جائے گی۔ چنانچہ اشتہار 20 فروری 1886ء کا عنوان ہی یہ ہے۔

''رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب نذیر۔''

گویا اشتہار 20 فروری 1886ء کیا ہے؟ وہ دراصل رسالہ سراج منیر کا اس طرح اشتہار ہے اور اس میں مندرجہ پیشگوئیاں دراصل اس رسالہ کا نمونہ ہیں۔ چنانچہ حضور اشتہار 20 فروری 1886ء میں فرماتے ہیں۔

''ان ہر تین پیشگوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالہ (سراج منیر۔ خادم) میں بہ بسط تمام درج ہوں گی۔ پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے۔ آج 20 فروری 1886ء میں جو مطابق 15 جمادی الاول ہے۔ برعائت ایجاز واختصار کلمات الہیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں مندرج ہوگی۔''

(اس کے آگے مصلح موعودؓ کی پیشگوئی شروع ہوتی ہے۔ خادم)

گویا حضور نے مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی پہلی قسط برعایت ایجاز واختصار اشتہار 20 فروری 1886ء میں درج فرماتے وقت وعدہ فرمایا تھا کہ اس پیشگوئی کو ''بہ بسط تمام'' مفصل

طور پر رسالہ ''سراج منیر'' میں درج فرمائیں گے اب اگر حضور رسالہ سراج منیر کو بغیر اس موعودہ تفصیل کے شائع فرما دیتے تو اس سے یقیناً وعدہ خلافی لازم آتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سراج منیر کا مندرجہ بالا اشتہار تو فروری 1886ء میں دیا لیکن رسالہ مذکور کو شائع فروری 1897ء میں گویا 11 سال کے بعد کیا۔ یہ 11 سالہ توقف جو رسالہ کی اشاعت میں ہوا۔اس کا باعث حضور نے یہ تحریر فرمایا ہے

''اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے۔تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے۔''

اب دیکھ لیجئے اس عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مفصل اور ''مبسوط'' کے انہی الفاظ کو دہرایا ہے۔ جو حضور نے 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں ....استعمال فرمائے تھے۔

ان ہرسہ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ:۔

1۔رسالہ ''سراج منیر'' شائع اسی وقت ہوگا۔جب مصلح موعود کی حقیقت الہامی طور پر کھل جائے گی۔

2۔رسالہ ''سراج منیر'' میں وہ الہامی تعین درج کی جائے گی۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسالہ ''سراج منیر'' میں مصلح موعود کے متعلق کیا درج ہے۔

الف۔رسالہ مذکور کے صفحہ 31 پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں۔

''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا۔اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لیے سبز ورق کے اشتہار شائع کیے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔

چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی معیاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔''

ب۔''بعض جاہل محض جہالت سے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ جب پہلے لڑکے کا اشتہار دیا اس وقت لڑکی کیوں پیدا ہوئی مگر وہ خوب جانتے ہیں کہ اس اعتراض میں وہ سراسر خیانت کر رہے ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو ہمیں دکھلائیں کہ پہلے اشتہار میں یہ لکھا تھا کہ پہلے ہی حمل میں بلا واسطہ لڑکا پیدا ہو جائے گا اور اگر پیدا ہونے کے لیے کوئی وقت اس اشتہار میں بتلایا نہیں گیا۔ تو کیا خدا کا اختیار نہیں تھا کہ جس وقت چاہتا ہے اپنے وعدہ کو پورا کرتا ہے۔ ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے خدا کا خوف ہے تو............سوچو۔''(سراج منیر صفحہ............)

سراج منیر کی ان ہر دو عبارات میں حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ کو سبز اشتہار کی پیشگوئی کا صریح لفظوں میں مصداق قرار دیا گیا ہے۔ جس سے کسی شدید سے شدید اور غالی پیغامی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خود مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کو بھی مجبوراً اپنے رسالہ المصلح الموعود میں یہ اقرار کرنا پڑا ہے کہ۔

یہ میاں محمود احمد صاحب کی پیدائش کو آپ نے دہم جولائی کے اشتہار والی پیشگوئی اور سبز اشتہار کے مطابق قرار دیا ہے۔(رسالہ المصلح الموعود صفحہ 13)

''حضرت صاحب کا اجتہاد صرف اس قدر ہے کہ صفحہ 7 سبز اشتہار والی پیشگوئی کا مصداق (جو دہم جولائی 1886ء والی پیشگوئی کا اعادہ ہے) میاں محمود صاحب ہیں۔ اور اجتہاد حجت نہیں۔'' (رسالہ المصلح الموعود مصنفہ مولوی محمد علی صاحب صفحہ 23)

معزز حضرات اس عبارت میں جس بھونڈے طریق سے ''اقبال جرم'' کیا گیا ہے۔ اس پر بحث کرنے کا اب وقت نہیں۔ بہر حال اتنا ثابت ہے کہ سراج منیر میں حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کو سبز اشتہار والی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔اب ذرا سبز اشتہار صفحہ 21 حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔اس میں صاف الفاظ میں لکھا ہے۔

''پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔''

نیز سبز اشتہار حاشیہ صفحہ .... پر فرماتے ہیں۔

''دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا اس کا دوسرا نام محمود ہے۔

غرض یہ کہ روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ سراج منیر صفحہ.......... پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو مصلح موعود قرار دیا گیا ہے۔ باقی رہا مولوی محمد علی صاحب کا اس کو حضرت صاحب کا اجتہاد قرار دے کر ناواقف لوگوں کو دھوکہ دینا اس کا جواب میں حضرت اقدس کی یہ تحریر دوبارہ پیش کر دینا ہی کافی ہے کہ ''اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے۔تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے۔'' (سبز اشتہار صفحہ 4)

کیا اس وعدہ کے بعد سراج منیر کے شائع ہونے اور اس میں مصلح موعود کی تعین درج ہونے کی کوئی غیر متعصب شخص دیانتداری سے حضرت صاحب کا اجتہاد قرار دے سکتا ہے؟

دلیل دوم

مصلح موعود کے متعلق اصل الہام جو اشتہار 20 فروری 1886ء میں ہے۔اس میں مصلح موعود کی تعین موجود ہے۔ چنانچہ بشیر اول کی پیدائش کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اس کے ساتھ فضل (مصلح موعود) ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔اس الہام

میں صریح لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ بشیر اوّل کے بعد حضرت صاحب کے گھر میں بلا فصل پیدا ہونے والا لڑکا ہی مصلح موعود ہے۔ چنانچہ بشیر اوّل کے بعد سیدنا حضرت محمودؓ پیدا ہوتے ہیں۔پس یہ یقینی اور قطعی الہامی تعین ہے۔جس سے کوئی انصاف پسند شخص انکارنہیں کرسکتا۔

دلیل سوم

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’اب ہم فائدہ عام کے لیے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بشیر احمد کی موت نا گہانی طور پرنہیں ہوئی بلکہ اللہ جل شانہ نے اس کی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی کہ یہ لڑکا اپنا کام کرچکا ہے اوراب فوت ہوجائے گا بلکہ جو الہامات اس پسر متوفی کی پیدائش کے دن میں ہوئے تھے ان سے بھی اجمالی طور پراس کی وفات کی نسبت بو آتی تھی اور مترشح ہوتا تھا کہ وہ خلق اللہ کے لیے ایک ابتلاعظیم کا موجب ہوگا۔جیسا کہ یہ الہام انا ارسلنا شاھدا ومبشرا ونذیرا کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق کل شئ تحت قدمیہ یعنی ہم نے اس بچے کوشاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے۔ اور یہ اس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو اس کی موت سے مراد ہے ظہور میں آجائیں گی۔سوتاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلا کی تاریکیاں تھیں۔ جولوگوں کو اس کی موت سے پیش آئیں اور ایسے سخت ابتلا میں پڑ گئے۔ جو ظلمات کی طرح تھا۔ اور آیت کریمہ واذا اظلم علیھم قاموا کے مصداق ہو گئے۔ اور الہامی عبارت میں جیسا کہ ظلمت کے بعد رات اور روشنی کا ذکر ہے۔یعنی جیسا کہ اس عبارت کی ترتیب بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر متوفیٰ کے قدم اٹھانے کے بعد پہلی ظلمت آئے گی اور

پھر رعد اور برق اسی ترتیب کے رو سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتدا کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اس کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے اور جس طرح ظلمت ظہور میں آ گئی۔ اسی طرح یقیناً جاننا چاہیے کہ کسی دن وہ رعد اور روشنی بھی ظہور میں آ جائے گی۔ جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ ....اب اگر ہمارے موافقین ومخالفین اسی الہام کے مضمون پر غور کریں اور وقت نظر سے دیکھیں تو یہی ظاہر کر رہا ہے کہ اس ظلمت کے آنے کا پہلے سے جناب الٰہی میں ارادہ ہو چکا تھا جو بذریعہ الہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا آنا ضرور ہے۔ سوائے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑھو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔''
(سبز اشتہار یکم دسمبر 1888ء صفحہ 15 تا صفحہ 17)

اس تمام عبارت میں جو الہامی تعین کی گئی ہے۔ وہ یہی ہے کہ بشیر اول کی وفات کے بعد جو ''اب'' پیدا ہو وہی مصلح موعود ہے اس الہامی تعین کی رو سے بھی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہی مصلح موعود ہیں۔ کیونکہ مندرجہ بالا عبارت کے 40 دن بعد حضور کی پیدائش ہوئی۔

دلیل چہارم

پچھلے حصہ مضمون میں میں یہ ثابت کر چکا ہوں مصلح موعود کا ایک نام ''محمود'' بھی ہے۔ (دیکھو سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 17) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا نام محمود رکھا۔ یہ بھی گزر چکا کہ جس وقت حضور نے یہ نام رکھا اس وقت یہ تسمیہ بطور تفاول تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے ساتھ ہی

یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ ’’کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔‘‘ کیا حضور نے اس کے بعد کبھی تحریر فرمایا کہ دراصل جس لڑکے کا نام محمود احمد ہونا چاہیے تھا۔ وہ 12 جنوری 1889ء کو پیدا ہونے والا لڑکا نہیں ہے؟ یا کیا حضور نے بعد میں کسی اور لڑکے کا نام محمود احمد رکھا؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ حضور نے اس کے بعد اپنی متعدد تحریرات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو محمود والی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا۔ بلکہ ایک جگہ تو حضور نے یہاں تک تحریر فرما دیا ہے کہ یہ نام جو محمود احمد رکھا گیا۔اس کی تصدیق بذریعہ رویا حضور کو ہوگئی تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

’’مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ چنانچہ قبل ولادت بذریعہ اشتہار کے وہ پیشگوئی شائع ہوئی۔ پھر اس کے بعد وہ لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام بھی رویا کے مطابق محمود احمد رکھا گیا اور یہ پہلا لڑکا ہے۔ جو سب سے بڑا ہے۔‘‘

(نزول المسیح صفحہ 192)

اس عبارت میں ’’وہ لڑکا‘‘ اور رویا کے مطابق کے الفاظ قابل غور ہیں۔ کیونکہ اگر ’’رویا کے مطابق‘‘ سے مراد اس لڑکے کے پیدا ہونے سے پہلے کا کوئی رویا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حضور کی پوزیشن نزول المسیح کی عبارت لکھتے وقت اس ضمن میں بعینہٖ وہی تھی۔‘‘ جو 12 جنوری 1889ء کو اس لڑکے کی پیدائش کے دن تھی۔ تو اندریں صورت حضور کو ’’وہ لڑکا‘‘ کی بجائے ’’ایک لڑکا‘‘ لکھنا چاہیے تھا۔ جیسا کہ حضور نے 12 جنوری 1889ء کو اشتہار تکمیل تبلیغ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پیدائش کے دن تحریر فرمایا تھا۔

’’خدائے عزوجل نے .... اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا

کرتا ہے۔سو آج 12 جنوری 1889ء میں مطابق نو جمادی الاول 1306ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہٖ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔جس کا نام............محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔''

(حاشیہ اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جون 1889ء)

اب اس عبارت میں دیکھ لیں کہ صاف طور پر اس لڑکے کو''ایک لڑکا'' قرار دیا ہے۔''وہ لڑکا'' نہیں کہا کیونکہ ابھی تک''کامل انکشاف'' نہ ہوا تھا۔لیکن نزول المسیح کی عبارت میں یہ نہیں فرماتے کہ''ہمارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔'' بلکہ فرماتے ہیں کہ وہ''لڑکا'' پیدا ہو گیا۔ 12 جون 1889ء والے اشتہار میں فرماتے ہیں۔''اس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر محمود رکھا گیا۔'' لیکن نزول المسیح کی عبارت میں یہ نہیں فرماتے بلکہ فرماتے ہیں کہ''رویا کے مطابق اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔'' پس دونوں عبارتوں میں یہ بین امتیاز بتاتا ہے کہ اشتہار 12 جون 1889ء کی عبارت''کامل انکشاف''اور''رویا'' سے پہلے کی ہے۔اور نزول المسیح والی عبارت''کامل انکشاف''اور''رویا'' کے بعد کی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا مصلح موعود ہونا اجتہادی نہیں۔بلکہ الہامی تعین کی بنا پر ہے۔(الفضل 5 جولائی 1938ء صفحہ 5 تا 7)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی''مصلح موعود'' کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعین

یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ الہامی تعین کی رو سے حضرت امیر المومنین سیدنا محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہی مصلح موعود قرار پاتے ہیں۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کی کے پیشگوئی مصداق کی خود بھی کوئی تعین فرمائی ہے۔اگر

فرمائی ہے تو کس کی؟ حضرت اقدسؑ نے متعدد مقامات پر اس پیشگوئی کا مصداق حضرت سیدنا محمودؓ کو قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر چند حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

1۔ سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر 1888ء میں (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پیدائش سے قریباً40 دن قبل) فرماتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ یخلق اللہ ما یشاء اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ ''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔'' پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔'' (سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 17)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ:۔ 1۔ اشتہار 20 فروری 1886ء کی عبارت جو ''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔'' کہ بعد شروع ہوتی ہے بشیر ثانی کی نسبت ہے۔

2۔ ''بشیر ثانی'' کا دوسرا نام ''محمود'' ہے۔

اس جگہ احباب کرام کی سہولت کے لیے 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی دوبارہ پیش کی جاتی ہے۔

''سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ضرورت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے، اس کا نام عنوائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے۔ اس وہ رجس سے پاک ہے۔ اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ

فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ وہ کلمتہ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنی سمجھ نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک وشنبہ۔ فرزند، دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کانّ اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کو موجب ہوگا۔ نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفس نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وکان امرا مقضیا۔ (اشتہار 20 فروری 1886ء)

یہ ہے عبارت اشتہار 20 فروری 1886ء کی جس کے متعلق سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 17 کی محولہ بالا عبارت میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کہ۔

''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔'' تک کی عبارت تو بشیر اول (مرحوم) کے متعلق ہے اور اس کے بعد کی سب عبارات بشیر ثانی یعنی محمود کے متعلق ہیں۔

(2) اس عبارت میں تو صاف الفاظ میں بشیر ثانی محمود کو مصلح موعود قرار دیا گیا ہے نیز اشتہار 20 فروری 1886 کی پیشگوئی کا مصداق بھی بشیر ثانی محمود کو ہی ظاہر کیا گیا ہے۔

''یہ دھوکا کھانا نیں چاہئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا (یعنی یہ کہ ''وہ رجس سے پاک ہے'') وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی (بشیر اول) کے حق میں ہیں۔ اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے۔ وہ

اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ ''اس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔'' پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔'' (سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 21)

اس عبارت میں توصاف الفاظ میں بشیر ثانی محمود ''مصلح موعود'' قرار دیا گیا ہے۔ نیز بالوضاحت اشتہار 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی کا مصداق بھی ''بشیر ثانی محمود'' کو ہی ظاہر کیا گیا ہے۔

(3) ''دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا۔ کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا اور احمق اس کے پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔'' (سبز اشتہار حاشیہ صفحہ 7)

اس عبارت میں حضور نے بشیر ثانی محمود ''مصلح موعود'' کے جلد پیدا ہونے کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ سبز اشتہار کی ان تینوں عبارتوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کیونکہ یہ عبارتیں اس مسئلہ کی کلید ہیں۔ ان عبارتوں میں حضرت صاحب نے بصراحت مصلح موعود کا نام ''محمود'' اور بشیر ثانی بذریعہ الہام رکھ دیا ہے اور بلاشبہ اسے اشتہار 20 فروری 1886ء کا مصداق قرار دیا ہے اور یہ حضور نے اپنے ''اجتہاد'' سے نہیں فرمایا بلکہ بذریعہ الہام کلی انکشاف کے بعد فرمایا ہے۔ اب اگر حضرت اقدس کی کسی تحریر میں یہ لکھا ہوا مل جائے کہ بشیر

ثانی محمود پیدا ہو گیا یا یہ لکھا ہوا ہو کہ سبز اشتہار میں جس لڑکے کی پیشگوئی کی گئی تھی وہ پیدا ہو گیا تو قطعی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہی لڑکا مصلح موعود، اور اشتہار 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی کا مصداق ہے کیونکہ حضور نے سبز اشتہار میں سوائے ''بشیر ثانی''، محمود ''مصلح موعود'' کے کسی اور لڑکے کے پیدا ہونے کی پیشگوئی نہیں فرمائی۔ اب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تعین سنیے! فرماتے ہیں۔

پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لیے سبز ورق کے اشتہار شائع کیے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی معیاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔ (سراج منیر صفحہ 31)

احباب کرام! نوٹ فرمالیں کہ اس عبارت میں ''اب نویں سال میں ہے'' کہ الفاظ تحریر فرما کر حضرت اقدس نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تعین فرمادی ہے۔ نیز ''سبز اشتہار'' کا حوالہ دے کر اور مزید برآں ''پیشگوئی کی معیاد'' میں پیدا ہونے کا ذکر فرما کر ''مصلح موعود'' کے لیے جو نو سالہ معیاد بذریعہ الہام بتائی گئی تھی۔ اس کے اندر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیدا ہونا تحریر فرمایا ہے۔ کیونکہ بجز نو سالہ معیاد کے (جو مصلح موعود کے لیے ہے) حضرت صاحب نے اپنے کسی لڑکے کے پیدا ہونے کے لیے ''معیاد'' بیان نہیں فرمائی۔

پھر فرماتے ہیں۔ ''ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ خدا کا خوف ہے تو پاک دل سے سوچو۔'' (سراج منیر صفحہ 31)

محمود جو میرا بڑا لڑکا ہے۔ اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی مع محمود کے نام کے موجود ہے۔ جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 15)

''محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے۔ اور ایسا ہی دہم جولائی 1888ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے۔ پھر جب کہ اِس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12/ جنوری 1889ء کو مطابق 9 جمادی الاوّل 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی مَیں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر تکمیل تبلیغ موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ 4 میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے ؎

اے فخرِ رُسل قُربِ تو معلوم شد
دیر آمدہ ز راہ دُور آمدۂ

(تریاق القلوب صفحہ 42)

اس عبارت میں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے لئے ''پسر موعود'' کا لفظ بھی استعمال فرمایا

ہے۔''میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود تب میں نے اِس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا۔جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے'' (تریاق القلوب صفحہ 40)

''ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں اور اُن کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اُس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار باراُن کو کہا گیا کہ 20 فروری 1886ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خوردسالی میں فوت ہو جاتا تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اُس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔'' (نیز دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ 217)

حقیقۃ الوحی صفحہ 360 کی عبارت میں تو حضرت اقدس نے سبز اشتہار صفحہ 7 کی اصل عبارت بھی نقل فرمادی ہے۔جس میں ''بشیر ثانی'' اور ''محمود'' کی پیدائش کا ذکر ہے اور حضور نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش کو اس پیشگوئی کے ''مطابق'' بیان فرما کر حضور کو صریح لفظوں میں اس کا مصداق قرار دیا ہے۔غرض یہ کہ حضرت اقدس کی ان سب تحریرات کو ایک

دفعہ پڑھ یا سن لینے کے بعد ایک غبی سے غبی انسان کو بھی یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہی بشیر ثانی اور مصلح موعود ہیں۔

کھلا چیلنج

اگر اب بھی اہل پیغام میں سے کوئی شخص انتہائی ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے کوئی دور از کار تاویل کر کے حق کو چھپانے کی کوشش کرے تو میں تمام اہل پیغام کو ایک کھلا چیلنج دیتا ہوں۔ اس تحدی کے ساتھ کہ وہ لوگ قیامت تک اس کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

وہ چیلنج یہ ہے کہ کوئی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ممبر حضرت اقدس کی تحریرات سے یہ ثابت کر دے کہ۔

1۔ ''بشیر ثانی'' اور مصلح موعود دو الگ الگ وجود ہیں۔

2۔ سبز اشتہار میں بجز مصلح موعود کے کسی اور لڑکے کی پیدائش کی پیشگوئی ہے۔

3۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ''بشیر ثانی'' اور ''سبز اشتہار'' کی پیشگوئی کے مصداق نہیں ہے۔ لیکن اگر ان تینوں امور کا اثبات اہل پیغام کے لیے ناممکن ہو تو پھر ان کے لیے بجز یہ تسلیم کرنے کے کہ حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہی مصلح موعود ہیں اور کوئی مفر نہیں رہتا۔

سخنوروں سے معاملے میں سوائے ذلت حصول کیا ہے؟
چمن میں بحثے جو ہم سے بلبل تو ہنس پڑے پھول کھل کھلا کر

(الفضل 26 جولائی 1938ء صفحہ 5-6)

خادم صاحب کے چند مضامین

فضیلت اسلام

عبادتِ الٰہی کس طرح کرنی چاہئے

جیسا کہ گذشتہ مضمون میں بتایا جاچکا ہے انسانی عبادت کی غرض چونکہ وصال الٰہی ہے اس لئے وہی طریقہ عبادت بہترین ہوگا۔جس سے وصال الٰہی حاصل ہو سکے۔اس بارے میں لوگوں نے بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔اور ایسے ایسے طریق سوچے ہیں جو یا تو مضحکہ خیز ہیں یا بے فائدہ

دنیا سے انقطاع بزدلی ہے

بعض نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ خدا تک پہنچنے سے ہمیں روکتی ہے ان کے نزدیک عبادت یہی ہے کہ انسان دنیا سے الگ ہو جائے اور کلی طور پر منقطع ہو کر ریاضتوں میں لگا رہے۔اسلام کے نزدیک یہ بزدلی ہے۔اسلام کہتا ہے خدا نے دنیا کی کوئی چیز بے فائدہ نہیں بنائی۔اور یہی اس بات پر کافی دلیل ہے کہ دنیا خدا سے روکتی نہیں بلکہ اس کا غلط اور بے محل استعمال انسان کو جادۂ استقامت سے ہٹا دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے ''**الخلق عیال الله فاحسن الخلق من احسن الیٰ عیاله**'' (مشکوٰۃ باب الشفقۃ) کہ تمام انسان خدا تعالیٰ کے عیال ہیں پس خدا کی نظروں میں بہترین انسان وہ ہے جو اس کے عیال و دوسری مخلوق) کے ساتھ بہترین سلوک کرے۔اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو اپنے عیال کے ساتھ اسی طرح

بہترین سلوک کرے جس طرح خدا تعالیٰ مخلوقات کے ساتھ مہربانی شفقت اور رحمت کا سلوک کرتا ہے بہرحال ایسا انسان جو دنیا سے کلی طور پر الگ ہو جاتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے اتنے بڑے کارخانہ کو لغو اور عبث قرار دیتا ہے۔

بہترین طریق عبادت اور صحیح طرز عمل وہی ہو سکتا ہے جو جہاں انسان کے لئے موجب مشقت نہ ہو وہاں ہر طبقہ کے انسان کے لئے قابل عمل بھی ہو۔ اس پر امیر و غریب، مسافر و حاضر، ملازم اور تاجر، چھوٹا اور بڑا غرضیکہ ہر شخص عمل کر سکتا ہے۔ اسلام نے جو طریق عبادت بیان فرمایا ہے وہ ایسا ہی ہے یعنی **تخلقوا باخلاق اللہ** خدا تعالیٰ کی صفات کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنانا اور اپنی زندگی کو اس حقیقی نمونہ کے مطابق بنا کر اس کے ساتھ کامل اتحاد پیدا کرنا۔

اسلامی نماز: دوسرا طریق عبادت جو خصوصیت کا رنگ رکھتا ہے وہ ''نماز'' ہے۔ نماز کے علاوہ اسلام میں زکوٰۃ، روزہ اور حج بھی عبادات میں داخل ہیں۔ مگر وہ چونکہ ہر شخص پر ہر حالت میں فرض نہیں بلکہ صرف بعض حالات میں فرض ہیں۔ اس لئے میں یہاں نماز ہی پر (جو اسلامی عبادات میں سب سے اہم ہے) اکتفا کرتا ہوں۔

نماز کو اسلام نے کتاباً موقوتاً قرار دیا ہے اور اس کو ہر بالغ اور عاقل مسلمان پر دن رات میں پانچ دفعہ مقرر کیا ہے۔

تعین قبلہ اور تقرر اوقات

نماز کے لئے قبلہ اور اوقات کو مقرر کر دینے کی فلاسفی یہ ہے کہ اسلام اپنے ہر کام میں شیرازہ اور اجتماع کو مقدم اور ضروری قرار دیتا ہے۔ اسلام تمام دنیا کو ایک مرکز پر جمع کرنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک تشتت و انتشار موجب ضعف و اختلال ہے۔ اور کسی قوم کی ترقی اور قیام و ابقا کا باعث اتفاق اور اتحاد ہے۔ قرآن مجید نے صاف لفظوں میں بیان فرما دیا ہے کہ ''للہ

المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ'' خدا تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔اس لئے مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف منہ کر لینے میں ہی کوئی نیکی نہیں ہے۔ ہاں ہم نے تم کو ایک مرکز پر جمع کرنے اور تشتت اور انتشار سے بچانے کی غرض سے تمہارے لئے ایک خاص مقام مقرر کر دیا ہے۔ تا کہ وحدت نسل انسانی کی غرض مفقود نہ ہو جائے۔اسی طرح نماز کے اوقات مقرر کرنے میں بھی یہی حکمت ہے۔ کہ اجتماع نہ ٹوٹے اور افتراق پیدا نہ ہو۔اگر کوئی وقت مقرر نہ ہوتا تو کوئی کسی وقت نماز پڑھتا اور کوئی کسی وقت اجتماع ناممکن ہو جاتا۔اور پھر اگر صرف اتنا ہی کہہ دیا جاتا کہ پانچ دفعہ نماز پڑھ لیا کرو۔تو بالکل ممکن تھا کہ اکثریت اس کی طرف سے غافل ہو جاتی۔غرض یہ کہ اگر اوقات مقرر نہ ہوتے تو سستی پیدا ہوتی۔دوسرا فائدہ وقت کے تعین کا یہ ہے کہ وقت کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔اور ہر کام کو وقت پر کرنے کا سبق اس سے ملتا ہے۔

حرکات وسکنات::: اسلامی نماز خدا تعالیٰ کے آگے کامل انکسار اور انتہائی تذلل کے تمام طریقوں کو اپنے اندر جمع کرتی ہے۔بعض لوگوں کے نزدیک تعظیم کا طریق دست بستہ کھڑا ہونا ہے۔بعض کے نزدیک جھکنا علامت تعظیم ہے۔بعض کے نزدیک زانوئے ادب تہ کرنا طریق اکرام اور بعض کے ہاں سربسجود ہونا مظہرِ انکسار حقیقی ہے۔تمام دنیا کی تہذیبوں کو بغور دیکھو لو ان ہی طریقوں میں سے کوئی نہ کوئی طریق تعظیم ان میں رائج ہوگا۔اس کے برخلاف چوکڑی مار کر بیٹھنا، اکڑ کر کھڑا ہونا، گردن اکڑانا، ادھر ادھر دیکھتے رہنا یا یونہی ہاتھ پاؤں ہلاتے رہنا یہ امور بدتہذیبی میں شمار کئے جاتے ہیں۔اسلام نے انکسار اور تعظیم کے تمام طریقوں کو نماز میں جمع کر دیا ہے۔اس میں انسان خدا تعالیٰ کے حضور دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہے۔پھر اس کے آگے جھکتا ہے۔پھر انتہائی تذلل کے ساتھ اپنے سر کو جو معزز ترین حصہ جسم ہے زمین پر ٹکا دیتا ہے۔کبھی اس کے حضور دوزانو ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔گویا اس معلم حقیقی سے درس عبودیت

لے رہا ہے۔غرضیکہ نماز کی حرکات انسان کی اندرونی کیفیات کے لئے بطور ظواہر کے ہیں۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی طریق عاجزی اور انکسار کا ممکن نہیں۔

تعداد رکعات اور توجہ کی فلاسفی:: اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ عبادت کی غرض وصال الٰہی ہے اور یہ کہ بہترین طریق عبادت وہی ہوسکتا ہے۔جس سے حصول رضائے خداوندی اور وصال الٰہی ہو۔اور خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنے۔

ہمارا تجربہ ہے کہ دنیا میں ایک انسان دوسرے انسان کی خواہش کے مطابق دو ہی طریقوں سے عمل کرتا ہے۔اوّل اپنی مرضی اور خوشی سے دوم بعض حالات کے ماتحت مجبور ہوکر دوسری قسم میں ''توجہ'' بھی داخل ہے پہلے قسم کی مثال دو دوستوں کی ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ باہمی محبت کے رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں۔اس کے نتیجہ میں ان کے ارادوں اور مقاصد میں اتحاد ہوتا ہے۔دوسری قسم کی مثال عامل و معمول کی ہے عامل (مسمیر ائزر) توجہ کے ذریعہ معمول کو کلی طور پر اپنے ارادہ کا مطیع کر لیتا ہے۔عامل کی قوت ارادی معمول کی قوت ارادی سے قوی ہوتی ہے اس لئے اس پر غالب آ جاتی ہے۔جتنی جتنی معمول کی قوت ارادہ زیادہ ہوگی اتنا ہی اس پر عامل کا غلبہ کمزور ہوتا چلا جائے گا۔یہاں تک کہ اگر معمول کی قوت ارادی عامل کی قوت ارادی سے زیادہ ہوگی تو اس پر عامل کی ''توجہ'' اور مسمریزم کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے اپنے مقاصد کس طرح حاصل کریں؟ کیا اپنی توجہ کے زور سے؟ قرآن مجید اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ **انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون** کہ تم خدا تعالیٰ کی قوت ارادی پر کبھی غالب نہیں آسکتے۔کیونکہ اس کا ارادہ تو بذات خود پورا ہونے کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔وہ جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو کر رہتی ہے۔پس تم اپنی ''توجہ'' سے خدا تعالیٰ سے اپنے

مقاصد کو پورا نہیں کرا سکتے۔ کیونکہ اس کی قوتِ ارادی تمہاری قوت ارادی سے بدرجہا طاقتور ہے۔ تم اگر کسی جنگل میں تن تنہا آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ اور انتہائی ''توجہ'' سے بیٹھے رہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

کیونکہ تمہاری قوت ارادی اپنے ضعف کی وجہ سے اس کو اپنی طرف جذب نہیں کر سکتی۔ ہاں خدا تعالیٰ سے اپنے مقاصد کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ دعا اور عاجزی، محبت اور اُلفت کا طریق ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لا تدرکه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير کہ تمہارا ادراک اور تمہاری توجہ خود بخود خدا تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور تم قطعاً اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود اپنے فضل اور اپنی مرضی سے تمہیں اوپر اٹھا لی۔ پس اسلام محض توجہ اور محویت کو طریق عبادت میں داخل نہیں کرتا بلکہ دعا اور عاجزی کو اس کا قائم مقام بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں رکعتیں اور حرکات مقرر ہیں۔ جو انسان کے حواس کو بے قابو ہونے سے روکتی ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ ایک لطیف ترین ہستی ہے۔ وہ ایک غیر محدود اور بے انتہاء ذات ہے۔ اگر ہم اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے تصور اور توجہ پر زور دیں گے۔ جس طرح بعض مذاہب کے لوگ کرتے ہیں تو ہم اپنے ذہن میں خدا کا ایک نقشہ بٹھائیں گے۔ جو یقیناً غلط ہوگا۔ پس اسلام یہ کہتا ہے کہ تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ تم اگر آنکھیں بند کے اور سانس روک کر بیٹھ جاؤ گے تو اس سے خدا مل جائے گا۔ اور تمہاری توجہ اور محویت خدا کو اپنی طرف کھینچ لائے گی یا کم از کم متوجہ کرے گی۔ ہاں تم خدا کی صفت رحم کو حرکت دو، اس کے .... گڑ گڑاؤ اور دعا مانگو۔ کہ اے خدا! تو جو بے انتہاء طاقتوں والا ہے۔ اپنے فضل و رحم اور اپنی قدرت کاملہ سے میری تکلیفوں، مصیبتوں، رنجوں اور کلفتوں کو دور فرما۔ تب خدا تعالیٰ اپنے بندے پر اسی طرح دست شفقت دراز کرے گا۔ جس طرح ایک باپ اپنے پیارے اور فرمانبردار بیٹے پر اور اس

کے رحم کی چادر اس بندۂ عبادت گزار اور اپنے نیچے ڈھانپ لے گی۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کی حرکتیں ایک غیر منقطع توجہ کو قائم نہیں رہنے دیتیں۔

خاکسار عبدالرحمٰن خادم بی اے (الفضل 21 جولائی 1932ء)

اسلام نے غلامی کو کس طرح مٹایا

مبارک زمانہ:: کیا ہی مبارک تھا وہ زمانہ اور کیا ہی مقدس تھیں وہ گھڑیاں جن میں اس ہادی خلق اللہ اور رحمۃ للعالمین کا ظہور ہوا جس نے اپنا پاک و مطہر مشن دنیا میں قائم کیا۔ اور ظلمت و جہالت کی گھٹاٹوپ آندھیوں کو چہرۂ اسلام سے یک قلم نسیاً منسیاً کرتے ہوئے علم و حکمت سے کفر کی شور زمین میں توحید خالص کا ایسا بیج بویا کہ اس نخل ثمر دار کے سامنے اشجار باطل کو سر بسجود ہوئے بغیر چارہ نہ رہا۔ دنیا ضلالت و گمراہی کی تاریک و تار گھٹاؤں میں گھری ہوئی تھی۔ اس نے نور اسلام کی ظلمت پاش ضیا باری سے دنیا کا کونہ کونہ منور کر دیا۔ اسکی باطل شکن صدا عرب کے صحرا میں بانگ درا بن کے گونجی۔ اور ذرہ ذرہ عالم نور خدا سے آئینہ دار حقیقت بن گیا:

عرب بعثت رسول کریم کے وقت:: آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل جمیع الناس عموماً اور ام القریٰ و من حولہا (سرزمین عرب) خصوصاً انتہائی بیدینی اور بداخلاقی کی آماجگاہ بن رہی تھی۔ اس وحدہٗ لاشریک ہستی کے ساتھ جو حیّ و قیوم ہے بیشمار شریک ٹھہرائے جاتے تھے۔ خدا کی پیدا کردہ مخلوق کی جبین نیاز اپنے خالق کی بجائے آستان اغیار پر جھکتی تھی۔ اور تو اور اس مقدس مقام کو جسے وہ بھی یادگار ابراہیمی ہونیکی وجہ سے مقدس خیال کرتے تھے۔ 360 معبودوں کی مشترکہ ملکیت بنا رکھا تھا۔ صنف نازک کو باتحاد روح و جسم سپرد خاک کیا جاتا تھا۔ ایک مویشی کی جان کے بدلے ہزار ہا بندگان خدا کا خون پانی کی طرح بہایا جاتا تھا۔ استعمال

مسکرات وعشق زناں ان کے لوازمات زندگی میں سے تھے۔ ان میں قدیم آرین تہذیب برہمن وشودر کی تفریق کی بجائے غلام وآزاد کی صورت میں پرتوفگن تھی۔ خدا تعالیٰ کی ایک مخلوق محض اپنی غربت و بے سروسامانی کی وجہ سے گردن زدنی اور مستوجب سزا قرار دی جاتی انکی حیثیت مویشیوں سے بھی بدتر تھی۔ دس دس بیس بیس روپے میں ایک انسان کی خرید و فروخت ان کا ایک دل خوش کن مشغلہ تھا۔ انسان ضعیف البنیان حیوانوں کی ڈیوٹی ادا کرنا اور نہ کر سکنے کی صورت میں ناگفتہ بہ اور نا قابل برداشت سزا میں مبتلا کیا جانا مشاہدات یومیہ میں تھا۔ ہزار ہا بندگان خدا موت کی کھڑکی سے گزر کر زندانِ دنیا سے آزاد ہوتے تھے۔ غرضیکہ مخلوق خدا کفر وشرک کے تاریک وتار گڑھے میں گر چکی تھی۔ جہالت وگمراہی کی گھنگھور گھٹائیں مذہبی دنیا پر امڈی ہوئی تھیں۔

شام غم لیکن خبر دیتی ہے صبح عید کی
ظلمت شب میں نظر آئی کرن اُمید کی

آفتاب رسالت کا طلوع:: یک لخت سرزمین عرب میں آفتابِ رسالت طلوع ہوا جس کی ضیا پاشی نے خواب غفلت میں مست سونے والوں کو بیدار کر دیا۔ تاریکیٔ شب میں بھٹکنے والے کروڑ ہا مسافر اپنی منزل مقصود کو پہنچے مظلوموں کی دادرسی کی گئی اور ظالم کا ہاتھ مظلوم کی ایذا رسانی سے روک دیا گیا۔

فطلعت شمس الھدی نصحاً لھم لتضیئھم من وجھك النورانی
(المسیح الموعود)

مساوات انسانی کا اعلان عام:: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دنیا کو ایسی حالت میں پایا تو آپ کا دل کڑھا۔ آپ نے دنیا کی بہتری وبہبودی کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ یہاں

تک کہ خدا تعالیٰ نے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ کا ارشاد فرمایا کہ اے نبی ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر لے۔ آپؐ نے غلاموں کی بدترین حالت دیکھ کر خدا تعالیٰ کے حکم سے تمام دنیا میں اعلان فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات 14)

اے انسانو! یاد رکھو تم میں بلحاظ انسان ہونے کے ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے کیوں کہ ہم نے تم سب کو ایک ماں باپ سے ایک ہی طریق پر پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تم میں قبیلے اور ذاتیں تو محض پہچان کے لئے بنائی ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ ان میں کوئی وجہ فضیلت نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک وہی سب سے افضل ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

کیسی اعلیٰ تعلیم تھی جو نہایت واضح اور احسن طریق پر دنیا کو دی گئی۔ بتا دیا گیا کہ فضیلت امارت وحکومت دولت وخاندان سے نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق وتقویٰ کی بناء پر ہے۔ پس کوئی شخص کا حق نہیں کہ وہ اپنی دولت کی وجہ سے دوسرے پر ادعائے فضیلت کرے کیسی جامع ومانع تعلیم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک مقدس زندگی کے متعدد واقعات اس پر شاہد ناطق ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلامی کی لعنت میں گرفتار انسانوں کو محبت و ہمدردی کے ساتھ قعرِ ذلت سے ایساء نکالا کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا۔ اور نہ کوئی بندہ نواز

پانچ وقتہ نماز:: عملی زندگی کے لئے نماز کو کم از کم پانچ مرتبہ یومیہ فرض قرار دے کر مساواتِ اسلامی کا بے نظیر عملی سبق دیا۔

غلاموں کی آزادی:: عین عنفوانِ شباب میں جبکہ ہر انسانی دل میں جوانی کی امنگیں اور دماغ میں جوشِ حکومت پایا جاتا ہے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تمام ملازم جب آپؐ کے حلقہ اختیار میں آئے۔توحضورؐ نے یکدم سب کو آزاد کردیا۔آپؐ کا یہ فعل جہاں آپ کی انتہائی رحمدلی سخاوت اور جذبہ وہمدروی غلامان کا پتہ دیتا ہے وہاں اپنے اندر امتِ مسلمہ کے لئے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے ارشادِ خداوندی کے مطابق غلاموں کو آزاد کردینے کا حکم بھی رکھتا ہے۔

بے مثال غلام نوازی:: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو ایک عیسائی قبیلہ سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بطور غلام ملے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو آزاد کردیا۔انہی زید کے بیٹے اسامہؓ (جو دوسرے لفظوں میں ''غلام زادہ'' تھے اوراس وجہ سے عرب کے قدیم دستور مطابق حقیر تھے) کوحضورؐ نے ایک ایسے اسلامی لشکر کا امیر مقرر فرمایا جو آپ ہی کے نام پر''جیش اسامہ'' کے نام سے مشہور ہے جس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ اور رؤساء عرب شامل تھے۔ بلکہ بعض روایات کے مطابق حضورؐ نے فرمایا تھا۔''**جهزوا جيش اسامه لعن الله من تخلف عنها**''(تحفہ اثنا عشریہ صفحہ 264،والملل والنحل صفحہ 6) کہ جیش اسامہ کی تیاری کرو خدا کی لعنت اسپر جو پیچھے بیٹھ رہے۔ اگرچہ بعض عربوں کو بوجہ قدیم خیالات کے یہ ناگوار تھا۔مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام وآزاد کی بے وجہ تفریق کو مٹانے کے لئے ایسا کیا۔اور آپؐ نے بتادیا کہ جس طرح ایک آزاد میں حکومت کا مادہ ہے۔اسی طرح ایک غلام بھی اولوالامر ہوسکتا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضورؐ کا یہ فعل محض اپنی ذات کے لئے تھا نہ کہ امت کے لئے! کیونکہ امت رسول کریمؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لشکر کی روانگی سے قبل ہی فوت

ہو گئے تو یہ لشکر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد میں روانہ کیا۔اور حضرت اسامہؓ ہی کو اس کا امیر مقرر فرمایا۔اس پر جب حضرت عمرؓ نے اعتراض کیا کہ اتنے جلیل القدر صحابہ پر مشتمل لشکر کا امیر ایک غلام زادے کی بجائے کسی خاندانی آدمی کو کیوں نہیں بنایا جاتا؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ آنحضرت ﷺ نے اسامہؓ کو اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا ہے۔اس لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ آنحضرت ﷺ کے فعل پر اعتراض کرے۔یہی اطاعت رسول تھی جس کی وجہ سے خلیفہ وقت حضرت ابوبکرؓ حضرت اسامہؓ کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔اور باوجود اس کے کہ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ یا آپ بھی سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر آؤں۔مگر آپ پیدل ہی چلے گئے۔غرضکہ آنحضرت ﷺ نے غلامی کو مٹانے کے لئے ایسا نمونہ چھوڑا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔اللھم صل علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

غلام زادہ سرور دو عالم کی گود میں:: حضرت اسامہؓ بن زیدؓ (مذکور) جب ابھی بچے تھے آنحضرت ﷺ ان کو گود مبارک میں اُٹھا لیا کرتے اور بہت پیار کرتے۔اور بعض دفعہ فرمایا کرتے ''اگر اسامہؓ کی بیٹی ہوتا تو میں اس کو زیور پہناتا'' غلاموں کے ساتھ عربوں کے قبل از اسلام سلوک کا نقشہ دل میں بٹھائیں، اور پھر سوچیں آنحضرت ﷺ کا ایک غلام زادے کو اپنی گود میں اٹھانا۔ پیار کرنا۔ بلکہ زیور پہنانے کی خواہش کرنا کس حد تک غلاموں کے ساتھ مساویانہ سلوک پر دال ہے؟ فکّر ثم فکّر!

غلاموں کے متعلق وصیت:: حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر امتِ محمدیہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔ارقاء کم ارقا کم اطعموھم۔

(الفضل 26 جولائی 1926ء صفحہ 9)

اسلام اور عیسائیت

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج
پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن، بلا یہی ہے

(المسیح الموعودؑ)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے یہ دعویٰ فرمایا۔ کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی آمد کی خبر دیگر انبیاء بنی اسرائیل نے عموماً اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے خصوصاً دی تھی۔ آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ پہلا مسیح فوت ہو چکا ہے۔ اور آنے والا مسیح ایلیا کی طرح ایک دوسرے انسان کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمام ادیان پر اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے۔ عیسائیت بے شک خدا کا مذہب تھا مگر مرورِ زمانہ اور گردش ایام کے باعث اس پاک تعلیم میں جو خدا کا مقدس نبی مسیح ناصری لایا تھا۔ طرح طرح کی تبدیلیاں ہوگئیں۔ وہ مسیح جو اپنے زمانہ میں توحید کا سب سے بڑا علمبردار تھا اس کے نام لیوا نہ صرف یہ کہ تین خداؤں کے پرستار بن گئے بلکہ خود اس خدائے توحید پیمبر کو بھی خدا کا شریک ٹھیرالیا۔ مسیح کے نام کے ساتھ منسوب ہونے والوں میں طرح طرح کی جملہ خود اس خدائے توحید پیمبر کو بھی خدا کا شریک ٹھہرالیا۔ مسیح کے نام کے ساتھ منسوب ہونے والوں میں طرح طرح کی خرابیاں عقائد میں بھی اور اعمال میں بھی واقع ہوگئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیح ناصری علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق خدا تعالیٰ نے ''ابن آدم'' کو ملائک صداقت کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے مشرق میں قادیان کی مقدس سرزمین سے مبعوث فرمایا۔ اور جس طرح بجلی پورب سے کوند کر پچھّم کو جاتی ہے'' بعینہٖ اسی طرح آپ کی آمد ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے لاکھوں نے لاکھوں نشان آپ کی صداقت کو ثابت

کرنے کے لئے ظاہر فرمائے۔ ہزاروں سعید روحوں نے آپ کو شناخت کیا۔ اور یورپ، امریکہ، فرانس اور روس، افریقہ وغیرہ متعدد ممالک کے ہزار ہا عیسائی گورے اور کالے آپ کے ذریعہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے؟

(2) یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حقیقی اور سچا مذہب خدا کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ اور یہ کہ موجودہ عیسائیت سی صورت میں اس مذہب کی قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ جو خدا کے مقدس نبی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے مبارک مقدس ہاتھ سے قائم ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو عیسائیت پر کھلا کھلا غلبہ عطا کیا۔ عیسائیوں نے اپنے نمائندہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کو جون 1893ء میں خدا کے مسیح موعود کے مقابل کھڑا کیا۔ جب اس پر دلائل بینہ اور براہین قاطعہ کی رو سے کامل طور پر حجت تمام ہو چکی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اعلان فرمایا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے ہمارے آقا و سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ ''دجال'' کہا ہے۔ اس لئے اس بے ادبی کی پاداش میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے تو پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اس سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ خدا تعالیٰ کو اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بے انتہاء غیرت ہے۔ اور یہ کہ اس کے نزدیک سچا دین صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ خدا کے پیارے مسیح موعود کی یہ ہیبت ناک پیشگوئی شائع کر دی گئی اور اس میں آتھم کو ہلاکت سے بچنے کا طریق بھی بتا دیا گیا۔ کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کریگا تو اس سے بچ جائے گا۔

پیشگوئی کا شائع ہونا تھا۔ کہ ڈپٹی آتھم کے لئے جس ہاویہ کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ اس کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ وہ توبہ اور استغفار، دعا اور رجوع میں لگ گیا۔ وہ اس گستاخی کے لئے جو اس نے پاکبازوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان والا تبار میں کی تھی روتا اور خدا کے حضور گڑگڑاتا رہا۔ وہ برابر پندرہ ماہ تک انتہائی پریشانی۔ سراسیمگی

اور بدحواسی کے ساتھ دربدر پھرتا رہا وہ عیسائیت جس کی اشاعت جس کی اشاعت اور تبلیغ اس پیشگوئی سے پیشتر اس کی غذا تھی۔ اب اس کو موت کا پیالہ نظر آتا تھا۔ وہی اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی تردید کرنا اور جن کو گالیاں دینا وہ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا۔ اب اس کی نظر میں اس قدر قابل اعتراض وتردید نظر نہ آتے تھے۔ وہی عبداللہ آتھم جس کیلئے ایک دن بھی عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کی تردید کے بغیر گذارنا غیر ممکن تھا۔ متواتر پندرہ مہینے ایک غیر منقطع سکوت اور مسلسل خاموشی کے ساتھ شہر شہر پھرتا رہا۔ اور ایک حرف بھی اپنی زبان سے اسلام یا بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف نہ نکالا۔ یہ معنی خیز خاموشی، حیرت انگیز سکوت اور عبرتناک سراسیمگی اسلام اور خدا کے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر زبردست دلیل تھی۔ اور اس طرح سے عبداللہ آتھم کا انسانوں کے لئے یقیناً یقیناً خدا کے زبردست مگر پُر شفقت ہاتھ کی کرشمہ نمائی کا زبردست ثبوت تھا۔

(3) مگر نور کے دشمنوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور اپنی شرمندگی کو مٹانے کے لئے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا۔ کہ عبداللہ آتھم نے درحقیقت ''رجوع'' نہیں کیا تھا اور یہ کہ خدا کے مسیح موعود کی پیشگوئی نعوذ باللہ جھوٹی نکلی۔ خدا کا مسیح موعوؑد ایک دفعہ پھر خدا کی طرف سے حجت باہرہ اور دلائل بینہ لے کر میدان میں نکلا۔ اور عبداللہ آتھم ہی کے ذریعہ ایک دوسرے نشان سے صاف اور واضح طور پر اس بات پر مہر ثبت کر دی کہ سچا اور حقیقی دین خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پَے بہ پَے اشتہارات شائع فرمائے کہ اگر تم لوگ اس دعوئی میں سچے ہو کہ عبداللہ آتھم نے رجوع نہیں کیا تو تم اسے کہو کہ وہ حلف اُٹھا کر کہدے کہ میں نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اگر اس حلف کے بعد وہ ایک سال تک زندہ

رہ جائے تو میں جھوٹا ہوں ۔آپ نے اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ چار ہزار روپے کا انعامی اشتہار شائع کیا۔ اور یہ بھی لکھ دی کہ عبداللہ آتھم ہرگز قسم نہیں کھائے گا۔ کیونکہ اس سے زیادہ اس بات کو اور کوئی نہیں جانتا کہ اس نے فی الحقیقت حق کی طرف رجوع کیا۔لیکن اب اگر آتھم عیسائیوں کے اس قول کی تردید نہ کرے اور نہ قسم کھائے تو بھی وہ عذاب سے بچ نہ سکے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔''اس ہماری تحریر سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ جو ہونا تھا وہ سب ہو چکا اور آگے کچھ نہیں''(انوارالاسلام صفحہ 15)

بلکہ اب اگر آتھم صاحب قسم کھا لیں ۔تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں۔ اور تقدیر مبرم ہے۔ اور اگر قسم نہ کھائیں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا۔ جس نے حق کا اخفاء کر کے دنیا کو دھوکا دینا چاہا۔ وہ دن نزدیک ہیں۔ دور نہیں۔(اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ صفحہ 11)

چنانچہ ایسا ہی ہوا ''وہ دن'' جو عبداللہ آتھم کی سزا دہی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ بہت نزدیک تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے آخری اشتہار پر ابھی سات مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ آتھم صاحب 27 جولائی 1897ء کو بمقام فیروز پور راہئے ملکِ عدم ہوئے۔

خداوند کریم نے آتھم کے ذریعہ سے اسلام اور ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم ﷺ کی صداقت پر زندگی اور موت کے دو نشان ظاہر فرمائے ۔آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کرنے سے آتھم نے پندرہ مہینے کے عرصہ میں ''زندگی'' پائی۔ اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی صداقت کے نشان کو چھپانے کے نتیجہ میں اسے ''موت'' حاصل ہوئی۔ اس نشان میں اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ صرف ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہی حقیقی زندگی بخشتی ہے۔ اور آپ کی مخالفت ایک موت کا پیالہ ہے۔ جس کا پینے والا

روحانی قوت سے بچ نہیں سکتا۔

(4) ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت اسلام اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر زبردست گواہ تھی۔......بھی اسلام اور عیسائیت کے درمیان ایک آخری فیصلہ ہونا مقدر تھا۔امریکہ کے ایک دولتمند اور متمول شخص ''جان الیگزنڈر ڈوئی'' نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ ایک کروڑ آدمی تھا۔اور دنیوی حیثیت سے ایسا تھا کہ عظیم الشان نوابوں اور شہزادوں کی طرح مانا جاتا تھا۔اس شخص کا دعویٰ تھا۔''میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق ومغرب اور شمال و جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں۔یہاں تک کہ وہ دن جلد آجائے کہ مذہب محمدیؐ دنیا سے مٹ جائے۔اے خدا ہمیں وہ وقت دکھا!''

(لیوز آف ہیلنگ 19 دسمبر 1903ء)

''اگر میں سچا نبی نہیں ہوں تو پھر روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو خدا کا نبی ہو۔''

(پرچہ مذکور 12 دسمبر 1903ء)

جب اس شخص کا دعویٰ شائع ہوا تو خدا کے مسیح موعود نے قادیان کی مقدس سرزمین سے اس کو مقابلہ کے لیے للکارا اور کہا کہ آؤ ہم دونوں خدا سے سچا فیصلہ حاصل کریں اگر عیسائیت سچی ہے تو خدا مجھ کو موت دے۔اگر اسلام سچا ہے تو خدا تیری موت سے اس کی صداقت پر مہر کردے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ چیلنج امریکہ کے متعدد مشہور اخبارات۔مثلاً شکاگو (انٹر ریئر 28 جون 1903ء)

ٹیلیگراف پانچ جولائی 1903ء لٹریری ڈائی جسٹ 20 جون 1903ء۔نیو یارک میل اینڈ ایکسپریس 28 جون 1903ء وغیرہ میں شائع ہوا۔اس کے جواب میں ڈوئی نے لکھا

''ہندوستان میں ایک بے وقوف محمدیؐ مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر

کشمیر میں ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کو جواب دوں گا۔ اگر میں ان پر پاؤں رکھوں۔ تو ان کو کچل ڈالوں گا۔ لہذا میں انہیں موقعہ دیتا ہوں کہ وہ اڑ جائیں۔ اور زندہ رہیں۔''

(لیوز آف ہیلنگ مجریہ 26 دسمبر 1903ء)

جب وہ کسی طرح بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ پر آمادہ نہ ہوا۔ تو آپ نے تحریر فرمایا۔ ''ڈاکٹر ڈوئی اپنے دعوئے رسول ہونے اور تثلیث کے عقیدہ میں جھوٹا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرے تو میری زندگی میں ہی بہت کچھ حسرت اور دکھ کے ساتھ مرے گا۔ اور اگر مباہلہ نہ بھی کرے۔ تب بھی خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔''

''میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں۔ اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا (نسبتاً) جوان ہے لیکن میں نے اپنی بڑی عمر کی کچھ پرواہ نہ کی کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا۔ بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے۔ وہ اس کا فیصلہ کرے گا اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا۔............ تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے۔ اب میں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اسے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور ظاہر ہوتا رہے گا۔ یہ فیصلہ جلد کر اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی سے تو نے مجھے وعدہ دیا ہے۔ وہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ اور اے قادر خدا میری دعا سن لے۔ تمام طاقتیں تجھی کو ہی۔''

(اشتہار 23 اگست 1903ء بزبان انگریزی)

یہی الفاظ امریکہ کے اخبار ''نیو یارک کمرشل'' ایڈورڈ رائیزر 26 اکتوبر 1903ء میں بھی شائع ہوئے۔

یہ وہ دعوت مقابلہ تھی ۔ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم مسیح موعود علیہ السلام نے امریکہ کے جھوٹے نبی الیگزنڈر ڈوئی کو دی۔اس کے بعد خدا کے پیارے مسیح موعود علیہ السلام نے 20فروری 1907ء کو شائع فرمایا۔

خدا فرماتا ہے میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی۔ وہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا۔(یعنی ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہوگا)اور خدا کے ہاتھوں سے ظاہر ہوگا۔ چاہیے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر ہے کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا۔تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں۔اس کی طرف سے ہے۔مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاتے۔(المشتہر میرزا غلام احمد مسیح موعود 20 فروری 1907ء)اس اشتہار کو شائع ہوئے ابھی پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ 9 مارچ 1907ء کو ڈوئی ہلاک ہوگیا۔اور اس کی ہلاکت نہایت عبرتناک طریقہ سے واقع ہوئی۔

اس کی زندگی کے ہر ایک پہلو پر آفت پڑی۔اس کا خائن ہونا ثابت ہوا۔اور وہ شراب کو اپنی تعلیم میں حرام قرار دیتا تھا مگر اس کا شراب نوش ہونا ثابت ہوگیا۔اور وہ اس اپنے آباد کردہ شہر صیحون سے بڑی حسرت کے ساتھ نکالا گیا جس کو اس نے کئی لاکھ روپیہ خرچ کر کے آباد کیا تھا۔ نیز سات کروڑ نقد روپیہ سے جو اس کے قبضہ میں تھا۔اس کو جواب دیا گیا۔اور اس کی بیوی اور اس کا بیٹا اس کے دشمن ہو گئے۔اور اس کے باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے۔اس کا یہ دعوے کہ میں بیماروں کو معجزہ سے اچھا کرتا ہوں۔ یہ تمام لاف وگزاف ثابت ہوا۔اور ہر ایک ذلت اس کو نصیب ہوئی۔آخر کار اس پر فالج گرا۔اور ایک تختہ کی طرح اس کو اٹھا کر لے جاتے رہے۔پھر بہت غموں کے باعث وہ پاگل ہوگیا۔آخر کار مارچ 1907ء کے ابتداء میں بڑی حسرت درد اور دکھ کے ساتھ مر گیا۔

عبداللہ آتھم اور ڈوئی امریکن کی موت کو پیش کر کے ہم تمام اہل انصاف سے عموماً اور اپنے عیسائی بھائیوں سے خصوصاً یہ اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ خدارا غور کریں کہ کیا یہ واقعات روز روشن کی طرح اس حقیقت کو واضح نہیں کر رہے۔ کہ خدا کا مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ اور آج دنیا کی نجات اس تعلیم میں نہیں جو غلط طور پر مسیح ناصری کی طرف منسوب کی جا رہی ہے اور جو درحقیقت اس کی تعلیم نہیں بلکہ آج خدا کی طرف سے انسانی گلے کیلئے جو گڈریا مقرر کیا گیا ہے۔ وہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص خادم وہی مسیح قادیانی ہے جس کی دعا سے آتھم اور ڈوئی اسلام کی صداقت پر اپنے خون کی سرخی کے ساتھ مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

مبارک وہ جو حق کو قبول کرتے ہیں۔ کہ وہی ہمیشہ کی زندگی کے وارث ہوں گے۔

(الفضل یکم اپریل 1934ء صفحہ 5-6)

قرآن کا مسیحؑ اور انجیل کا یسوع

بعثت مسیح موعود: : انیسویں صدی کے اواخر میں جب عیسائیت کی طرف سے اسلام پر پے بہ پے حملے ہونے لگے۔ اور عابدین یسوع نے بندگان خدا کو اپنے مخصوص طریق کا شکار کر کے پرستاران صلیب کی فہرست میں شامل کرنا شروع کر دیا۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق سرزمین قادیان سے افواج اسلامی کے فتح نصیب جرنیل اور کاسر صلیب سپہ سالار کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں کھڑا کیا۔ خدا تعالیٰ کے اس پیارے کی آواز میں اس قدر ہیبت تھی۔ کہ اس کے مبعوث ہوتے ہی افواج نصرانیت میں تہلکہ مچ گیا۔ اور مصنوعی خداؤں کی امداد ان کو اس فاتح حقیقی کی گرفت سے بچا نہ سکی۔

عیسائیت کی بنیاد: : عیسائیت کی تمام تر بنیاد یسوع کی اس فوق العادت مگر موہوم شخصیت

پر تھی۔ جسکا استنباط وہ لوگ قرآن مجید سے بھی کرتے تھے۔ اور اس طرح سے ایک طرف تو وہ عام مسلمانوں کے مسلمات کی رو سے یسوع کی آنحضرت ﷺ پر فضلیت ثابت کرتے تھے۔ اور دوسری طرف رسول کریم ﷺ کو دل کھول کر گالیاں دیتے اور حضور کی پاکیزہ زندگی پر نہایت بے باکی سے زبان طعن دراز کرتے مسلمانوں کے لئے دونوں پہلوؤں سے ان کا جواب دینا مشکل تھا۔ کیونکہ بد قسمتی سے وہ یسوع کے متعلق تمام ان باتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ جو عیسائی معترضین قرآن مجید کے حوالہ سے غلط طور پر یسوع کی طرف منسوب کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود کا اعلان:: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آ کر علی سبیل الالتزام یسوع کی حد درجہ قابل اعتراض زندگی پر سے پردۂ خفاء ہٹا کر بائیبل کے رو سے اس کی حقیقی شکل دنیا کو دکھا دی۔ اور اعلان فرما دیا کہ (1) " مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف نے کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔؟ اور پادری اس بات کے قائل ہیں۔ کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا۔ اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔'' (انجام آتھم ضمیمہ حاشیہ صفحہ 9)

(2) ''ہمیں پادریوں اور ان کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا۔ کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو زانی لکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔'' اگر پادری اب بھی اپنی پالیسی بدل دیں۔ اور عہد کر لیں کہ آئندہ ہمارے نبی ﷺ کو

گالیاں نہیں نکالیں گے۔ تو ہم بھی عہد کرینگے کہ آئندہ نرم االفاظ کے ساتھ ان سے گفتگو ہوگی، ورنہ جو کچھ کہیں گے۔اس کا جواب سنیں گئے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ 8)

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰوالسلام السلام کا یہ اعلان کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ہم یہ بات دعوئی کے ساتھ کہتے ہیں۔اور ہمارے پاس اس دعویٰ کے دلائل ہیں۔کہ موجودہ اناجیل جس یسوع کو پیش کرتی۔اور بانی عیسائیت قرار دیتی ہیں۔اس کی ایسی شخصیت ہے کہ اسے خدا۔خدا کا بیٹا۔نبی یا رسول کہنا۔تو کجا صحیح طور پر بااخلاق انسان بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ موجودہ اناجبل نے یسوع کی ایسی تصویر کھینچی ہے کہ اسے دیکھ کر ایک منصف مزاج انسان اس صداقت کے ماننے پر مجبور ہوجاتا ہے۔کہ یقیناً یقیناً یہ اس خدا کے برگزیدہ نبی کی تصویر نہیں ہوسکتی جس کا قرآن مجید نے مسیح ،عیسیٰ اورابن مریم کے نام سے ذکر کیا ہے''انجیل'' کا حامل قرار دیا ہے۔اوذرا قرآن مجید کے مسیح علیہ السلام اورانجیل کے یسوع کا مقابلہ کریں

نسب نامہ::قرآن مجید جس مسیح ابن مریم کو پیش کرتا ہے۔اس کے نفس کو پاک اور مطہر قرار دیتا ہے۔جیسا کہ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (مریم) کے الفاظ سے ثابت ہے، یہود نے خود اقرار کیا کہ حضرت مریم کا نسب نامہ ان کے والد اور والدہ دونوں طرف سے پاک تھا۔اب ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کا نسب نامہ ایک ہی ہے۔کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی تھی۔مگر اس کے بالکل برخلاف موجودہ انجیل جس یسوع کو پیش کرتی ہے۔اس کا شجرہ نسب حیرت انگیز طور پر قابل اعتراض ہے۔چنانچہ متی پہلے باب کے شروع میں ہی جو" یسوع مسیح کا نسبت نامہ'' درج ہے،اس میں تین عورتوں تامار،راحاب اور بنت سبع (اوریاہ کی بیوی) کا نام ہے(دیکھومتی باب1 آیت3،5،7 ،یشوع باب2 آیت1 ،2صموئیل باب11 باب2،5) میں علی الترتیب

مذکور ہے کہ وہ بدکار اور زنا کار تھیں۔ یہاں تک کہ اوریاہ کی بیوی بنت سبع کے ساتھ تو محولا بالا عبارت میں حضرت داؤد علیہ السلام جیسے پاکباز نبی کو بھی ملوث کیا گیا ہے۔ اور نعوذ باللہ اس کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کرنا لکھا ہے۔ اور اسی ناجائز رشتہ ہی سے یسوع کو داؤد کی نسل میں سے قرار دیا گیا ہے (مکاشفہ باب 22 آیت 16، 2 تمیتھیس باب 2 آیت 8) پس ثابت ہوا کہ ایسا شجرہ رکھنے والا حضرت عیسیٰ نہیں ہوسکتا۔

ماں سے گستاخی:: پھر قرآن مجید جس مسیح ابن مریم کو نبی اللہ اور رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ کی حیثیت میں پیش کرتا ہے۔ اس کے متعلق تو بَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر ان کو اپنی والدہ سے حسن سلوک کرنے اور تعظیم و تکریم ملحوظ رکھنے کا حکم تھا۔ اور درحقیقت والدین کے متعلق لَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ کے عام حکم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ کسی بااخلاق آدمی کے لئے اپنے والدین کا فرمانبرادار اور مطیع ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام تو چونکہ نبی اور رسول تھے۔ اس لئے بطریق احسن اپنی والدہ صدیقہؑ کے فرمانبردار تھے۔ مگر جس یسوع کو موجودہ انجیل ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ وہ اپنی والدہ سے نہایت گستاخانہ طریق سے خطاب کرتا تھا۔ چنانچہ موجودہ انجیل میں یسوع کا پہلا معجزہ شراب بنانا قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے ضمن میں درج ہے

''یہ جب شراب ختم ہوچکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا اے: عورت! مجھے تجھ سے کیا کام؟'' (یوحنا باب 2 آیت 3)

گویا یسوع اپنی والدہ کو ''اے عورت'' کے حقیر اور ذلیل طریق سے مخاطب کرتا ہے اور پھر ''مجھے تجھ سے کیا کام؟'' کہہ کر اپنے آپ کو اس سے بالکل بے تعلقی اور کلی طور پر مستغنی بتاتا ہے۔ کیا ایک سیکنڈ کے لئے بھی ایک منصف مزاج انسان یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ اگر فی الواقعہ اس

موقعہ پر قرآن بعد کے بتائے ہوئے حضرت عیسیٰ ہوتے۔اور پھر وہاں ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا ہوتیں (جن کو قرآن مجید نے **وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ** یعنی اپنے زمانہ کی عورتوں میں سے اعلیٰ پایہ کی قرار دیا ہے۔اور جن کے متعلق وَ بَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ کے مطابق حضرت عیسیٰ کو ان کا فرمانبردار رہنے کا حکم دیا ہے۔تو کیا حضرت عیسیٰ ان سے ''اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟'' کے الفاظ میں خطاب کرتے؟

انجیل کا یسوع حضرت مریم صدیقہ کا بیٹا نہ تھا:: قرآن مجید جس مسیح کو نبی اللہ قرار دیتا ہے۔وہ اس مریم کا فرزند تھا۔جسے قرآن مجید نے صدیقہ کے لقب سے ملقب کیا ہے۔چنانچہ آتا ہے وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا (تحریم آخری رکوع) کہ وہ حضرت عیسیٰ کی مصدقہ اور خدا تعالیٰ کے تمام احکام پر کما حقہ عامل تھیں۔حضرت عیسیٰ بھی حقیقی طور پر ان کے فرمانبردار تھے۔ مگر انجیل کا یسوع جس مریم کا بیٹا تھا۔وہ ''مریم صدیقہ'' نہ تھی۔کیونکہ انجیل سے معلوم ہے۔ (1) یسوع نے اسکی گستاخی کی۔(2) وہ یسوع کے دعویٰ کی مصدق اور خدا کی باتوں پر ایمان نہ لاتی تھی۔چنانچہ متی باب 12 آیت 45،46،مرقس باب 2 باب 35،32 میں مذکور ہے۔''کسی نے یسوع سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے باتیں کرنی چاہتے ہیں۔اس نے خبر دینے والے کے جواب میں کہا۔کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے۔وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے۔''

گویا یسوع اپنی جسمانی ماں کی طرف سے اپنی بے توجہی کا اظہار ''کون ہے میری ماں؟'' کے پُرحقارت الفاظ میں کرتا ہے۔اور کہتا ہے کہ جسمانی ماں کی مجھے کوئی پرواہ نہیں

میری ماں تو وہ ہے جو خدا کی مرضی پر چلے۔اور خدا کی باتیں سنے اور ان پر عمل کرے۔(لوقا باب 8 آیت 21)

اب غور طلب امر یہ ہے کہ یسوع کی والدہ خدا کی باتوں کو سنتی۔اوران پر خدا کی مرضی کے موافق عمل کرتی تھیں یا نہیں اگر اس کا جواب اثبات میں دیا جائے تو ثابت ہوگا۔کہ یسوع کی جسمانی ماں روحانی لحاظ سے بھی اس کی ماں تھی۔کیونکہ وہ خدا کی مرضی پر چلتی تھی۔اس لئے یسوع پر اس کی دگنی عزت وتکریم فرض تھی۔اندریں صورت یسوع کا ''کون ہے میری ماں؟'' کہنا انتہائی بد اخلاقی ہی نہیں۔بلکہ گناہ شمار کیا جائے گا۔اور اگر کہو کہ وہ یسوع کی باتوں کو نہیں سنتی تھی۔اور اس کی مرضی کے مطابق خدا تعالیٰ کی فرمانبردار نہ تھی۔(انجیل کی محولہ بالا عبارت سے یہی بات درست معلوم ہوتی ہے) تو ماننا پڑے گا کہ اس کی ماں وہ مریم نہ تھی جس کو قرآن مجید نے وصدقت بکلمت ربہا وکانت من القانتین کے پاکیزہ الفاظ میں یاد کیا ہے۔بہر صورت یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انجیل کا یسوع برًّ ابوالدتی کے حکم کا نافرمان تھا۔یا یہ ماننا پڑے گیا کہ وہ حضرت مریم صدیقہ کا بیٹا (ابن مریم) نہ تھا۔دونوں صورتوں میں وہ قرآن کا مسیح نہیں ہوسکتا۔

ایک ''بدچلن'' عورت سے "محبت":: قرآن مجید نے جس مسیح ابن مریم کو مقام رسالت پر فائز قرار دیا ہے۔اس کوایدناہ بروح القدس کے پاکیزہ الفاظ میں نہایت ہی مقدس انسان اور ہر قسم کی بدی اور بدکاری سے اسی طرح پاک بتایا ہے۔جس طرح خدا تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔مگر موجودہ اناجیل جس یسوع کو ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں۔اس کے متعلق مندرجہ ذیل واقعات کا انکشاف کرتی ہیں:۔''تو دیکھو۔ایک بدچلن عورت جو شہر کی تھی۔یہ جان کر کہ وہ (یسوع)،اس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگ مرمر کی

عطر دانی میں عطر لائی۔اوراس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہوکراس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی۔اوراپنے بالوں سےاس کے پاؤں پونچھے" (لوقا باب7صفحہ 37)

اس واقعہ کی مزید تفصیلات اس عورت کا نام اور دیگر تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل عبارت پڑھیں۔(1) پھرمریم نے جٹاماسی کا آدھ سیر خالص اوربیش قیمت عطر لےکریسوع کے پاؤں پرڈالا۔اوراپنے بالوں سےاس کے پاؤں پونچھے۔ (2) مریم اوراسکی بہن مرتھا کے گاؤں بیت فیتاء کالعزرنام ایک آدمی بیمارتھا۔یہی وہ مریم تھی جس نے خداوند پرعطر ڈال کراپنے بالوں سے اس کے پاؤں پونچھے۔اسی کا بھائی لعزر بیمارتھا۔(یوحناباب 11 آیت 1،3) ثابت ہواکہ یسوع کے پاؤں پرعطر ملنے والی عورکا نام مریم تھا جو مرتھا اورلعزرکی بہن تھی۔اب ذرایوحناباب 11 کی آیت4 پڑھیئے۔

''اوریسوع مرتھا،اوراس کی بہن اورلعزرسے محبت رکھتا تھا۔''

گویامرتھا کی بہن وہی مریم تھی،جس کااوپر ذکرآچکاہے۔

پھرلکھاہے۔''اس عورت کی طرف پھرکراس (یسوع) نے شمعون سے کہا۔کیاتواس عورت کودیکھتاہے میں تیرے گھرآیا،تونے مجھے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا۔مگراس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے بھگودیئے اوراپنے بالوں سے پونچھےتونے مجھے بوسہ نہ دیا۔مگراس نے جب سے میں آیاہوں۔میرے پاؤں کوچومنا نہ چھوڑا۔تونے میرے سرمیں تیل نہ ڈالا۔مگراس نے میرے پاؤں پرعطر ڈالا۔اس لئے میں تجھ سے کہتاہوں کہ اس کے گناہ جوبہت تھے۔معاف ہوئے کیونکہ اس نے بہت محبت کی" (لوقا باب 7 آیت 44،48)مطلب یہ کہ اس عورت نے بھی اپنی طرف سے محبت کاایسااظہارکیا۔جسکایسوع کوپوری طرح اعتراف کرناپڑا۔

اس عورت کے گھراترنا:: پھرآتاہے:''جب جارہے تھے۔تووہ ایک گاؤں میں

داخل ہوا۔ اور مرتھا نام ایک عورت نے اسے اپنے گھر میں اتارا۔ اور مریم نام اس کی ایک بہن تھی۔ وہ یسوع کے پاؤں کے پاس بیٹھ کر اس کا کلام سن رہی ہے۔ لیکن مرتھا خدمت کرتے کرتے گھبرا گئی۔ پس اس کے پاس آ کر کہنے لگی۔ اے خداوند کیا تجھے خیال نہیں کہ میری بہن نے خدمت کرنے کو مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے۔ پس اسے فرما کہ میری مدد کرے۔ خداوند نے جواب میں اس نے کہا۔ مرتھا مرتھا تو تو بہت چیزوں کے فکر و تردد میں ہے۔ لیکن ضرورت تو ایک ہی چیز کی ہے۔ اور مریم نے وہ اچھا حصہ چن لیا ہے۔ جو اس سے چھینا نہ جائیگا۔ (لوقا باب 101 آیت 38، 43)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع اتنا بھی گوارا نہ کرتا تھا کہ مریم جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے۔ گھر کے کام کاج اور خدمت گزاری میں حصہ ہے۔ کیونکہ اس کی بہن مرتھا۔ گھر میں اکیلی کام کاج کرتی رہی لیکن جب تھک گئی۔ تو یسوع سے آ کر عرض کی کہ وہ اس کی تکلیف کا خیال کر کے مریم کو فرمائے کہ وہ میری مدد کرے۔ تو یسوع نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ”ضرورت تو ایک ہی چیز کی ہے۔“ (الفضل 16 اگست 1932 صفحہ 5-6)

عیسائیت میں عورت کی حیثیت قرآنی وانجیلی تعلیم کا مقابلہ

اسلام کا سورج ظلمات عالم پر تمازت کامل وطلعت اکمل کے ساتھ چمکا۔ اور اس کے نور لامحدود کی ظلمت پاش ضیا بادی سے دنیا کا کونہ کونہ منور ہو گیا۔ ضلالت و گمراہی کی ہزاروں آندھیاں آئیں۔ زمین و کفر و شرک کی پیہم گردشوں نے اس سراج منیر کو بندگانِ عالم کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل کرنے کی بارہا کوششیں کیں۔ مگر خدائے قادر و توانا کا یہ آفتاب۔ باطل کی اس سعئ لاحاصل پر ہمیشہ خندہ زن رہا۔

نورتوحید کی یہ ....کرنیں جہاں کعبہ میں تین سو ساٹھ خدا آباد کرنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے والی ہوئیں۔ وہاں صلیبی غاروں میں بسنے والے فرزندان تاریکی اور ایک خدا کی سہ گانہ تقسیم کرنے والوں کی عریانی کا موجب بھی بنیں۔

عیسائیوں کے حملے:: عیسائیوں کی طرف سے اسلام پر پے بہ پے حملے کئے گئے۔ قرآنی تعلیم کو بگاڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ زندگی پر ناپاک اعتراضات کئے گئے جس کا اقرار Von Kremer (وان کریمر) جیسے متعصب عیسائی متشرق کو بھی اپنی کتاب a contribution to the Islamic ciolirationـ مترجم خدا بخش کے صفحہ 179 پر کرنا پڑا۔ کہ آنحضرت ﷺ کی ذات والا صفات اور اسلامی تعلیم کے متعلق جس قدر غلط بیانیہ کی گئیں ان کی وجہ یہی تھی کہ اسلام ممالک غربیہ میں انتہائی سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا تھا عیسائی زعماء نے اس کی بڑھتی ہوئی رفتار کو روکنے کا ایک ہی ذریعہ پایا اور وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کی تعلیم کو نہایت ہی بھیانک صورت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس ضمن میں اس نے اپنی کتاب کے صفحہ 180 تا 188 پر چند فحش اور دلآزار قصے لکھے ہیں جن کو آنحضرت ﷺ کی زندگی کے واقعات قرار دیا گیا ہے۔

عورت کے متعلق اعتراض:: غرض یہ کہ اسلام پر عیسائی ہیڈ کوارٹرز کی طرف سے پیہم حملے کیے گئے۔ انہی ہی حملوں میں سے ایک بڑا حملہ یہ بھی تھا کہ اسلام ....قرار دیا ہے اور یہ کہ عورت اسلامی سوسائٹی میں ایک بالکل بے حیثیت چیز ہے۔ اس پروپیگنڈا کے ذریعہ یورپین ممالک میں تبلیغ اسلامی کو بہت حد تک مسدود کرنے کی کوشش کی گئی۔

عورت کے متعلق اسلامی تعلیم:: آج خدا کے مسیح موعود نے (خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں اس پر اور اس کی اولاد پر ہوں) دلائل بینہ و براہین ساطعہ سے ثابت کر دیا ہے کہ اسلام

نے عورت کی جو حیثیت قرار دی ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب نہیں جو اپنی تعلیم کی بناء پر اس سے بہتر تو کجا اس کے برابر ہی ثابت کر سکے۔ اسلام نے الجنۃ تحت اقدام امھاتکم (جنت تمہاری ماؤں کے پیروں تلے ہے) خیرکم خیرکم لاھلہٖ (تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرتا ہے) پھر عاشروھن بالمعروف (عورتوں کے ساتھ نیکی کے ساتھ سلوک کرو) فرما کر عورت کو رضائے الٰہی اور نجات کے حصول کا ایک زبردست ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو) اور ولنفسك علیك حق و لزوجك علیك حق فرما کر ایک طرف تو عورت کے حق کو مرد پر ثابت کیا اور دوسری طرف عورت کے حقوق کی ادائیگی کو عبادت میں شامل کر کے حقوق نسواں کی نگہداشت کی طرف توجہ دلائی۔ پھر اسلام نے مؤدات وغیرہ رسوم جاہلیت کو مٹا کر عورت کو باپ کے ورثہ میں جس طرح شریک کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اور یہ برہنہ صداقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل عورت جس طرح ذلیل زندگی بسر کرتی تھی اس کی مثال تلاش کرنا سعیٔ لا حاصل ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اس مقہور خلق ذات کو دنیا کی نظروں میں معزز اور قابل احترام ہستی بنا دیا۔

فکم من حقیر فی عیون جعلتھم　　　باعین خلق لؤلؤا و زبرجدا

(المسیح الموعود)

عیسائیت میں عورت:: آج یورپ ''حقوق نسواں'' اور ''عورت کی آزادی'' کی جو رٹ لگا رہا ہے اور اس کی آڑ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا انجیلی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آج عیسائی عورتیں جس طرح بناؤ سنگار کرتی ہیں۔ بال کٹاتی ہیں۔ مردوں پر حکومت کرتی ہیں۔ سکولوں اور مدرسوں میں معلمہ بنتی ہیں۔ مجلسوں اور کلبوں میں تقریریں کرتی ہیں۔

بلکہ پارلیمنٹ میں دار العلوم کی ممبری کے لیے کھڑی ہوتی ہیں۔ وہ کون سی انجیلی تعلیم کے مطابق ہے۔ انجیل میں تو ان تمام امور کو عورتوں سے ہے ممنوع اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ذیل کے حوالوں سے ثابت ہے۔

انجیلی تعلیم:: ''اے بیویو! تم بھی اپنے شوہروں کے تابع رہو............اور تمہارا سنگھار ظاہری نہ ہو۔ یعنی سر گوندھنا اور سونے کے زیور اور طرح طرح کے کپڑے پہننا۔'' (1 پطرس 3/1-4 و اتیمتھیس 2/9-10)

''جو عورت بے سر ڈھکے دعا یا نبوت کرتی ہے۔ وہ سر منڈی ہوئی کے برابر ہے۔ اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے۔ تو بال بھی کٹائے اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے............پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے............اگر عورت کے لمبے بال ہوں۔ تو اس کی زینت ہے کیونکہ بال اس کو پردے کے لیے دیے گئے ہیں۔ (کرنتھیوں 11/6-16)

''عورتیں کلیسا کے مجمع میں خاموش رہیں۔ کیونکہ انہیں بولنے کا حکم نہیں۔ بلکہ تابع رہیں جیسا تورات میں بھی لکھا ہے اور اگر کچھ سیکھنا چاہیں۔ تو گھر میں اپنے اپنے شوہر سے پوچھیں کیونکہ عورت کا کلیسیا کہ مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔'' (1 کرنتھیوں 14/34-35)

''مرد عورت کے لیے نہیں بلکہ عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی۔'' (1۔کرنتھیوں 7/9)

''عورتوں کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیے اور میں اجازت نہیں دیتا۔ کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا پھر حوّا'' (ا تیمیتھیس 3/11-12) ''اے بیویو! اپنے شوہروں کی ایسی تابع رہو جیسے خداوند کی کیونکہ شوہر بیوی کا سر ہے جیسے کہ مسیح کلیسیا کا سر ہے......لیکن جیسے کلیسیا مسیح کے تابع ہے ویسے

بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہوں۔''(افسیوں 5/ 22،1۔پطرس 3/ 1)

''بیوی اس بات کا خیال رکھے کہ اپنے شوہر سے ڈرتی رہے۔''(افسیوں 5/ 33)

نئے عہد نامہ کی محولہ بالا عبارتوں سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ انجیل میں عورت کو ایک لونڈی سے زیادہ حیثیت نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی عورت اس زنجیر غلامی کو توڑ کر کامل طور پر آزاد ہو چکی ہے۔(الفضل 6 اکتوبر 1932ء صفحہ 8)

''ابن مریم'' بننے کی حقیقت اور انجیلی اصطلاحات

بخاری میں آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ **مَا مِنْ بَنِی آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا** (بخاری کتاب التفسیر سورۃ آل عمران جلد 3 صفحہ 69 مصری) یعنی ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت اس کو شیطان مس کرتا ہے۔ سوائے مریم اور ابن مریم کے کہ وہ دونوں کلی طور پر مس شیطان سے پاک ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مریم'' اور ''ابن مریم'' کے سوا باقی سب بچوں کو پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے۔ طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کیا آنحضرت ﷺ کو بھی نعوذ باللہ پیدائش کے وقت مس شیطان ہوا تھا۔ اس کے جواب میں علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف کی جلد 1 صفحہ 302 پر تحریر فرماتے ہیں۔

''فمضاه ان كل مولود يطمع الشيطان فی ... الا مريم وابنها فانهما كانا معصومين ولذالك كل من كان فی صفتهما''

یعنی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر بچہ کو پیدائش کے وقت شیطان گمراہ کرنا چاہتا ہے سوائے ''مریم'' اور ''ابن مریم'' کے اور اس میں تمام وہ مومنین شامل ہیں جو مریمی صفت میں

ہوں یا ''ابن مریم'' کی صفت میں۔

گویا آنحضرت ﷺ ور دیگر انبیاء علیہم السلام پر سے مس شیطان کا اعتراض اٹھانے کے لیے انہیں یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ''مریم'' اور ''ابن مریم'' کے جو الفاظ فرمائے ہیں۔ ان میں تمام انبیاء اور مومنین امت بھی شامل ہیں اور ان پر بھی ''ابن مریم '' کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کو شیطان سے مس کیا ہوا ماننا پڑے گا۔ جو یقیناً غلط ہے خود خدا تعالیٰ نے قرآن مجید سورۃ التحریم کے آخری رکوع میں یہ نقطہ بیان فرما دیا ہے کہ تمام مومن وعورتوں کی طرح ہوتے ہیں یا فرعون کی بیوی کی طرح جس پر کفر کا غلبہ ہو چکا تھا اور وہ اس سے نکلنے کے لیے خدا تعالیٰ سے دعا کرتی تھی اور یا مریم کی طرح جس نے اپنے آپ کو بدکاری سے کلی طور پر بچائے رکھا اور اس وجہ سے اس میں عیسوی روح پھونکی گئی۔

اور اس سے ''ابن مریم'' پیدا ہوا۔ گویا وہ مومن جن پر کفر کا غلبہ ہو چکا ہے ہو اور وہ اس سے مخلصی پانے کے لیے دست بدعا ہوں خدا تعالیٰ ان کو آسیہ صفت مومن قرار دیتا ہے اور وہ مومن جو ابتدا سے کفر اور بدی کے حملہ سے کلی طور پر محفوظ ہوں۔ ان کو مومن قرار دیتا ہے۔ مؤخر الذکر مریمی صفت مومنوں کی اسی دنیا میں ترقی کا درجہ یہ بتاتا ہے کہ جس طرح اصل مریم میں ہم نے اصل عیسیٰ کی روح پھونکی تھی۔ اسی طرح اس مجازی مریم (یعنی مومن مرد) میں مجازی عیسیٰ کی استعداد استعارہ کے رنگ میں روح پھونکیں گے اور جس طرح اس حقیقی عیسیٰ کی روح سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا حقیقی حمل سے گزرتے ہوئے حقیقی ''ابن مریم'' کی تولید کا باعث ہوئیں۔ اسی طرح مجازی طور پر استعارہ کے رنگ میں یہ ''مجازی مریم'' (مومن مرد) بھی مجازی اور معنوی حمل سے گزرتے ہوئے مجازی اور معنوی طور پر ایک ''ابن مریم'' کے

معرض وجود میں آنے کا باعث ہوگا۔ جو حقیقی ''ابن مریم'' نہیں۔ بلکہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں ''ابن مریم'' ہوگا اور اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجہ بالا حدیث کے مطابق اپنی پہلی ''مریم حالت'' میں بھی اور اپنی دوسری ''ابن مریم'' کی حالت میں بھی مس شیطان سے پاک ہوگا۔ گویا ایک مریمی صفت کا مومن ترقی کرتے کرتے ''ابن مریم'' کی صفت میں آ سکتا ہے۔ جس طرح مریم صدیقہ کا احصان ترقی کرتے کرتے ''ابن مریم'' کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی نقطہ معرفت کو کشتی نوح صفحہ 45 اور حقیقۃ الوحی صفحہ 339 پر بایں الفاظ بیان فرمایا ہے۔

مدتے بودم برنگ مریمی   دست زا دادہ بہ پیرانِ زمی
بعد ازاں آں قادر و رب مجید   روح عیسیٰ اندر اں مریم وہید
زیں سبب شد ابن مریم نام   زانکہ مریم بود اول گام سن

مگر نادان مولوی اور عیسائیوں نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اس پر استہزاء اور تمسخر سے کام لیا ہے اور اعتراض کیا کہ دیکھو ایک مرد کو کس طرح حمل ہو گیا اور دردزہ ہوئی، حیض آیا، اور خود ہی ''ابن مریم'' بن گیا وغیرہ۔ مگر جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں یہ سب اصطلاحات استعارہ کے طور پر ہیں اور ان میں کوئی بھی اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ جس طرح قرآن مجید کی محمولہ بالا آیات میں مومن مردوں کو فرعون کی بیوی اور مریم قرار دیا گیا ہے۔ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ تمام مومن مرد، مریم اور آسیہ کی طرح عورتیں بن جاتے ہیں اور تمام کے تمام کافر نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کی طرح حقیقی طور پر عورتیں بن جاتے ہیں۔ پس جس طرح مومنوں اور کافروں کو چار عورتیں قرار دینا استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہے۔ اسی طرح تمام لوازمات بھی استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہوں گے نہ کہ حقیقی معنوں پر محمول! اور مزید برآن

یہ کہ صوفیاء کرام اور علماء امت نے بھی ان اصطلاحات کو اپنی کتب میں درج فرمایا ہے اور استعارہ اور مجاز کے رنگ میں مردوں کے متعلق ''حیض'' وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے

1۔ کما ان للنساء محیضاً فی الظاھر وھو موجب نقصان ایمانھن... عن الصلوٰۃ والصوم فکذالك للرجال محیض فی الباطن۔''

(روح البیان جلد 1 صفحہ 236)

کہ جس طرح عورتوں کو حیض آتا ہے اور ان کے نماز اور روزہ میں محروم رہنے کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح مردوں کو بھی باطن میں حیض آتا ہے۔

2۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر واسطی کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

''جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے، اسی طرح ارادت کے رستہ میں مریدوں کو حیض آتا ہے اور مرید کے رستہ میں جو حیض آتا ہے تو وہ گفتار کے رستہ سے آتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ 450)

شرح التعرف صفحہ 57 پر حضرت سہلؒ کا قول درج ہے۔

''الخوف ذکرہ والرجاء... نثی معناہ منھما یتولد حقائق الایمان''

کہ ''خوف'' نر ہے اور ''رجاء'' مادہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نر اور مادہ کے ملنے سے حقائق ایمان پیدا ہوتے ہیں۔

بعض عیسائی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے ایسی اصطلاحات پر حد درجہ بدزبانی سے تمسخر کیا کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم انجیل کے بعد حوالے لکھتے ہیں۔

1۔ پولوس رسول عیسائیوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

''کاش کہ تم میری تھوڑی سی بے وقوفی برداشت کر سکتے۔ہاں تم میری برداشت کرتے تو ہو مجھے تمہاری بابت خدا کی سی غیرت ہے کیونکہ میں نے ایک ہی شوہر کے ساتھ تمہاری نسبت کی ہے تا کہ تم کو پاک دامن کنواری کی مانند مسیح کے پاس حاضر کروں۔'' (2 کرنتھیوں)

گویا تمام عیسائی یسوع کی بیویاں ہیں۔

2۔''میں تجھے دلہن یعنی تیرے کی بیوی دکھاؤں''(مکاشفہ 10 / 11)

اوراس کے آگے یسوع کے بارہ حواریوں کا ذکر ہے۔گویا ان کو یسوع کی بیویاں قرار دیا ہے۔3۔''پھر خواہش حاملہ ہو کر گناہ کو جنتی ہے۔''(یعقوب 15 / 1)

4۔پطرس رسول عیسائیوں سے کہتا ہے۔

''دل و جان سے آپس میں محبت رکھو کیونکہ تم فانی تخم سے نہیں۔بلکہ غیر فانی سے خدا کے کلام کے وسیلے جو زندہ اور قائم ہے نئے سرے سے پیدا ہوئے ہو۔''(1 پطرس 23 / 1)

5۔''کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری مخلوقات مل کر جب تک کراہتی اور دردزہ میں پڑی تڑپتی ہے اور نہ فقط وہی بلکہ ہم بھی جنہیں رجوع روح کے پہلے پھل ملے ہیں۔آپ اپنے باطن میں کراہتے ہیں۔''(رومیوں باب 5 آیت 22،23)

6۔ پولوس رسول کہتا ہے۔

''اے میرے بچو! تمہاری طرف سے مجھے پھر جننے کے سے درد لگے ہیں۔''

مندرجہ بالا انجیلی حوالہ جات نہایت صفائی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارات کی تشریح کرتے ہیں اوران کے مطالعہ کے بعد کوئی منصف مزاج انسان اس بات کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پادریوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر تمسخر کرنا ان کی انجیل سے ناقفیت کی وجہ سے ہے۔(الفضل 13 ستمبر 1932ء)

مسئلہ کفارہ پر عیسائیوں کے دلائل اور اُن کا رد

مسئلہ کفارہ پر عیسائیوں سے مناظرہ

28، 29 جولائی 34ء کو دھاریوال میں پرستانِ صلیب اور غلامات کا سر صلیب کے درمیان جو تاریخی اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا۔اس کی مختصر روئداد الفضل 2 اگست میں شائع ہو چکی ہے اس موقعہ پر احباب جماعت کے فائدہ کے لئے ان دلائل کا بالاختصار حیطۂ تحریر میں لانا مقصود ہے۔جو ان مباحثات کے دوران میں جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کئے گئے۔

کفارہ کی تائید میں تقریر

28 جولائی (ہفتہ) کو صبح 10 بجے سے ایک بجے تک ''مسئلہ کفارہ'' پر مناظرہ مقرر تھا۔ مدعی عیسائی مناظر تھا۔اس لئے پہلی اور آخری تقریر عیسائی مناظر کی تھی۔اپنی نصف گھنٹہ کی پہلی تقریر میں ''کفارہ'' کی تائید میں اس نے بیان کیا کہ

1۔ آدم نے گناہ کیا۔وہ گناہ موروثی طور پر آدم کی اولاد میں آیا۔اس لئے تمام انسان گنہگار ہیں۔خدا ''عادل'' ہے اور اس کا ''عدل'' مقتضی ہے کہ ہر انسان کو اس کے گناہ کی پاداش میں سزا دی جائے۔مگر وہ ''رحیم'' بھی ہے۔اس کے ''رحم'' کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انسانوں کے گناہوں اور کمزریوں سے اغماض کرے۔پس خدا نے اپنے پیارے اکلوتے بیٹے خداوند یسوع کو دنیا میں بھیجا۔جو تمام انسانوں کے گناہوں کے بدلے میں صلیب دیا گیا۔(اس طرح خدا نے اپنی صفت عدل کا تقاضا پورا کر لیا) اب کوئی انسان خدا کی صفت رحیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔جب تک اس بات پر ایمان نہ لائے۔کہ خدا کا اکلوتا بیٹا یسوع ہمارے لئے صلیب پر جان بحق تسلیم ہوا۔اب جو اس ''کفارہ'' پر ایمان لاتا ہے۔وہی نجات

پا سکتا ہے۔

2۔ انجیل میں لکھا ہے کہ

ا۔ ''ایک مددگار موجود ہے یعنی یسوع مسیح راستباز اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی۔'' (1۔ یوحنا2/2)

ب۔ جس طرح موسیٰ نے سانپ کو بیابان میں اونچے پر چڑھایا اسی طرح ضرور ہے کہ ابن آدم بھی اونچے پر چڑھایا جائے تا کہ جو کوئی ایمان لائے اس میں ہمیشہ کی زندگی پائے۔'' (یوحنا14۔15/3)

ج۔ ''اچھا گڈریا میں ہوں، جو بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔''

3۔ ہر انسان بلا امتیاز گہنگار ہے اور گناہ کے پنجہ سے رہائی ممکن نہیں جب تک کہ ''کفارہ'' پر ایمان نہ لایا جائے کفارہ گناہ کو جڑ سے کاٹتا ہے۔

پیش کردہ دلائل کا رد: خاکسار نے اپنی نصف گھنٹہ کی جوابی تقریر میں عیسائی مناظر کی ان مزعومہ دلیلوں کو اس طرح رد کیا۔

1۔ پادری صاحب نے ''کفارہ'' کی ضرورت بیان کرتے ہوئے خدا کی صفت ''عدل'' اور ''رحم'' میں کشمکش کا ذکر کیا ہے اور اس کا حل یہ بتایا ہے کہ خداوند کا اکلوتا بیٹا صلیب پر لٹکایا گیا اور اس طرح خدا کا ''عدل'' پورا ہوا۔ باقی سب گناہگاروں کے گناہ بخش دیئے گئے۔ اور اس طرح صفت ''رحم'' کا تقاضا بھی پورا ہو گیا۔ مگر افسوس کہ صفت ''عدل'' اور ''رحم'' کی کشمکش میں چار ہزار سال تک پھنسے رہنے کے بعد عیسائیوں کے خدا نے اس مشکل کا جو حل تجویز کیا۔ وہ بجائے اس الجھن کو دور کرنے کے ایک اور نئی مشکل کا پیش خیمہ ہو گیا۔ کیونکہ اس نے ایک بیگناہ کو سزا دی۔ اور گناہگاروں کو چھوڑ دیا۔ پس وہ ''عادل'' نہ رہا۔ اور چونکہ اس

نے بہرحال سزا دے لی۔ اس لئے وہ رحیم نہ رہا۔

پادری صاحب نے دوسری دلیل میں ''انجیل'' کی بعض آیات پیش کی ہیں۔ مگر یہ سب دعویٰ ہی دعویٰ ہیں۔ اور جب تک ان کی تائید میں دلائل پیش نہ کئے جائیں۔ شائستہ اعتناء نہیں۔

پادری صاحب نے تیسری دلیل میں یہ بتایا ہے کہ (1) ہر انسان موروثی طور پر گنہگار ہے۔ (2) ''کفارہ'' گناہ کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اگر اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے کہ ہر انسان موروثی طور پر آدم اور حوا کے گناہ کی وجہ سے گنہگار ہے۔ تو اس سے یہ ماننا لازم آئے گا۔ کہ مسیح بھی گنہگار ہے کیونکہ بقول پادری صاحب ''ہر آدم کا بیٹا گنہگار ہے۔ اور یسوع نے (یوحنا 14-15 / 3 میں) اپنے آپ کو ''ابن آدم'' کہا ہے۔ (2) پھر بائیبل میں لکھا ہے۔ ''جو عورت سے پیدا ہوا وہ کیونکر پاک ٹھہرے۔'' (ایوب 5 / 25، 15 / 15) لہٰذا جب مسیح خود گنہگار ہے تو وہ گناہ کا ''کفارہ'' نہیں ہوسکتا۔

رہا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ کفارہ گناہ کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کفارہ سے گناہ پر دلیری ہوتی ہے۔ چنانچہ پادری صاحب کی پیش کردہ پہلی آیت میں صاف طور پر گناہ پر دلیری کی تعلیم دی گئی ہے۔ مگر پادری صاحب نے اس کے پہلے حصہ کو عمداً حذف کر دیا ہے جو یہ ہے کہ

''تم گناہ نہ کرو۔ اور اگر کوئی گناہ کرے۔ تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے۔ یعنی یسوع مسیح راستباز اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔'' (1۔ یوحنا 1 / 2)

گناہ پر جرات دلانے والی اس تعلیم کا ہی نتیجہ تھا کہ یسوع کی وفات کے معاً بعد پولوس رسول کو عیسائیوں سے یہ کہنا پڑا کہ

''یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ تم میں حرامکاری ہوتی ہے۔ بلکہ ایسی حرامکاری جو غیر قوموں میں بھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ تم میں سے ایک شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے۔اور تم افسوس تو کرتے نہیں۔ بلکہ شیخیاں مارتے ہو۔'' (1۔کرنتھیوں باب5 آیت1۔2)

پس پادری صاحب کا یہ دعویٰ کہ ''کفارہ'' گناہ کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ باطل ہے۔

کفارہ کی تردید میں دلائل:: عیسائی مناظر کے دلائل کی تردید کے بعد اب میں ''کفارہ'' کے ابطال میں دلائل پیش کرتا ہوں۔

پہلی دلیل:: ''کفارہ'' عقل کے خلاف ہے کیونکہ دنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ علاج ہمیشہ اس کا کیا جاتا ہے۔ جو بیمار ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ چوٹ تو زید کے سر پر لگے۔اور مرہم پٹی بکر کے سر پر کی جائے۔ گناہ تو اوروں نے کئے اور سزا مسیح (بے گناہ) کو دی گئی۔لہٰذا کفارہ باطل ہے۔

دوسری دلیل:: ''کفارہ'' مشاہدہ اور قانونِ قدرت کے خلاف ہے کیونکہ دنیا میں ہمیشہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوا کرتا ہے لفظ ''قربانی'' قرب سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں۔ وہ طریق جس کے ذریعہ ایک ''ادنیٰ چیز'' ''اعلیٰ'' کا ''قرب'' حاصل کرتی ہے۔اگر کسی شخص کے جسم میں کیڑے پڑ جائیں۔اور اسے ڈاکٹر کہے کہ کیڑوں کو مروا دو۔ ورنہ تمہاری زندگی خطرہ میں ہے۔تو ایسے موقعہ پر وہ شخص کیا کرے گا کیڑوں کو مروائے گا یا خود اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا؟

پس کس طرح ممکن ہے کہ خدا کا اکلوتا بیٹا جو ''بے گناہ'' اور ''بے عیب'' تھا۔اور جس میں بخیال عیسائی صاحبان ''شان الوہیت'' موجود تھی۔ وہ گناہگار، پُرعیب اور ادنیٰ انسانوں کے لئے قربان ہو؟

تیسری دلیل:: ''کفارہ'' قانون شریعت کے بھی خلاف ہے کیونکہ قانون الٰہی میں

''گناہ'' اور ''بدی'' سے انتہائی بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے۔مگر کفارہ گناہ پر دلیری دلاتا ہے جیسا کہ پولوس کہتا ہے۔

''اب ہم جانتے ہیں کہ شریعت جو کچھ کہتی ہے ان سے کہتی ہے جو شریعت کے ماتحت ہیں تا کہ ہر ایک کا منہ بند ہو جائے ...... کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر اس کے حضور راستباز نہیں ٹھہرے گا............ مگر اب شریعت کے بغیر خدا کی راستبازی ظاہر ہوئی ہے یعنی خدا کی وہ راستبازی جو یسوع مسیح پر ایمان لانے سے سب ایمان لانے والوں کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ کچھ فرق نہیں۔اس لئے کہ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں مگر اس کے فضل کے سبب اس مخلصی کے وسیلہ سے جو مسیح یسوع میں ہے۔مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔خدا نے اس کے خون کے باعث ایک ایسا کفارہ ٹھہرایا۔جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہو............ پس فخر کہاں رہا؟ اس کی گنجائش ہی نہیں۔کیا اعمال کی شریعت سے؟ نہیں بلکہ ایمان کی شریعت سے۔چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھیرتا ہے۔'' (رومیوں 28-19/3)

ب۔ شریعت ''لعنت'' ہے۔(گلتیوں 13/3)

چوتھی دلیل:: ''کفارہ'' کے تسلیم کرنے سے مسیح جیسے پاکباز اور مقدس نبی کو نعوذ باللہ ''لعنتی'' ماننا پڑتا ہے جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے۔

''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔'' (گلیتوں 13/3) یہ نہیں کہا جا سکتا۔کہ اس عبارت میں مسیح کو محض ''انسانوں کے نزدیک لعنتی قرار دیا گیا ہے کیونکہ تورات میں لکھا ہے ''وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔'' (استثناء 23/21)

پانچویں دلیل:: اگر ’’کفارہ‘‘ کے اس فلسفہ کو تسلیم کرلیا جائے کہ آدم کے گناہ کے باعث ہر انسان وراثۃً گناہ گار ہے تو مسیح بھی ’’کفارہ‘‘ نہیں ہوسکتا کیونکہ تورات میں لکھا ہے کہ

ا۔ ’’وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیونکر پاک ٹھیرے‘‘ (ایوب 5/25)

ب۔ ’’وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے وہ کیونکر صادق ٹھہرے۔‘‘ (ایوب 15/15)

ج۔ یسوع خود کہتا ہے کہ ’’میں نیک نہیں۔‘‘ (مرقس 18/10 و لوقا 19/18)

چھٹی دلیل:: اگر نجات کو ’’کفارہ‘‘ کے ساتھ وابستہ کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مسیح کے مصلوب ہونے سے قبل جس قدر انبیاء گذرے ہیں۔ کسی کی بھی نجات نہ مانی جائے اور یہ بالبداہت غلط ہے۔ لہٰذا ’’کفارہ‘‘ باطل ہے۔

ساتویں دلیل:: انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے صلیب پر لٹکائے جانے سے قبل یوحنا اور زکریا پاک اور راستباز تھے۔ چنانچہ زکریا اور اس کی بیوی الیشع کے متعلق لکھا ہے۔ ا۔ ’’اور وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے۔‘‘ (لوقا 6/1)

ب۔ یوحنا کے متعلق لکھا ہے۔ ’’وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا۔‘‘ (لوقا 15/1)

ج۔ یسوع کہتا ہے ’’میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں ہوا۔‘‘ (متی 11/11)

پس جب ’’کفارہ‘‘ کے بغیر انسان گناہ سے پاک اور ’’بے عیب‘‘ ہوسکتا ہے تو کفارہ بے ضرورت ثابت ہوا۔

آٹھویں دلیل:: ’’کفارہ‘‘ عقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح من حیث الجسم کفارہ ہوا یا من حیث الروح؟ اگر کہو کہ من حیث الجسم تو جسم تو کمزور اور ناقص

تھا۔ جیسا کہ یسوع خود اپنے متعلق کہتا ہے''روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔'' (مرقس 14/38) اگر کہو کہ من حیث الروح کفارہ ہوا تو یہ باطل ہے کیونکہ روح غیر محسوس ہے وہ مصلوب نہیں ہوسکتی۔ نیز یسوع کی روح تو عیسائیوں کے نزدیک خدا تھی۔ اس کا مصلوب ہونا محال ہے۔

نویں دلیل:: کفارہ واقعات کی رو سے بھی باطل ہے کیونکہ انجیلی تعلیم کے مطابق ''کفارہ'' محض ادعا ثابت ہوتا ہے۔ حقیقی طور پر نجات اس سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ انجیل میں لکھا ہے کہ جو کوئی ''کفارہ'' پر ایمان لائے گا نجات پائے گا۔ (ا) ''کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت کی کہ اس نے اکلوتا بیٹا بخش دیا تا کہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔'' (یوحنا 16/3)۔ (ب) ''اس نے اس کے خون کے باعث ایک ایسا کفارہ ٹھہرایا ہے جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہو۔'' (رومیوں 25/3)

جب ہم ایمانداروں کی علامتیں انجیل کی رو سے دیکھتے ہیں۔ تو یہ لکھا پاتے ہیں۔ (ا) ''میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا۔'' (یوحنا 11/14)۔ (ب) ''اور ایمان لانے والوں کے ساتھ یہ نشان ہوں گے وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے نئی نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اٹھالیں گے اور اگر ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے انہیں کچھ ضرر نہ پہنچے گا وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے۔ تو اچھے ہو جائیں گے۔'' (مرقس 17/16)۔ (ج) یسوع ن جواب میں ان سے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو تو نہ صرف وہ کرو گے جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہوا۔ (یعنی وہ سوکھ گیا۔ خادم) بلکہ اگر اس پہاڑ سے کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یہ ہو جائے گا'' (متی 21/21)۔ (د) ''کیونکہ میں تم

سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہو گے کہ یہاں سے وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی۔'' (متی 17/20)

ان تمام حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع پر ایمان لانے والے کی علامت یہ ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرسکتا ہو، زہر پی کر بے گزند رہ سکتا ہو، پہاڑوں کو ایک ہی لفظ زبان سے بول کر اپنی جگہ سے ہٹا سکتا ہو، جس ہرے بھرے درخت کو چاہے صرف ایک لفظ کہہ کر خشک کر سکتا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر چونکہ آج تمام دنیا میں ایک بھی ایسا عیسائی نہیں ملتا جس میں ان علامات میں سے کوئی ایک علامت بھی موجود ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ دنیا میں ایک بھی ''ایماندار'' نہیں ہے نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں ایک شخص کی بھی ''نجات'' نہیں ہوئی۔ پس ''کفارہ'' باطل ثابت ہوا اور عیسائیوں کا دعویٰ نجات دعویٰ بلا دلیل ٹھہرا!

اگر پادری صاحب کو ہمارے نتیجہ سے اتفاق نہ ہو تو میں ان سے کہتا ہوں کہ پہاڑ اور سمندر تو بہت دور ہیں۔ یہ میری میز پر جناب میر محمد اسحاق صاحب کی ٹوپی پڑی ہے۔ پادری صاحب اپنے سٹیج پر کھڑے کھڑے اس ٹوپی کو حکم دیں کہ وہ یہاں سے ہل جائے۔ اگر ہل گئی تو ہم مان لیں گے کہ دنیا میں ''ایماندار'' عیسائی موجود ہیں۔

دسویں دلیل: :اگر ''کفارہ'' کی فلاسفی کو تسلیم کرتے ہوئے یہ مان لیا جائے کہ ہر انسان موروثی طور پر آدم کے گناہ کے باعث گناہ گار اور اس کے لئے نسلاً بعد نسلٍ مستوجب سزا ہے تو ضروری ہے کہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں جہاں وہ موروثی گناہ معاف ہوتا ہے وہاں وہ سزا بھی معاف ہوجائے۔ جو اس گناہ کے نتیجہ میں آدم اور حوا کو دی گئی۔ جو ہر انسان کو موروثی طور پر بھگتنی پڑتی ہے۔ وہ سزا توریت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرد ''پسینے

کی کمائی سے روٹی کھائے گا'' (پیدائش 19 / 3) اور ''دردزہ سے بچہ جنے گی'' (پیدائش 16 / 3) اب اگر بقول پادری صاحب مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے سے وہ ''موروثی گناہ'' معاف ہوجاتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ یہ ''موروثی سزا'' بھی معاف کی جائے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کفارہ پر ایمان لانے والے عیسائیوں کو یہ سزائیں اب بھی بھگتنی پڑتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ''موروثی گناہ'' کفارہ پر ایمان لانے سے معاف نہیں ہوتا۔ اور کفارہ باطل ثابت ہوا۔

بارھویں دلیل:: انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع ''کفارہ'' کو خدا سے علیحدگی اور دوری کا مترادف سمجھتا تھا جیسا کہ صلیب پر کہتا ہے ''ایلی۔ ایلی۔ لما سبقتنی'' اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟'' (متی 46 / 27 و مرقس 34 / 15) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کے نزدیک اس کے صلیب پر اس طریق سے جان دینے کا مطلب یہ تھا کہ گویا ''خدا نے اسے چھوڑ دیا۔'' چہ جائیکہ اس موت کو تمام انسانوں کی نجات کا باعث ٹھہرایا جائے۔

تیرھویں دلیل:: انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع ''کفارہ'' ہونے پر راضی نہ تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی گرفتاری سے پہلی تمام رات جاگتے اور مخلصی کی دعائیں مانگتے گذاری۔ جیسا کہ لکھا ہے

ا۔ ''میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے تم یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو۔ اور وہ تھوڑا آگے بڑھا۔ اور زمین پر گر کر دعا مانگنے لگا۔ کہ اگر ہوسکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے۔ اور کہا اے آبا! اے باپ تجھ سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ اس پیالے کو میرے پاس سے ہٹالے۔'' (مرقس 34-36 / 14)

ب۔ ''مونہہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی۔ اے میرے باپ اگر ہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔'' (متی 39 / 26 و لوقا 42 / 22) ان حوالوں سے یسوع مسیح کی گھبراہٹ۔ بے چینی

اور انتہائی بے کسی کا پتہ چلتا ہے اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یسوع ہر گز کفارہ ہونے پر رضامند نہ تھا۔

چودھویں دلیل:: کفارہ خدا کی ناراضگی کا موجب اور اس کے غصہ کو بھڑکانے والا ہے۔ کیونکہ اگر کفارہ موجب رحمت ہوتا۔ تو یسوع کے قربان ہونے کے وقت علامات رحمت ظاہر ہوئیں۔ مگر انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت انتہائی خوفناک علامات ظہور پذیر ہوئیں۔

''اور دوپہر سے تیسرے پہر تک عام ملک میں اندھیرا چھایا رہا............ یسوع پھر بڑی آواز سے چلایا۔ اور جان دے دی اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور زمین لرزی اور چٹانیں تڑک گئیں۔'' (متی 45-51 / 27) پس انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی ''صلیبی موت'' دنیا کے لئے رحمت کا موجب نہ تھی۔

پندرھویں دلیل:: انجیل میں لکھا ہے۔ (ا) ''گناہ جس کا انجام موت ہے۔'' (رومیوں 16 / 6)۔ (ب) ''گناہ کی مزدوری موت ہے۔'' (رومیوں 23 / 6) جب ''کفارہ'' کو ماننے سے عام ''گناہ'' معاف ہو گئے۔ اور بقول پولوس تمام عیسائی ''مفت میں راستباز'' ٹھہرائے گئے۔ تو گناہ کی سزا اور ''انجام'' یعنی موت سے بھی عیسائیوں کو رہائی ملنی چاہیئے۔ لیکن مشاہدہ اس کے خلاف ہے پس جس وقت تک دنیا میں عیسائی مرتے رہیں۔ اس وقت تک ''کفارہ'' باطل ہے۔

سولہویں دلیل:: اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یسوع نے ہمارے تمام گناہ اٹھا لئے تو دوسرے لفظوں میں یسوع کہ سب سے بڑا گنہگار ماننا پڑے گا۔ مگر یہ نتیجہ پادری صاحبان کو مسلم نہیں۔ لہٰذا کفارہ باطل ہے۔

سترھویں دلیل:: پادری صاحبان کا یہ عقیدہ کہ یسوع مسیح نے انسانی گناہوں کے لئے

اپنے خون کی قربانی دی، غلط ہے۔ کیونکہ یسوع کہتا ہے ”میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں“ (متی 7/12)

اٹھارویں دلیل:: پولوس کا (جو کفارہ کے عقیدہ کا موجد ہے) یہ قول کہ ہم کفارہ کے باعث ”مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔“ (رومیوں 3/24) محض باطل ہے کیونکہ یسوع کی تعلیم اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں ”میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک تو کوڑی کوڑی ادا نہ کرے گا۔ وہاں سے ہرگز نہ چھوٹے گا۔“ (متی 26/2)

انیسویں دلیل:: انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حواری بھی کفارہ کے عقیدہ سے واقف نہ تھے۔ چنانچہ اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ اپنی گرفتاری سے پہلی رات یسوع جب انتہائی پریشانی اور بے حد بے چینی کے ساتھ موت کے پنجہ سے رہائی کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔ تو ”اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ جب دعا سے اٹھ کر شاگردوں کے پاس آیا تو انہیں غم کے مارے سوتا پایا۔ اور ان سے کہا تم سوتے کیوں ہو۔ اٹھ کر دعا مانگو۔ تا کہ آزمائش میں نہ پڑو۔“ (لوقا 44-46/22) نیز (لوقا 40/22 ومرقس 38/14 ومتی 41/26) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کو خیال تھا کہ ایسا نہ ہو اس طریق پر پکڑے جانا اور انتہائی بے بسی کی حالت میں صلیب پر لٹکایا جانا میرے شاگردوں کے دل میں میرے متعلق کئی قسم کے شکوک اور شبہات پیدا کرے۔ اور میری وہ حالت ان کے لئے آزمائش اور ابتلاء کا باعث بن جائے۔ جیسا کہ یہودیوں کے متعلق لکھا ہے۔

”راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے اے مقدس کے ڈھانیوالے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا اگر تو خدا کا بیٹا ہے۔ تو صلیب پر سے اتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے۔ اس نے

اوروں کو بچایا پر اپنے تئیں نہیں بچا سکا۔ یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے صلیب پر سے اتر آئے۔ تو ہم اس پر ایمان لے آئیں۔ اس نے خدا پر بھروسہ رکھا ہے۔ اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑا لے۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔(متی 39-44/27) غرض یہ کہ یسوع کو یہی خیال تھا کہ اس کے شاگرد بھی اس کیفیت کو دیکھ کر اس کی صداقت میں شک نہ کرنے لگ جائیں اور انہیں یہ ابتلاء پیش نہ آجائے۔

قابل غور امر

اس جگہ قابل غور امر یہ ہے کہ اگر یسوع کی زندگی میں ''کفارہ'' کا عقیدہ معروف تھا۔ اور حواری یہ جانتے تھے کہ یسوع دنیا میں آیا ہی اسی لئے ہے۔ کہ تا گنہگاروں کے گناہوں کے بدلے انتہائی بے بسی کے ساتھ صلیب پر جان دے۔ اور تمام دنیا کے گناہ معاف ہوں تو اندریں صورت مسیح کو مصلوب ہوتے دیکھ کر انہیں خوش ہونا چاہئے تھا۔ اور ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جانے چاہئے تھے۔ نہ یہ کہ ان کو یسوع کی صداقت میں شک ہونے لگتا۔ پس یسوع مسیح کا ان کے ابتلا میں پڑنے کا امکان ظاہر کرنا صاف طور پر بتاتا ہے کہ کفارہ کا مسئلہ حواریوں کو معلوم نہ تھا۔ بلکہ یہ پولوس کی بعد کی ایجاد ہے۔ لہٰذا باطل ہے۔

بیسویں دلیل:: آخری گذارش یہ ہے کہ یسوع کی زندگی کے حالات مندرجہ انجیل سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ یسوع صرف بنی اسرائیل کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے آیا تھا۔ بنی اسماعیل اور دوسری اقوام کو ہدایت دینا اس کے مشن سے خارج تھا۔ چنانچہ وہ صاف طور پر اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتا ہے۔ ''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔'' (متی 10/15) یسوع کا اس حکم پر اپنا عمل بھی انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ لکھا ہے۔ ''ایک کنعانی

عورت ان سرحدوں سے نکلی۔اور پکار کر کہا کہ اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر............اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔مگر اس نے سجدہ کیا اور کہا کہ اے خداوند میری مدد کر۔اس نے جواب میں کہا کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں۔'' (متی 22۔26/15)

اس حوالہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کے رو سے وہ تمام لوگ جو اسرائیلی نہیں کتے ہیں۔اور انجیلی روٹی ان کے لئے نازل نہیں ہوئی۔پس اگر یسوع کفارہ ہونے آیا بھی تھا تو بنی اسرائیل کے گناہوں کا کفارہ ہوا ہوگا۔پس جناب پادری صاحب! آپ ہم غیر اسرائیلی ہندوستانیوں یا بنی اسماعیلی مسلمانوں کو''کفارہ'' کی غیر متعلق تعلیم نہیں دے سکتے۔

اگر پادری صاحب کہیں کہ حواریوں نے غیر اسرائیلی قوموں کو تبلیغ کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو غلطی کی۔''خداوند یسوع مسیح'' کے صاف اور واضح احکام کی خلاف ورزی کی۔اور ان کا فعل مسیح کے قول اور فعل کے بالمقابل حجت نہیں۔

غیر قوموں میں عیسائیوں کی تبلیغ کرنا پولوس کی ایجاد ہے

اصل بات یہ ہے کہ غیر قوموں میں انجیل کی تبلیغ پولوس کی ہی ایجاد ہے۔اور ظاہر ہے کہ پولوس یسوع کا حواری نہیں تھا۔نہ وہ یسوع کی صحبت میں رہا نہ اس کی تعلیم سے اسے واقفیت تھی نہ اس کا فعل مسیح کے بالمقابل حجت ہے۔انجیل میں لکھا ہے۔

''پولوس کلام سنانے کے جوش سے مجبور ہو کر یہودیوں کے آگے گواہی دے رہا تھا کہ یسوع ہی مسیح ہے جب لوگ مخالفت کرنے اور کفر بکنے لگے۔تو اس نے اپنے کپڑے جھاڑ کر ان سے کہا کہ تمہارا خون تمہاری ہی گردن پر۔میں پاک ہوں اب سے غیر قوموں کے پاس جاؤں گا (اعمال 5۔6/18) گویا پولوس کا غیر قوموں کو منادی کرنا محض غصے کی وجہ سے تھا۔

حواریوں کا اظہار ناراضی

حواریوں کے نزدیک غیر قوموں کو منادی کرنا اس حد تک قابل اعتراض تھا کہ جب انہیں اس بات کا علم ہوا تو ناراض ہوئے چنانچہ لکھا ہے۔

''اور رسولوں اور بھائیوں نے جو یہودیہ میں تھے سنا کہ غیر قوموں نے بھی خدا کا کلام قبول کیا جب پطرس یروشلم میں آیا۔ تو مختون اس سے یہ بحث کرنے لگے کہ تو نامختونوں کے پاس گیا۔'' (اعمال 1-3/11) اس کے جواب میں اس نے ایک بے سروپا اور بے معنی سا خواب سنا کر ان کو ٹال دیا۔ بھلا اگر یسوع نے خود یا حواریوں کے ذریعہ کبھی غیر اسرائیلیوں کو تبلیغ کی ہوتی۔ یا ان کو تبلیغ کرنے کا جواز ہی بیان کیا ہوتا۔ تو پطرس بجائے اپنا خواب سنانے کے یسوع کے اس قول و فعل کو بطور دلیل کیوں نہ پیش کرتا۔ پس انجیل کے رو سے ثابت ہے کہ یسوع کی آمد صرف اسرائیلیوں کے لئے تھی۔ پس اگر ''کفارہ'' کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو وہ یہودیوں ہی کے فائدہ کے لئے ہو سکتا ہے۔ ہم غیر اسرائیلیوں سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

عیسائی مناظر کی بدحواسی

یہ وہ بیس دلائل ہیں۔ جن کے رو سے ''کفارہ'' کا ابطال ہوتا ہے۔ مباحثہ دھاریوال میں شامل ہونے والے ہزاروں انسان گواہ ہیں کہ عیسائی مناظر آخیر وقت تک ان میں سے ایک دلیل کو بھی رد نہ کر سکا۔ اس کی گھبراہٹ اور بے چینی کا یہ عالم تھا کہ بجائے ان دلائل کا جواب دینے کے قرآنی آیات پڑھنے لگ گیا اور کہا دیکھو قرآن بھی ''کفارہ'' کی تعلیم دیتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے **فکفارته اطعام عشرة مساكين**۔ کہ جو قسم توڑے اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مساکین کو کھانا کھلائے۔

جب اس کے جواب میں خاکسار نے عرض کیا کہ پادری صاحب! قرآن کی اس آیت

میں تو ''کفارہ'' بمعنی ''سزا'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی قسم توڑے۔ وہ سزا کے طو پر دس مسکینوں کو کھانا اور کپڑے دے۔ گویا جس نے گناہ کیا اسی کو سزا دی گئی ہے اور اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہمارا اعتراض تو اس مضحکہ خیز ''کفارہ'' پر ہے جس میں گناہ تو ہم کریں اور سزا بے گناہ یسوع کو دی جائے۔ گویا چوٹ زید کے سر پر لگے اور مرہم پٹی بکر کے سر پر کی جائے۔ اس قسم کے ''کفارہ'' کے جواز کے لئے کوئی قرآنی آیت پیش کیجئے۔

اس پر عیسائی مناظر بہت کھسیانا ہوا۔ اور اس کے بعد اس کو کوئی قرآنی آیت پیش کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

مناظرہ میں محض خدا کے فضل اور کرم سے مسیح محمدی کے غلاموں کو انجیلی یسوع کے ماننے والوں پر بین اور واضح فتح نصیب ہوئی اور ''کسر صلیب'' کا نظارہ ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔

بفضلك انا قد غلبنا علی العدا

بنصرك قد کسر الصلیب المبطر

(المسیح الموعود علیہ السلام)

(احقر۔ ملک عبدالرحمٰن خادم بی اے گجراتی) (الفضل 2 ستمبر 1934ء)

احمدیت پر اعتراضات کے جواب

''سرمہ چشم آریہ'' کا ایک حوالہ اور ''حیات مسیح'' کا غلط استدلال

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''حیات مسیح ناصری'' کے بے بنیاد عقیدہ کی تردید اس

قدر مضبوط اور نا قابل تردید دلائل سے کی ہے کہ ان کے مقابلہ میں ''علماء'' کہنے کہلانے والے اور تکفیر صلحاء کے اجارہ داروں کو تاب مقارمت نہ رہی۔

کوئی جاندار کرۂ ارضی سے باہر نہیں جاسکتا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید کی آیات قطعیہ الدلالت سے ثابت کیا کہ اٹل قانون خداوندی کی رو سے کسی جاندار کا کرۂ ارضی سے باہر جانا ناممکن الوقوع ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے **فیھا تحیون و فیھا تموتون و منھا تخرجون** کہ تم اسی زمین میں زندہ رہو گے اور اسی میں فوت ہو گے اور پھر اسی سے تمہاری بعثت ثانیہ ہوگی۔ اس آیت میں **تحیون** فعل پر **فیھا** ظرف کے تقدم کی وجہ سے حصر ہے جس سے قاعدہ عربیہ کے مطابق استثناء ناممکن ہے اسی طرح قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے آیت **الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا** میں کشش ثقل کا قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے زمین کو زندہ اور مردہ دونوں کو اپنے اندر سمیٹنے والی بنایا ہے گویا خواہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہو خواہ وفات یافتہ دونوں صورتوں میں آسمان پر نہیں جاسکتے اور اگر ان کو آسمان پر زندہ قرار دیا جائے تو اس سے نعوذ باللہ خدا تعالیٰ پر کذب لازم آتا ہے (جو محال ہے) لہٰذا یہ بات ہی غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔

خدا کا قادر مطلق ہونا

اس پر ''علماء'' نے یہ کہنا شروع کیا کہ احمدی خدا تعالیٰ کو قادر مطلق نہیں مانتے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ آسمان پر اٹھا نہیں سکتا۔ حالانکہ یہ افترا محض اشتعال انگیزی کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ کسی انسان کو آسمان پر لے جانا خدا تعالیٰ کی طاقت اور قدرت سے باہر ہے۔ بلکہ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

آسمان پر لے جائے تو اس سے خدا تعالیٰ پر کذب بیانی کا الزام آئے گا کیونکہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ کوئی انسان آسمان پر اٹھایا نہ جائے گا۔............ کیا غیر احمدی علماء بتا سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نعوذ باللہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے؟ یا کیا اپنے جیسے ایک اور ازلی اور ابدی خدا بھی بنا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیا وہ خدا کو ''قادر مطلق'' نہیں مانتے؟ **ما ھو جوابکم فھو جوابنا۔**

غلط استدلال

غیر احمدی مولوی اپنی ندامت مٹانے کے لیے سرمہ چشم آریہ صفحہ 39 کا ایک حوالہ پیش کیا کرتے ہیں۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے کہ مظفر گڑھ کے ایک بکرے نے دودھ دیا۔ اسی طرح ایک مرد کے متعلق تحریر فرمایا کہ اس نے اپنے بچے کو اپنا دودھ پلایا۔ اس سے ان کا استدلال یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک بکرا دودھ دے سکتا ہے اور مرد عورت بن سکتا ہے تو کیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں جا سکتے؟ حالانکہ یہ تو یہ قیاس مع الفارق ہے قرآن مجید میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے۔ کہ بکرا دودھ نہیں دے سکتا۔ مگر اس کے علاوہ علی الرغم قرآن مجید نے کسی انسان کے آسمان پر جانے کو ناممکن الوقوع قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت شاذہ

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''سرمہ چشم آریہ'' کی محولہ عبارت میں مرلی دھر آریہ کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ شق القمر کا معجزہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ لہٰذا قابل قبول نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ بعض امور ہمارے عام مشاہدے کے تو خلاف ہوتے ہیں۔ مگر قانون قدرت کے خلاف نہیں ہوتے بلکہ خدا تعالیٰ کی سنت شاذہ کے ماتحت ظہور میں آتے ہیں جیسا کہ بکرے کا دودھ دینا وغیرہ اسی طرح شق القمر کا معجزہ بھی ظہور میں آیا۔ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ جب

عیسائیوں نے الوہیت مسیح کی دلیل یہ دی کہ چونکہ مسیح کا بن باپ پیدا ہونا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ انسان نہیں بلکہ خدا تھا تو اس کے رو سے خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا ایسا ہی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا۔

پس ولادت مسیح بغیر باپ قانون قدرت کے خلاف نہیں بلکہ سنت شاذہ الٰہیہ کے ماتحت ہے۔

زمانۂ ماضی کی مثالیں

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمودہ واقعات مندرجہ ''سرمہ چشم آریہ'' بھی قانون قدرت کے خلاف نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کی مثالیں زمانہ ماضیہ میں بھی پائی گئی ہیں۔ چنانچہ حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خان کے صفحہ 259 پر لکھا ہے۔ ''فبعث به الی الخلیفة المقتدر و اهدی معه تیسا له ضرع یحلب لبنا حکاہ الصولی و ابن کثیر'' یعنی امام ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص چودہ قدم لمبا اور ایک قدم چوڑا خلیفہ مقتدر بلا کے پاس بھیجا گیا۔ اس شخص کے ساتھ ایک بکرہ تحفۃً بھیجا گیا۔ جس کے تھن تھے اور وہ دودھ دیتا تھا اس واقعہ کو مولی ابن کثیر اور دیگر علماء نے بھی بیان کیا ہے۔

اسی طرح حجج الکرامہ کے صفحہ 263 سطر 1 پر مذکور ہے۔

''و فی 776ھ احضروالی الا شمونین الی الامیر منجك بنتا عمرها خمس عشر سنة فذکر انها لم تزل بنتاً الی هذة الغایة فاستد الفرج و ظهر لها ذکر و انثیان و احتلمت نشاهدوها و سموها محمدا و لهذہ القضیة نظیر ذکرها ابن کثیر فی تاریخه قال الحافظ ابن حجر و قع فی عصرنا نظیر و ذالك فی''

کہ 76 ہجری میں والی الاشمونین نے امیر...... کے سامنے ایک لڑکی پیش کی جس کی عمر 15 سال

کی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ اتنی مدت تک لڑکی رہی۔ پھر اس کے اعضاء نسائیہ مردانہ صورت میں تبدیل ہو گئے اور وہ محتلم بھی ہوئی اور انہوں نے ان باتوں کا مشاہدہ بھی کیا اور اس کا نام محمد رکھا اور ایسا ہی ایک اور واقعہ (لڑکی کے لڑکا بننے کا) ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ میرے زمانہ (843ھ) میں بھی ایسا ہی ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

ان نظائر کو پیش نظر رکھتے ہوئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سرمہ چشم آریہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اس پر غیر احمدی علماء کا مذاق اڑانا ان کی اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ حافظ ابن حجر اور ابن کثیر جیسے مستند اور مسلم اساتذہ نے بھی ان باتوں کی تصدیق کی ہے۔

نیز ان سے حیات مسیح علیہ السلام پر استدلال کرنا ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا لینا ہے۔

(الفضل 18 ستمبر 1932ء)

کرشن اوتار

خدا تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ قانون ہے کہ جب لوگ سچائی اور حق کی راہ چھوڑ دیتے ہیں اور خدا کے حکموں اور اس کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ تو وہ ان کی رہنمائی کے لئے ریفارمر بھیجتا ہے۔ جن کو ہم اپنی زبان میں رشی۔ منی، اوتار، نبی یا رسول کہتے ہیں۔ ایشور نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ہر ملک اور ہر قوم میں نبی اور رسول بھیجے۔ اور ان کے ذریعہ انسانوں کو ہدی اور پاپ سے بچنے کے طریق بتائے۔ عرب میں حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث کئے گئے۔ تو گلیل میں حضرت عیسیٰؑ، ایران میں زرتشتؑ پیدا ہوئے تو ہندوستان میں کرشن علیہ السلام بھیجے گئے۔ ان تمام ہستیوں کی تعلیم ایک ہی تعلیم تھی۔ دنیا کی نیرنگیوں اور زمانے کی گردشوں نے ان بزرگوں کی وفات کے بعد ان کی تعلیم میں طرح طرح کی معنوی یا لفظی تبدیلیاں کر دیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تعلیم سے عمل اٹھ گیا۔

ہر قوم میں نبی:: اسلام نے حضرت محمد عربی ﷺ کی زبان مبارک ہیں ایک ایسا اعلان فرمایا۔ جس نے دنیا کے تمام مذہبی جھگڑوں کو مٹانے اور مختلف دھرموں کے ماننے والوں کے درمیان صلح اور آشتی کے قائم کرنے کا ایک وسیع دروازہ کھول دیا۔

اسلام نے (جو سراسر سلامتی اور صلح و آشتی کا مذہب ہے) با آواز بلند اعلان فرمایا کہ خدا صرف عرب کا خدا نہیں بلکہ وہ رب العلمین (تمام دنیا کا رب) ہے جس طرح اس کا سورج عربی وعجمی کالے اور گورے پر یکساں چمکتا۔ اس کی ہوا مسلم دغیر مسلم ہندو وعیسائی سب پر یکساں چلتی ہے۔ اور اس کا پانی مشرق ومغرب جنوب وشمال کے تمام رہنے والوں کو سیراب کرتا ہے اسی طرح اس کی ہدایت کی بارش بھی ہر انسان کے لئے یکساں برستی ہے فرمایا۔ وَإِنۡ مِّنۡ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ "کہ کوئی ایسی قوم نہیں ہے جس میں خدا کی طرف سے ڈرانے والے نہیں گزرے۔ پھر فرمایا۔ وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا کہ ہم نے ہر ایک قوم میں رسول بھیجے ہیں چنانچہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ **کان فی الھند نبیا اسود اللون اسمہ کاہنا** (دیلمی) کہ ہندوستان میں ایک کالے رنگ کا نبی ہوا ہے جس کا نام ''کاہن'' تھا۔ یہ حضرت کرشن کا دوسرا نام ہے گویا اسلام نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ دوسرے مذاہب میں بھی خدا کے نبی اور رسول آتے رہے ہیں اور ہندوستان بھی خدا کی اس نعمت سے محروم نہیں رہا

کرشن جی کا اعلان:: ہمارا ایمان ہے کہ حضرت کرشن خدا کا ایک سچا نبی تھا۔ جس نے بھارت کی سرزمین کو بدی اور پاپ سے پاک کیا۔ اس نے ایشور کی سچی اپاسنا کے طریق بتائے اور اہل ہند کو اس رستہ پر چلایا جو خدا کی خوشنودی اور رضامندی کا رشتہ تھا۔ خدا کے اس نبی نے اس دنیا کو خیر باد کہنے سے قبل یہ اعلان کیا۔

''ہے بھارت ! جب دہرم کی نیستی اور ادہرم کا دور دورہ ہو جاتا ہے تب میں اوتار لیتا ہوں'' نیک لوگوں کی حفاظت اور بدوں کو نیست ونابود کرنے اور صراط مستقیم یعنی دین خدائی کے قائم کرنے کے لئے ہرایک یگ پر میرااوتار ہوتا ہے۔'' (گیتاادھیائے 4 شبد 7-8)

ویاس جی کی تشریح:: چنانچہ شری ویاس جی نے اس کی مزید تشریح فرمادی ہے۔

''جس وقت کلجگ آ گیا۔ سمجھ لیجئے کہ دنیا کی ہوا پلٹ گئی وہ وہ پاپ وہ وہ گناہ ہونگے۔ کہ زمین کانپ اٹھے گی۔ لڑکے والدین کو بے وقوف سمجھیں گے۔ رضا جوئی فرمانبرداری کیسے؟ عورتیں لڑائی جھگڑے بکھیڑے سے خاوندوں کے ناک میں دم لائینگی۔ جب اس طرح دہرم کا پیالہ چھلکنے کو ہوگا۔ تو بھگوان جی کو تکلیف کرنی پڑیگی کہ کلجگی اوتار میں جلوہ دکھلائیں گے۔"

(مہابھارت بن پرب ص689)

اے برادرانِ وطن ! خدا کے لئے غور کرو کہ کیا مندرجہ بالا الفاظ ہمارے موجود زمانہ کی مکمل تصویر نہیں؟ کیا خدا کا خوف، اس کی محبت، اس کی اطاعت وعبادت آج اسی طرح دنیا میں موجود ہے۔ جس طرح کرشن جی کے زمانہ میں تھی۔ کیا دنیا کی محبت اور دھن دولت کے لالچ نے ان کی آنکھوں سے نیکی اور پن کے رستہ کو تاریک نہیں کر دیا؟

موجودہ زمانہ کا ھادی:: پس آج جبکہ کلجگ کا دور دورہ ہے بدی اور پاپ کی حکومت دلوں پر مسلط ہے۔ تو کیا سری کرشن جی مہاراج کے فرمان مطابق ضروری نہ تھا۔ کہ ایشور کی طرف سے ایک ہادی اور رہبر کھڑا ہو۔ جو دنیا کو آ کر پھر وہی رستہ دکھائے جو حضرت موسیٰؑ، عیسیٰؑ، رامؑ، کرشن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا تھا۔ اے برادران وطن ! آپ کو بشارت ہو کہ وہ آنے والا قادیان کی مبارک سرزمین میں آ گیا وہ ایشور کا پیارا نیکی اور راستبازی کا مجسمہ۔ خدا کی محبت کے مقابلہ میں دنیا کی تمام کشتوں کو حقیر سمجھنے والا۔ خدا کی محبت میں مست

اور دنیا کی بہتری و بہبودی کے جذبہ سے سرشار خدا کے نبی کرشن کی خوبو لے کر آنے والا قادیان کے نبی حضرت میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس شکل میں آیا۔ پرماتما نے اپنے پیارے کی ہر موقعہ پر مدد کی۔ اس کے دشمنوں کو ہمیشہ ناکام اور نامراد رکھا۔ اور اس کی جماعت کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کی۔

سچا مذہب:: خدا کے اس نبی نے بآواز بلند اعلان کیا کہ خدا نے دنیا کی رہنمائی کے لئے مجھے بھیجا ہے دنیا میں جو یہ خیال میں گیا ہے کہ خدا کوئی نہیں یہ بالکل غلط خیال ہے کیونکہ خدا کے موجود ہونے کا سب سے زبردست ثبوت یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اب اپنے پیارے بندوں کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے ایشور کا کلام حضرت موسیٰؑ، عیسیٰؑ۔ رامؑ کرشنؑ پر نازل ہوا اور ان کو خدا نے خود اپنے موجود ہونے کی خبر دی اور آج اسی طرح خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ صحیح اور سچا مذہب جس پر چل کر انسان ایشور کو راضی کر سکتا ہے وہی ہے جس پر خدا کا پیارا نبی عرب کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چلا۔ خدا نے مجھ کو بتایا ہے کہ کرشن خدا کا ایک سچا نبی تھا اور اس نے آکر بھارت کے رہنے والوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ خدا ایک ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ کرشن اخلاق اور نیکیوں کا مجسمہ تھا۔ بعد میں پنڈتوں نے اس کی پاک تعلیم اور اس کی زندگی کے پاک حالات کو بگاڑ اور اس کے متعلق طرح طرح کی جھوٹی باتیں مشہور کر دیں قادیان کے نبی نے بتایا کہ آج انسانی روح کی پیاس کو صرف اسلام ہی بجھا سکتا ہے۔ دوسرا کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس نے بتایا کہ دنیا سے جھگڑے اور مذہبی فساد صرف اسی طرح مٹ سکتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کی عزت کی جائے اور بجائے گالیاں دینے کے ان کو اپنایا جائے۔ اے برادران وطن! آپ غور فرمائیں کہ جس شخص کی مخالفت دنیا کی تمام طاقتیں مجتمع ہو کر کریں۔ عالم فاضل پنڈت اور پادری سب اس کے دشمن ہوں امیر و غریب۔

دوست و دشمن سب اس کے خون کے پیاسے ہوں وہ باوجود اس قدر خطرناک مخالفت کے پھر بھی کامیاب و کامران ہو کر روز بروز ترقی کرتا چلا جاتا ہو۔ اس کے صادق اور راستباز ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

دعوت اسلام:: پیارے بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے مگر باوجود اس کے ہمارا ماحول ان لوگوں کا تھا جن کی نظروں میں ہندوؤں اور ان کے رشیوں نبیوں کی کوئی بھی عزت، قدر و منزلت نہ تھی۔ پھر بھی ہمیں حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ معلوم ہو گیا۔ کہ کرشن درحقیقت خدا کا ایک نبی تھا۔ پھر باوجود اس کے کہ ہمارا ماحول خالص ان لوگوں کا تھا جو لکیر کے فقیر اور آبا ؤاجداد کی رسموں پر بے تحقیق چلنے والے تھے جو عالموں کے کہے کہائے خدا کے ایک بندے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کے فتوے لگاتے اور اس کے خلاف انتہائی غصہ اور غضب کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مگر ہم نے تعصب اور جنبہ داری کے خیال کو چھوڑ کر اس کے دعویٰ اور دلائل پر غور کیا۔ اور خدا کی رحمت اور اس کے فضل کے ساتھ ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ شخص درحقیقت صادق اور راستباز تھا (خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں اس پر اور اس کی اولاد پر نازل ہوں) پس ہم انتہائی خلوص اور محبت کے ساتھ آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ بھی تعصب اور پکشپات کو چھوڑ کر اسلام اور اس کی تعلیم پر غور فرمائیں اور خدا کے اس نبی اور رسول کے دعویٰ پر ذرا گہری اور محققانہ نظر ڈالیں۔ اور اگر ایشور اپنی کرپا سے آپ پر سچائی کا رستہ کھول دے تو اس پر چل کر منزل مقصود کو پہنچیں۔

اسلام کی صداقت کا ثبوت:: ہمارا دعویٰ ہے کہ خدا جس طرح دنیا کے شروع میں بولتا تھا اب بھی اسی طرح بولتا ہے اگر خدا ہماری حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے اگر وہ ہماری آواز کو سنتا ہے اور اگر وہ ہمارے دلوں کے حالات کو جانتا ہے تو وہ ضرور بولتا بھی ہے۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

پس احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی صداقت کا یہی ثبوت ہے کہ اس کی تعلیم پر چل کر انسان خدا سے ہمکلام ہو جاتا ہے اور خود خدا اس کو انا الموجود کی صدا سناتا ہے ہمارا یہ بیان محض دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کا ذاتی تجربہ اس کی صحت کا زبردست ثبوت ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ببانگ دہل اس حقیقت کا انکشاف کیا اور آج جبکہ خدا کا وہ رسول ہم میں سے چلا گیا ہزاروں ہیں جنہوں نے اس کی تعلیم پر عمل کر کے بذات خود خدا کی سریلی مگر دل میں میخ کی طرح گڑ جانے والی آواز کو سنا ہے اور آج خدا کی محبت کے اس لذیذ ترین پھیل سے سب سے بڑھ کر سیرات ہونے والا خدا کے مسیح کا اولوالعزم جانشین فضل عمرؓ محمود ایدہ اللہ ہے جو ہم لوگوں کا جو خدا کے نبی کی جماعت میں پیارا امام ہے، مبارک وہ جو اس نسخہ کو آزمائیں اور اس زمانہ کے کرشن کی تعلیم پر عمل کر کے خود خدا کا شیریں کلام سنیں۔ اور ان کو یقین ہو کہ ان کی زندگی کا مقصد انہیں مل گیا۔ اور ان کا اس دنیا میں آنا بے فائدہ نہیں گیا۔

ملک عبدالرحمٰن خادم بی اے گجراتی۔ پریذیڈنٹ فیلوشپ آف یوتھ لاہور۔

(الفضل 16 مارچ 1933 صفحہ 8-9)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیمثال قوت قدسی

انبیاء علیہم السلام پر آپ کی فضیلت

خدا تعالیٰ نے ابتدائے تخلیق آدم سے مختلف قوموں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے پے بہ پے اپنے رسول بھیجے۔ جنہوں نے مخلوق خداوندی کو جادۂ استقامت پر چلایا اور ان کے روحانی

ارتکاء ترقی و بہبودی کے لیے حسب ضرورت خدا تعالیٰ سے ہدایت پا کر سامان مہیا کیے۔ لیکن جب مخلوق خدا ایک طرف ارتقاءِ ذہنی کے بلند ترین مقام پر پہنچ گئی اور دوسری طرف کفر و شرک اور ذلالت وگمراہی کی گھنگھور گھٹائیں دنیائے روحانیت پر امڈ آئیں اور مطلع توحید مکدر ہو گیا۔ تو فاران کی چوٹیوں پر سے شمس منیر طلوع ہوا جس کی ظلمت پاش ضیا باری سے عالم روحانیت بقعۂ نور بن گیا اور اس کی چکا چوند روشنی نے افواج باطل کی آنکھوں کو خیرہ کر کے ان کو ظلم وتشدد کے پردہ میں منہ چھپانے پر مجبور کر دیا۔

کوہ سینا (استثنا 2-5/33) سے آ کر فاران کی چوٹیوں پر سے تمام دنیا پر جلوہ گر ہونے والا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ دہنے ہاتھ میں آتشی شریعت لے کر آنے والا مظہر خدا میرا آقا عرب (گلتیوں 45/4) کا محمد تھا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خدا کا یہ عظیم الشان نبی فطرت انسانی کو ایک دفعہ پھر **الست بربکم**؟ کے جواب میں **قالوا بلی** کا سبق پڑھانے اور راہ گم کردہ مخلوق کو ہادئ کامل بن کر منزل مقصود پر پہنچانے آیا تھا۔ بلکہ نسل آدم کو حقیقی معنوں میں انسان بنانے آیا تھا۔

اس سے پہلے بھی خدا تعالیٰ کے ہزاروں انبیاء آئے۔ انہوں نے اپنی طاقتوں اور استعدادوں کے مطابق دنیا میں انقلابات پیدا کیے۔ ذلیل قوموں کو اعزاز بخشا اور توحید خداوندی کے دریا کو کفر وشرک کے زہر کے اثرات زائل کرنے کے لیے پیش کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نشر توحید کے لیے ان کی شبانہ روز کوششیں عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوئی مگر انہوں نے ایک محدود دائرہ کے اندر اپنے فرض منصبی کو سرانجام دیا۔ مگر عرب کا یہ مہتم بالشان نبی رحمۃ للعالمین بن کر تمام دنیا پر ابر رحمت کی طرح چھا گیا اور اپنی بے انداز قوت قدسی کے ساتھ کروڑوں اور اربوں انسانوں کو نہ صرف یہ کہ حالت حیوانی سے نکال کر انسان بنا دیا بلکہ

انسان کو باخدا انسان بنادیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام میں معجزات کی کمی نہ تھی۔ ان کے صادق اور راست باز ہونے کے خلاف بھی کوئی قابل اعتناء امر پیش نہ کیا جا سکتا تھا مگر باوجود اس کے ان کی جماعتوں کا ہر مشکل اور ہمت طلب موقع پر کمزوری دکھانا اور ہر ابتلاء میں ان کے پایۂ استقلال و استقامت کا مضمحل ہو جانا ظاہر ہے اور یہ مبرہن حقیقت ہے کہ جن امور میں نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے تمام انبیاء پر فضیلت ہے ان میں سے اہم ترین آپ کی قوت قدسی کا کمال بھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل شراب کو جس کثرت اور شدت کے ساتھ استعمال کیا جاتا تھا۔ بلکہ کثرت استعمال کو فخریہ بغض اس اثبات فضیلت پیش کیا جاتا تھا۔ اس پر حفص بن الاحنف الکندی کا مندرجہ ذیل شعر گواہ ہے۔ شاعر مذکور اپنے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے۔

لا تنفری یا ناق منہ فانہ

شریب خمر مسعر الحروب

(حماسہ ص261)

کہ اے ناقہ! تو ربیعہ ابن مکدم سے مت جھجک کیونکہ وہ بہت زیادہ شراب پینے پلانے والا اور لڑائی کی آگ کو بھڑکانے والا ہے۔

غرض یہ کہ اہل دنیا کے لیے عموماً اور اہل عرب کے لیے خصوصاً شراب جزو زندگی بن چکی تھی۔ اور اس کا ترک کرنا ایک امر بحال معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس عظیم الشان کام کا سرانجام دینا ہمارے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حصہ تھا۔ آپ کی طرف سے ایک ہی آواز بلند ہوئی۔ کہ حرمت الخمر یعنی شراب حرام کر دی گئی اس پر شراب کے مٹکے توڑ دیے گئے شراب سے

بھرے ہوئے جام لنڈھا دیئے گئے اور ہمیشہ کے لیے شراب پینے پلانے کا تذکرہ گلدستہ طاق نسیاں ہو کر رہ گیا۔(بخاری کتاب التفسیر جلد 3 صفحہ 78 مصری)

آج حکومتیں اپنے قانون اور بے پناہ طاقت کی مشین کو شراب نوشی کے انسداد کے لیے حرکت دیتی ہیں۔شراب پینے پلانے والوں والے کے لیے عبرت ناک سزائیں تجویز کرتی ہیں۔مگر کامیاب نہیں ہوتیں۔نتیجہ یہ ہے کہ بجائے شراب نوشی کا انسداد ہونے کے گھر گھر شراب کشید ہونے لگتی ہے اور ناجائز طور پر حدود ملک میں داخل کی جاتی ہے۔کیوں؟ اس لیے کہ جو کام محمد عربی ﷺ کی قوت قدسی نے زبان کی ایک ہی جنبش سے لحہ بھر میں کر دیا۔دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حکومت کے لیے ممکن نہیں کہ اپنے بے انداز ساز و سامان اور غیر محدود اقتدار و ذرائع حکومت کے باوجود اسے کر سکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جس قعر مذلت سے نکالا تھا۔اس کا نقشہ خدا تعالیٰ نے یسومونکم سوء العذاب کی تشریح میں یذبحون ابنائکم و یستحیون نسائکم کے جامع الفاظ میں کھینچا ہے۔مگر ان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد پر ایک گائے ذبح کرنے پر لیت ولعل کرنا اور عجیب طرح کی حیلہ جوئی سے خدا تعالیٰ کے حکم کو ٹالنا وفور محبت اور جذبۂ اطاعت پر دلالت نہیں کرتا۔پھر ارض مقدسہ میں داخل ہونے کے حکم پر ان کا اذھب انت و ربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون کا ٹکا سا جواب دے دینا۔کہ اے موسیٰ تو اور تیرا رب دشمنوں سے جا کر لڑتے پھرو۔ہم تو یہاں بیٹھے ہیں اصحاب موسیٰ کے ایمان باللہ و توکل علی اللہ کو کامل طور پر آشکار کرتا ہے۔اسی طرح حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا ان کے ساتھ بے وفائی کرنا، قدم قدم پر ٹھوکر کھانا اور بزدلی دکھانا ایسی باتیں ہیں جو بالکل ظاہر ہیں۔

لیکن عرب کا رسول وہ مزکیٔ اعظم تھا جس نے اپنی قوت قدسی کے طفیل ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اپنی شمع تقدیس کا پروانہ بنالیا۔ جو اس کی ایک ہی جنبش لب پر دنیا کی عزیز سے عزیز اور محبوب سے محبوب چیز قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے خدا کے اس برگزیدہ نبی کی صداقت کے معجزات اور نشانات دیکھے۔ اس کے ساتھ خدا کی تائید و نصرت کو انہوں نے بارہا مشاہدہ کیا۔ پھر اس کی صداقت شعاری، راست گفتاری، اس کا **توکل علیٰ اللہ و تبتل الی اللہ** اس کا حسن ظاہری و باطنی ان کے لیے قابل تقلید اسوہ حسنہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کی بڑی سے بڑی مادی طاقت بھی ان کو جادۂ استقامت سے منحرف نہ کرسکتی تھی۔ ان کا رشتہ محبت خدا سے استوار ہو چکا تھا وہ دنیاوی تکالیف مصائب شدائد سے بڑھ بڑھ کر اس نبی امی کی معیت میں مارے جانے کو وصال الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ اپنے کام سے مطمئن منزل مقصود کی طرف خنداں وفرحاں قدم بڑھائے چلے جاتے تھے اور دنیا میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے سوا ان کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ انہوں نے خدا کے نبی کے ساتھ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے صحابہ کا سا سلوک نہ کیا بلکہ اپنی وفاداری اور کامل محبت کا ثبوت یہ کہہ کر دیا **لا نقول کما قال اصحاب موسیٰ اذھب انت و ربك فقاتلا ولکنا نقاتل عن یمینك و عن شمالك وبین یدیك و خلفك** (بخاری کتاب المغازی جلد 3 صفحہ 3 مصری) کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ کو اصحاب موسیٰ کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑو بلکہ ہم آپ کے دائیں اور آپ کے بائیں اور آپ کے آگے اور آپ کے پیچھے لڑیں گے۔ یہاں تک کہ آپ کے اشارہ پر ہم اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دیں گے اور دشمن آپ کا بال تک بیکا نہ کر سکے گا۔ جب تک کہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ آئے۔ بس **امض و نحن معك** چلیے آپ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ غرضیکہ یہ وہ قوت قدسی تھی جس نے عرب کی مردہ قوم میں ایک عظیم

الشان انقلاب پیدا کر دیا۔

جنگ حنین کے موقعہ پر مسلمانوں کے تمام لکھے ہوئے لشکر کو

انا النبی لا کذب	انا ابن عبد المطلب

کی باطل شکن آواز کے ساتھ مجتمع کر دینا اور تمام بھاگے ہوئے انصار کا ''اے انصار خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے'' کی آواز پر پروانوں کی طرح جمع ہو جانا یہ آنحضرت ﷺ کی بے عدیل قوت جاذبہ پر برہان قاطع ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کا ہی کمال تھا کہ ایسا ناممکن الوقوع کام ایک ہی جنبش لب سے انجام پذیر ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا **لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبهم و لکن الله الف بینهم** کہ اے نبی عربی اگر آپ تمام دنیا کے خزانے اس غرض کے حصول کے لیے خرچ کر دیتے کہ کسی طرح لوگوں کے دلوں میں محبت و مودت پیدا ہو جائے یہ تو پھر بھی یہ ممکن نہ تھا۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے یہ محبت اور عشق مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ ہی کی قوت قدسی کا نتیجہ تھا کہ ابوسفیان جب اسلام لانے سے قبل بطور سفیر مدینہ میں آیا اور آپ کے گھر میں آپ کے جائے نماز پر بیٹھنے لگا۔ تو اسی کی بیٹی (حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ) نے اس کے نیچے سے جائے نماز یہ کہہ کر نکال دیا کہ یہ خدا کے مقدس رسول کا مصلیٰ ہے اس پر ایک مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت بلالؓ، خبیبؓ، زنیرہ، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم وغیرہ غلام جن کو رسوم جاہلیت کی بناء پر ذلیل ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی نے ان کو دنیا کے معزز ترین ہستیوں میں شامل کر دیا۔ آج کروڑوں انسان دنیا میں موجود ہیں جو ان لوگوں کی غلامی کو اپنے لیے باعث صد افتخار خیال کرتے ہیں۔ حضرت اسامہؓ جو غلام زادہ تھے جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے جنگ پر جا رہے تھے۔تو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ان کو الوداع کرنے کی غرض سے ان کے گھوڑے کے ساتھ پیدل چل رہا تھا اور حضرت اسامہ کے متواتر اصرار کے باوجود سوار نہ ہوا۔تا کہ زبان حال سے اس بات کا اعلان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی نے جاہلیت کی تمام رسم کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔اسلام میں نہ کوئی غلام ہے نہ آقا نہ کوئی عربی ہے نہ کوئی عجمی۔آج اسلامی دنیا میں معیار عزت کسی بڑے خاندان کے ساتھ متعلق ہونا نہیں۔بلکہ وہ شخص جو خدا اور اس کے رسول کی نظروں میں اپنے تقویٰ کی وجہ سے معزز ہے۔وہی ہر مسلمان کے لیے واجب الاحترام اور قابل تقلید ہے۔

سب ایک ہیں برہمن وشودر، سیاہ سفید	اسلام میں تمیز نہیں ذات پات کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی قوت قدسی نے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم جیسے باخدا انسان، خالد ومثنی، موسیٰ وطارق جیسے سپہ سالار وفتح نصیب جرنیل اور ہزاروں اولیاء وصلحاء پیدا کیے اور ایک وہ بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کے نتیجہ میں خدا کی طرف سے انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق کے مقام پر فائز کیا گیا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔(الفضل 6 نومبر 1932ء)

دعوت الیٰ الحق میں بے نظیر استقلال دکھانے والا

1۔آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ریگستان عرب کے عُکاظ نامی ایک مشہور میدان میں ہزاروں انسانوں کا ایک مہتم بالشان اجتماع ہوا۔ہر قبیلے کے لوگ مختلف زبانیں بولنے والے عرب ذرق برق لباسوں میں ملبوس، مختلف الانواع، مشاغل میں منہمک نظر آتے تھے۔

ہر طرف ڈھولوں اور نقاروں کی پیہم آوازیں اور ''اُعْلُ الْھُبُلْ'' کے نعرے توجہ انسانی کو اپنی طرف جذب کرتے تھے۔ عکاظ کا وسیع میدان انسانوں سے بھرا ہوا تھا ایک طرف انسانوں کے بہت بڑے اجتماع میں بڑے ڈیل ڈول والے پہلوان مصروف زور آزمائی تھے۔تو دوسری طرف ماہرین فنونِ حرب ایک دوسرے کے بالمقابل اپنے اپنے جوہر دکھا رہے تھے۔ ایک طرف انہی وحی بدوؤں میں سے قدرے مہذب اور مقابلۃً شریفانہ لباس میں ملبوس لوگوں کا ایک گروہ عجیب انداز میں زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔جس میں ملک کے مشہور و معروف اور مختلف قبائل کے منتخب شعراء اپنے اشعار ایک دوسرے کے بالمقابل پڑھ کر اپنے اپنے قبیلے کی لاج رکھ رہے تھے۔ اپنے قبیلے کے شاعر کو داد دینے کے لئے بچے سے لے کر بوڑھے تک پوری آواز کے ساتھ چلّا چلّا کر نعرۂ تحسین بلند کر رہا تھا۔اس میلہ میں اہل عرب جانوروں اور مویشیوں کو لے کر بغرض خرید وفروخت جمع ہوئے تھے۔اس میدان میں صناع بھی اپنی اپنی مصنوعات کو سجا سجا کر قدر دانوں سے دادخواہ ہو رہے تھے۔غرض کہ عُکاظ نامی میدان ہر قسم کے انسانوں کا جائے اجتماع بن رہا تھا۔اس میں شرفاء اور مہذب بھی تھے۔اور کمینے اور وحشی بھی، مصروف اور باکار بھی تھے۔اور بےفکرے اور بےکار بھی۔اگر اس میدان اور اس کے اجتماع کو اس زمانہ کے عرب کا نچوڑ کہا جائے تو نادرست نہ ہوگا۔

2۔ اس اجتماع میں جو ہزار ہا انسانوں کا عظیم الشان اجتماع تھا ایک نورانی چہرے والا بزرگؑ داخل ہوا۔نہایت شاندار نورانی چہرہ، سفید رنگ، مگر چہرے پر ہلکی ہلکی سرخی کی جھلک دوڑ رہی تھی۔ برف کی طرف سفید لباس زیب تن کئے نہایت خوبصورت اور گول چہرہ، گھنی کالی ڈاڑھی، جو چہرے کی سفیدی اور گولائی کے ساتھ انتہائی مناسبت رکھتی تھی۔ اونچی ناک، آنکھیں موٹی، مگر نہایت خوبصورت تھیں۔اس کے چہرے پر عشق الٰہی کے آثار ہویدا

تھے۔خشیت الٰہی اس کے بشرے سے ٹپک ٹپک پڑتی تھی۔کمر گو ٹیڑھی نہ تھی۔مگر وہ تمام دنیا کی ہدایت اور فلاح و بہبودی کی تڑپ سے اس قدر گھلا جا رہا تھا کہ اگر خدا کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو آج وہ سرد آسا چلتا نظر نہ آتا۔

خدا کا جلال اس کے چہرے پر عیاں تھا۔جسمانی قویٰ مضبوط، ڈیل ڈول اور اعضا متناسب اور جاذبِ نگاہ ہونے کے باوجود اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔کسی دنیوی طاقت کے آگے نہیں۔ بلکہ اپنے پیدا کرنے والے خدا کے بے شمار احسانات اور لاانتہاء رحمتوں کے بوجھ نے اس کی گردن کو جھکا رکھا تھا۔وہ ایک کامل سکوت اور دلوں پر رُعب طاری کر دینے والی خاموشی کے ساتھ داخل ہونے والا بزرگ اپنے داہنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے ہوئے تھا۔وہ کتاب ظاہری شکل وشباہت کے لحاظ سے کتاب ہی تھی۔مگر اس میں ایک عجیب چیز بھی تھی۔جو غور سے دیکھنے والوں کو خاص طور پر اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھی۔اور وہ یہ کہ گاہے گاہے اس میں سے آتشیں شعاعیں نکل نکل کر اپنے ماحول میں اپنے اثرات ظاہر کرتی تھیں۔وہ بزرگ چند قدم چلنے کے بعد اس ''آتشیں شریعت'' کو کھول کر اس میں سے کچھ دل ہی دل میں پڑھ لیتا تھا۔

3۔ وہ فطرتاً خاموش طبیعت تھا۔اس کی حیا آفریں نگاہیں اجنبیوں کے ساتھ کلام کے وقت شرماتی تھیں۔مگر اس کو بنی نوع انسان کی ہمدردی اور ان کی فلاں و بہبودی کی دل کو گھلا دینے والی تڑپ اور خدائے بزرگ و برتر کا ارشاد لاعلمی سے ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے انسانوں کو ان کے عبرت ناک انجام سے متنبہ کرنے پر مجبور کرتا تھا۔وہ آہستگی سے ایک شخص کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔اس کے لبہائے سکوت میں حرکت پیدا ہوئی۔اور پیار ومحبت اور رحم وشفقت کے جذبات میں ڈوبی ہوئی صدا نکلی۔''میں آپ کو خداوندِ یگانہ کا پیغام سنانا چاہتا ہوں۔''

یہ الفاظ بظاہر معمولی معلوم ہوتے تھے۔ مگر اثر یہ تھا کہ شیطان اپنی تمام فوجوں کے ساتھ مضمحل ہوگیا۔ اس کی طاغوتی سلطنت میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر یہ آواز دنیا میں کامیاب ہوگئی۔ تو اس کی جمعتیں منتشر ہوجائیں گی خدائی حکومت جیسا کہ وہ ظاہری طور پر دنیا پر ہے۔ دلوں پر بھی ہوجائے گی۔ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان صلح ہوجائے گی اور ان کے درمیان جدائی ڈالنے والے (شیطان) کے لئے کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔ کفر و گمراہی کے ڈھانچے نیکی اور طہارت کے مجسمے بن جائیں گے۔ شیطان اس عظیم الشان تغیر کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ وہ فوراً ایک بوڑھے کی شکل میں متمثل ہوگیا۔ اور اس خدا نما بزرگ کے پیچھے کھڑا ہوکر اس شخص سے جس کو اس بزرگ نے خطاب کیا تھا۔ مخاطب ہوکر کہنے لگا۔

''خبردار! اپنا وقت ضائع نہ کر۔ یہ شخص جو تمہارے ساتھ باتیں کر رہا ہے۔ میرا بھتیجا ہے۔ اس کا والد چھوٹی عمر میں فوت ہوگیا تھا۔ ہم نے اس کی پرورش کی۔ یہ بچہ بڑا ہونہار تھا۔ عاقل تھا، نیک تھا، اتنا نیک کہ تمام قبیلے میں اس کی مثال نہ تھی۔ قوم کی نظریں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ مگر ہماری بدقسمتی اور بدبختی کی انتہاء نہ رہی جب یہ بڑا ہوا۔ تو یکدم پاگل ہوگیا۔ اب یہ جوش جنون میں تمام دن پھرتا رہتا ہے۔ ہر واقف و ناواقف راہگیر کو کھڑا کر کے اپنی مجنونانہ باتیں سناتا رہتا ہے۔''

چچا یہ باتیں کر رہا تھا، درندوں کی طرح خونخوار آنکھیں تھیں۔ بشرے پر شرارت اور معاندت کھیل رہی تھی۔ اس کی حد درجہ مزورانہ مگر بظاہر مؤثر تقریر کو اس نوجوان نے کوہ وقار کے ساتھ خاموشی سے سنا۔ شیطان نے چچا کی باتوں کو نفس امارہ کے رستہ مخاطب کے دل میں داخل کر دیا۔ یکدم اس کی بدعملیاں اور بدظنیاں سیاہی بن کر اس کے چہرے پر امڈ آئیں۔ تمرد اور تکبر کا بھوت اس کی گردن پر سوار ہوگیا اور ایک مکروہ تبختر کے ساتھ سر اٹھا کر وہ اس

خدانما انسان سے کہنے لگا ''میں تمہاری باتیں سننا نہیں چاہتا۔ مجھے فرصت نہیں۔''

شیطان خوش تھا اس نے خیال کیا کہ یہ حد درجہ مایوس کن جواب خدا کے اس عظیم الشان پیغامبر کے جذبات کو بُری طرح مجروح کر دے گا۔ مگر خدا کے اس فرستادہ کے لبوں میں ایک دفعہ پھر حرکت ہوئی۔ اس نے اس بدقسمت انسان کو مخاطب کر کے کہا۔ ''جو اللہ کا پیغام سننا نہیں چاہتا اللہ بھی اس کو سنانا نہیں چاہتا۔''

یہ فرمایا اور آگے چل پڑا۔ شیطان نے فاتحانہ انداز میں ٹھنڈا سانس لیا۔ اسے یقین تھا کہ اب خدا کا پیغام کسی شخص کو نہ سنایا جائے گا۔ مایوسی اور ناکامی اس انسان پر چھا جائے گی۔ مگر اس کی اپنی یاس و ناامید کی حد نہ رہی۔ جب ایک دوسرا شخص سامنے آیا۔ تو اس انسان نے بعینہٖ اسی انداز سے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ ''میں تمہیں اللہ کا پیغام سنانا چاہتا ہوں۔''

چچا نے پھر آگے بڑھ کر وہی کذب آفریں تقریر کی شیطان اس کو موثر بنانے کے لئے اپنی تمام طاغوتی طاقتیں بروئے کار لایا۔ پھر شیطان کا مطلوبہ نتیجہ ظاہر ہوا۔ اور اس شخص نے اپنے بئس القرین کی زیر ہدایت جواب دیا۔ ''میں تمہاری باتیں سننا نہیں چاہتا مجھے فرصت نہیں۔'' اس خدانما انسان نے پھر وہی جواب دیا۔

''جو اللہ کا پیغام سننا نہیں چاہتا۔ اللہ بھی اسے سنانا نہیں چاہتا۔'' شیطان اور اس کی ذریت شاداں و فرحاں تھی۔ وہ فرط انبساط میں بار بار چچا کی پیٹھ ٹھونکتا تھا۔

4۔ وہ انسان یہ سب کچھ اپنی دوربین نورانی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کی فطرتی خاموشی اس کے مبارک لبوں کو تشنہ کام تقریر بنائے رکھتی تھی۔ وہ برابر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اور جو شخص ملتا۔ اس کو ''اللہ کا پیغام'' سننے کی دعوت دیتا۔ چچا اپنی تقریر کو دوہراتا اور شیطان بدستور اس کی پیٹھ ٹھونکتا۔ اس میدان میں اس بزرگ کو ایسے لوگ بھی ملے۔ جن کی فطرتوں کو

شیطان اوراس کی قوتوں کے ساتھ کچھ زیادہ مناسبت نہ تھی۔ جن کے دل نیک اور صداقت کی تڑپ رکھنے والے تھے۔ ان پر شیطان کا مکر کارگر نہ ہوسکا۔ ان کو اس انسان کا چہرا خدا کے نور اور جلال کا مظہر نظر آیا۔ اور اس کے چچا کی پیشانی پر ان کو لعنت اور نحوست برستی دکھائی دی۔ انہوں نے خدا کا پیغام انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ اس مجسمہ حسن و جمال کی حق پاس زبان سے سنا۔ اور اس کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دی۔

بدقسمت چچا یہ ناکامی برداشت نہ کرسکا۔ اس کی فطرتی درندگی، اس کی مکار آنکھوں میں خون بن کر اتر آئی اور وہ انتہائی وحشت کے ساتھ بدزبانی کرتے ہوئے اپنا گریبان چاک کرنے لگا۔ یہ صداقت کی عظیم الشان فتح تھی۔ شیطان اور اس کے مظاہر عکاظ کے میدان میں پچھاڑے گئے۔ اور اس دن تمام دنیا کو معلوم ہو گیا۔ کہ حق وصداقت کے علمبردار اور تبلیغ حق کے فریضہ کو پہنچانے والے عالی حوصلہ اور مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ اور ان کے بالمقابل جھوٹ اور مکر کو پھیلانے والے کم ظرف چڑ چڑے اور بے حوصلہ، وہ نورانی چہرہ والا انسان خدا کا مقدس رسولؐ، میرے پیارے مسیح موعودؑ کا پیارا آقا'' پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار'' اور آپؐ کی مخالفت کے لئے آپؐ کے سایہ کی طرح پھرنے والا چچا۔ ''ابولہب'' تھا۔

آہ! کیا ہی بدبخت وہ انسان تھے جنہوں نے اس مجسمۂ نور وہدایتؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنے کانوں سے اس کی مبارک منادی کو سننے کے باوجود اسے قبول نہ کیا۔ اور کیا ہی خوش قسمت تھے وہ انسان جو خدا کے اس پیارےؐ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اور خود آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے ''تبلیغ حق کا فریضہ'' ادا ہوتے دیکھا۔

خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں خدا کے اس برگزیدہ رسول محمد عربی ﷺ اور آپؐ کے جاں نثار غلاموں پر ہوں۔

یا رب صل علیٰ نبیك دائما
فی ھٰذہ الدنیا و بعث ثانی

(المسیح الموعودؑ)(الفضل 25نومبر 1934ء)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحیح مفہوم

ہر عقلمند انسان بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ خاتم النبیین کا خطاب جو ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دربار خداوند سے عطا ہوا۔ وہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ترکیب اردو، فارسی یا پنجابی زبان کی نہیں بلکہ عربی زبان کی ہے۔اس لئے اس کے معنی اہل عرب کے محاورہ اور اسلوب بیان کے مطابق کرنے ہوں گے نہ کہ پنجابی یا اردو فارسی کے لحاظ سے مثلاً جس طرح ''مکر'' کا لفظ ہے۔اردو، فارسی اور پنجابی تینوں زبانوں میں اس کے معنی دھوکہ فریب اور جعلسازی کے ہیں۔مگر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مکروا ومکر اللہ

کہ مخالفین انبیاء نے مکر کیا۔اور خدا تعالیٰ نے بھی مکر کیا۔تو یہاں مکر کے معنی دھوکہ کے نہیں بلکہ تدبیر کے ہیں۔ کیونکہ عربی زبان میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح لفظ ''خاتم'' بھی ہے اگر ''خاتم النبیین'' پنجابی، اردو، فارسی کی ترکیب ہوتی۔تو ہمیں اس کا ترجمہ نبیوں کو بند کرنے والا ماننے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ عربی زبان میں لفظ ''خاتم'' جمع کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں ہرگز ہرگز آخری کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ بعد میں آنے والوں سے ''افضل'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ہماری طرف سے بارہا چیلنج دیا جا چکا ہے۔اور آج پھر ہم اس چیلنج کو دہراتے ہیں کہ کوئی مولوی ہمیں قرآن حدیث یا محاورات اور اسلوب بیان اہل عرب سے ایک ہی مثال

اس امر کی پیش کر دیں کہ لفظ ''خاتم'' کی فتحہ کے ساتھ کسی صیغہ جمع (مثلاً شعراء، علماء، فقہاء، اولیاء، محدثین یا مجددین وغیرہ) کی طرف مضاف مستعمل ہوا ہو۔ اور اس کے معنی آخری یا بند کرنے والے کے ہوں۔ یعنی کبھی کسی موقعہ پر خاتم الاولیاء یا خاتم المحدثین آیا ہو۔ اور اس جگہ اس سے مراد یہ ہو کہ مفہوم اولیاء اور محدثین کو بند کرنے والا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی ولی یا محدث پیدا نہ ہوگا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قیامت تک اس قسم کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ اگر صاحب تاج العروس و قاموس ولسان العرب، منتہی العرب وغیرہ نے اپنی کتابوں میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی یا نبیوں کو ختم کرنے والا لکھے ہیں۔ تو انہوں نے محض اپنے عقیدہ کا اظہار کیا ہے جو حجت نہیں۔ عربی زبان میں ان معنوں کی تائید میں ایک بھی دلیل نہیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

یہ بتا دینے کے بعد کہ لفظ خاتم جس طرح قرآن پاک میں آیا ہے۔ اسی طرح جب بھی کوئی عرب اس کو استعمال کرتا ہے۔ تو اس کے معنی آخری یا بند کرنے والا مراد نہیں لیتا ہم یہ بتاتے ہیں کہ اگر اس کے معنی اہل عرب کے نزدیک آخری یا بند کرنے والا نہیں ہوتے تو پھر اس کے اصل معنی کیا ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ لفظ ''خاتم'' قرآن مجید سورہ احزاب ع 3 میں آیا ہے۔ اور وہاں ت پر فتحہ (زبر) ہے۔ اس لئے یہ اسم فاعل نہیں۔ لہٰذا اس کے معنی ختم کرنے والا نہیں ہو سکتے۔ اہل عرب جب اس لفظ کو کسی جمع کے صیغہ کے ساتھ بولتے ہیں تو ہمیشہ افضل اور زینت دہندہ کے معنوں میں بولتے ہیں او اس کے لئے ہمارے پاس خدا کے فضل سے بیسیوں دلائل ہیں۔

1۔ خود ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ نے اس محاورہ کو استعمال فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے چچا حضرت عباس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اطمئن یا عم فانك خاتم المهاجرين فی الهجرة كما انا خاتم النبيين فی النبوة (کنز

العمال جلد 6 صفحہ 178) کہ اے چچا آپ مطمئن رہئے کہ آپ اس طرح خاتم المہا جرین ہیں۔جس طرح میں خاتم النبیین ہوں۔اب کیا حضرت عباس کے بعد کوئی مہاجر نہیں ہوا۔ اگر ہوئے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں ہوئے ہیں۔تو صاف طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس ؓ کو خاتم المہا جرین فرمایا کہ آخری مہاجر یا ہجرت کو بند کرنے والا قرار نہیں دیا بلکہ بعد میں ہجرت کرنے والوں پر ان کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔

2۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ انا خاتم الانبیاء وانت یا علی خاتم الاولیاء (تفسیر صافی صفحہ 111) کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علی تو خاتم الاولیاء ہے۔ کیا حضرت علی کے بعد کوئی ولی نہیں ہوا؟ اس سے ثابت ہے کہ خاتم کے معنی بند کرنے والا نہیں ہیں۔

3۔فتوحات مکیہ کے ٹائٹل پیج پر حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو خاتم الاولیاء لکھا ہے۔

4۔حضرت امام جلال الدین سیوطی کے متعلق لکھا ہے۔خاتم الحفاظ والمجتھدین الجلال السیوطی (المضوع فی احادیث الموضوع صفحہ 21 حاشیہ مطبع فاروقی دہلی) کہ وہ حفاظ اور مجتہدین کے خاتم تھے۔

5۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے رسالہ عجالۃ نافعہ کے ٹائٹل پیج پر حضرت شاہ صاحب مذکور کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے بعد اب کوئی محدث نہیں ہوگا۔

6۔مولوی سید انور شاہ صاحب مرحوم دیوبندی کو بھی خاتم المحدثین کہا گیا ہے۔
(الجواب الفصیح مولفہ مولوی بدر عالم مدرس دیو بند صفحہ 2)

7۔ حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں بك تختم الولاية (فتوح الغیب مقالہ نمبر 2 صفحہ 23) اس کا ترجمہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے یہ کیا ہے۔ در زمان تو مرتبہ ولائت و کمال تو فوق کمالات ہمہ باشد و قدم تو بر گردن ہمہ افتد یعنی حضرت غوث الاعظم جیلانی نے فرمایا کہ اے انسان جب تو دنیا کے لوگوں سے الگ ہو جاتے گا۔ تو ترقی کرتے کرتے خاتم الاولیاء ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ولایت کے مرتبہ کے کمال پر پہنچ جائے گا۔ اور تیرا مقام سب ولیوں کے مقام سے بالاتر ہوگا۔ اور تیرا قدم ولیوں کی گردن پر ہوگا۔

8۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دیو بندی کو خاتم الاولیاء والمحدثین کہا گیا ہے

(مرثیہ مصنفہ مولوی محمود الحسن صاحب دیو بندی)

9۔ مولوی شبیر احمد صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو ''خاتم الاکابر'' قرار دیا ہے۔

(رسالہ القاسم جلد 2 صفحہ 5،9)

10۔ شعراء عرب کے کلام کی مثال کے طور پر ایک شعر درج کیا جاتا ہے۔ ابو تمام الطائی مؤلف حماسہ کی وفات پر حسن بن وہب نے مرثیہ لکھا۔ اس میں لکھتا ہے۔

فیجع القریض بخاتم الشعراء

وغدیر روضتها حبیب الطائی

(دفعات الاحیان ابن خلکان جلد 1 صفحہ 1231 مصری)

یعنی ابو تمام متوفی خاتم الشعراء ہے۔ اب کیا خاتم الشعراء کہنے سے شاعر کا یہ مطلب ہے کہ ابو تمام کے بعد اب کوئی شاعر نہیں ہوگا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس سے شاعر کا مقصود اس کو افضل الشعراء قرار دینا ہے۔

اوپر کی دس مثالوں سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ خاتم کا جو ترجمہ غیر احمدی مولوی

کرتے ہیں۔ وہ سراسر بے بنیاد اور محاورہ زبان اور اسلوب بیان اہل عرب کے بالکل خلاف ہے۔ جب خاتم الشعراء کے معنی ''سب سے بڑا شاعر'' خاتم الاولیاء کے معنی سب سے بڑا ولی، خاتم المہاجرین کے معنی سب سے بڑا مہاجر، خاتم المحدثین کے معنی سب سے بڑا محدث ہیں۔تو صاف طور پر ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی سب سے بڑا نبی وافضل الانبیاء ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے **قولوا انه خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبی بعده** (تکملہ مجمع البحار صفحہ 85) کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(نیز دیکھو درمنثور جلد 5 صفحہ 204)

حضرت ملا علی قاری جو اہلسنت کے مسلم امام سمجھے جاتے تھے خاتم النبیین کے متعلق فرماتے ہیں۔ **فلا يناقض قوله خاتم النبيين اذ المعنى انه لا ياتى نبى ينسخ ملته ولم يكن من امته** (موضوعات کبیر صفحہ 58) کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات کے موقعہ پر یہ فرمانا کہ اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو شریعت لائے اور آنحضرت ﷺ کی شریعت (قرآن مجید) کو منسوخ کرے اور جو آنحضرت ﷺ کی امت میں سے نہ ہو۔ گویا ایسا نبی آسکتا ہے جو بغیر شریعت کے آئے اور قرآن مجید کو منسوخ نہ کرے اور آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ہی ہو۔اور حضور ہی کی پیروی اور حضور ہی کے فیضان سے درجہ شوکت تک پہنچا ہو۔

(الفضل 19 فروری 1942ء)

ختم نبوت اور ائمہ سلف آخر الانبیاء کا حقیقی مفہوم

ایک دہلوی کا اعتراض

دہلی کے ایک صاحب زین العابدین نے ''آخری نبی اور آخری امت'' کے عنوان سے ایک چھوٹا سا اشتہار شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک تمام علماء وفضلاء بیان کرتے رہے کہ خاتم النبیینؐ کے معنے یہ ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلسلہ نبوت کو ختم و بند کر دیا۔ اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ مرزا جی تمام متقدمین ومتاخرین کے خلاف خاتم النبیین کے معنے کرتے ہیں کہ آپ کی مہر سے نبی بنتے ہیں۔ جیسا کہ میں نبی بن گیا۔ مرزا جی کے یہ معنی بالکل غلط ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

مگر یہ صریحاً غلط ہے کہ صحابہ کرام سے اب تک تمام علماء وفضلاء خاتم النبیین کے یہ معنے کرتے رہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہو چکا ہے۔ بعد میں آنے والوں نے دیگر غلطیوں کی طرح اگر اس بارے میں بھی غلطی کھائی تو اور بات ہے مگر صحابہ کرام یہ معنی کس طرح کر سکتے تھے جبکہ ان کے خلاف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ان کے سامنے تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ **لو عاش ابراھیم لکان نبیا** یعنی اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا، تو نبی ہوتا۔ ایک دوسری حدیث میں یوں آیا ہے۔ کہ **ان لہ رضعاً فی الجنۃ ولو عاش لکان صدیقاً نبیا** (رواہ ابن ماجہ عن ابن عباس) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کے بعد بھی نبی آسکتا ہے۔ جن صحابہ کے کانوں میں یہ مقدس الفاظ پڑ چکے تھے۔ وہ کس طرح خیال کر سکتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہو چکا ہے؟

اگر چہ آنحضرت ﷺ کی شہادت کے بعد کوئی اور شہادت پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم اتمام حجت کے لئے ہم بعض اور ''متقدمین ومتاخرین'' کی تحریرات پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ امر بھی واضح ہو جائے گا۔ کہ کسی قسم کی نبوت امت محمدیہ میں جاری ہے۔

حضرت عائشہؓ کی شہادت:: آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت پیش کی جاتی ہے جس سے معترض کے اس قول کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خاتم النبیینؐ کے یہ معنے کرتے رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ختم بند کر دیا۔ بخوبی تردید ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ **قولوا انه خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانبی بعده۔** یعنی یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ گویا آپ نے بالوضاحت فرما دیا۔ کہ قائم الانبیاء کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ بالکل مسدود ہو گیا ہے اور ظاہر ہے۔ کہ اس قدر جلیل القدر اور بلند مرتبت صحابیہ کی شہادت بہت بڑا رتبہ رکھتی ہے۔ اور ایک عقلمند اور غور و فکر کرنے والا شخص اس سے کافی ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔

ملا علی قاری کی شہادت:: اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ کہ لو عاش ابراهیم وصار نبیا و کذا الوصار عمر انبیا لکان من اتباعه علیه السلام .... فلا یناقض قوله تعالیٰ خاتم النبیینﷺ اذا المعنی انه لا یاتی نبی بعده ینسخ ملته ولم یکن من امته (موضوعات صفحہ 58-59)

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے۔ اور نبی ہو جاتے اور ایسا ہی کے اگر حضرت عمرؓ بھی نبی ہوتے تو دونوں آنحضرت ﷺ کے تابعداروں میں سے ہوتے۔ پس یہ اللہ کے قول خاتم النبیین کے نقیض نہ ہوتا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا۔ جو آپ

کی ملت کو منسوخ کرنے والا ہو اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ گو یا ملا علی قاری کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے معنی وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئے۔ نہ کہ وہ جو مخالفین کرتے ہیں:

حضرت امام محمد طاہر کی شہادت:: حضرت امام محمد طاہر جو مسلمہ طور پر محدث سمجھے جاتے ہیں فرماتے ہیں کہ ھذا ناظر علی نزول عیسیٰ وھذا ایضاً لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ (مجمع البحار تکملہ صفحہ 85) یعنی حضرت ام المومنین صدیقہ نے یہ قول مسیح موعود نبی اللہ کی آمد کو مدنظر رکھ کر فرمایا ہے اور عیسیٰ نبی اللہ کا نزول حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ لا نبی بعدی کا منشاء یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ آپ کے بعد نہ ہوگا۔

امام شعرانی کی شہادت:: امام شعرانی کا قول ہے کہ وقولہ ﷺ لا نبی بعدی ولا رسول المراد بہ لا مشرع بعدی (الیواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 22) یعنی آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شریعت لانے والا نبی آپ کے بعد نہ ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی شہادت:: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ایک بڑے بزرگ اور اپنے زمانہ کے مجدد ہوتے ہیں۔ تفہیمات الہیہ تفہیم 53 میں فرماتے ہیں۔ کہ ختم بہ النبیون ای لا یوجد من یامرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس آنحضرت ﷺ کے ساتھ نبی ختم کر دیئے گئے یعنی اب کوئی ایسا نبی نہ ہوگا۔ جسے خدا تعالیٰ شریعت کے ساتھ لوگوں کی طرف مامور فرمائے۔

حضرت محی الدین ابن العربی کی شہادت:: آپ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ

فان الرسالت والنبؤ بالشریع قد انقطعت فلا رسول بعدہ ولا نبی اے لا مشرع ولا شریع وان عیسیٰ اذا نزل ما یحکم الا بشریع محمد وھو خاتم الأولیاء یعنی تشریعی نبوت ورسالت بے شک ختم ہو چکی۔ پس کوئی رسول آپ کے بعد نہیں اور نہ کوئی نبی یعنی کوئی صاحب شریعت نبی اور شریعت کوئی نہیں۔ اور حضرت عیسیٰ جب نازل ہوں گے۔ تو وہ حکم نہیں کریں گے۔ مگر ساتھ شریعت محمدیہ کے اور وہ خاتم الاولیا ہوں گے۔

حضرت مرزا جان جاناںؒ کی شہادت:: آپ فرماتے ہیں کہ ہیچ کمال غیر از نبوت بالا صالت ختم نہ گرویدہ واز مبداء ینا ض بخل و دریغ ممکن نیست۔ یعنی بجز بالا صالت نبوت کے (جسے دوسرے لفظوں میں نبوت مستقلہ کہتے ہیں) کوئی کمال ختم نہیں ہوا۔ اور ممکن نہیں کہ خدا ظلی طور پر کمالات نبوت کو بند کر دے۔ کیونکہ اس مبداء فیاض میں بخل و دریغ جائز ہی نہیں۔

سید عبدالکریم جیلی کی شہادت :: سید صاحب فرماتے ہیں۔ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منقطع ہو گیا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے۔

(خزینۃ التصوف ترجمہ الانسان الکامل باب 36 صفحہ 176)

بانیٔ مدرسہ دیوبند کی شہادت" مولانا مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے لکھا ہے کہ اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے۔ جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا۔ تو .... اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر المومنین صفحہ 25)

اعتراض کا رد:: اگرچہ اور بھی ایسی شہادات ہیں جن سے ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن بخوف طوالت ہم انہیں نظر انداز کرتے ہوئے انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان سے بخوبی اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ کسی کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں۔ کہ "صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک تمام علماء وفضلاء بیان کرتے رہے۔ کہ خاتم النبیینؐ کے معنی یہ ہیں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلسلۂ نبوت کو ختم و بند کر دیا اب کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔'' اور یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ خاتم النبیین کے جو معنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کرتی ہے۔ متقدمین ومتاخرین میں سے اکابر علماء نے بھی وہی معنے کئے ہیں؟

آخرالانبیاء اور آخر الامم:: معترض صاحب پھر لکھتے ہیں۔ ''خود سید عالم ﷺ نے خاتم النبیین کے معنی اس طرح بیان فرمائے ہیں انا أخر الانبیاء وانتم اخر الامم (ابن ماجہ صفحہ 307) یعنی میں تمام نبیوں کے آخر میں آیا ہوں۔ اور تم تمام امتوں کے آخر ہو۔ مطلب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو پس معلوم ہوگیا۔ کہ مرزا جی نے اپنے دعوی نبوت کے واسطے یہ غلط معنی آیت قرآنی کے کئے۔

آخرالانبیاء کے معنی:: گویا معترض کے نزدیک اس حدیث میں امت محمدیہ میں امکان نبوت کی نفی ہوتی ہے لیکن یہ درست نہیں۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا۔ جو شریعت محمدیہ کو منسوخ کر کے نئی شریعت قائم کرے اور کسی نئی امت کا بانی ہو۔ وگرنہ جو امت محمدیہؐ کا ایک فرد اور امتی ہو۔ اس کی ممانعت اس سے نہیں نکل سکتی۔

آخرالانبیاء و آخر المساجد:: رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث کہ انا اُخر الانبیاء و مسجدی آخر المساجد یعنی میں آخری نبی ہوں۔ اور میری مسجد مسجدوں میں سے آخری ہے۔ اب اگر مسجدی آخر المساجد کے بھی وہی معنے لئے جائیں۔ جو ہمارے مخالفت آخرالانبیاء کے لیتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ مسجد نبوی کے بعد کوئی مسجد نہیں بن سکتی۔ مگر یہ بات نا قابل قبول ہے۔ دنیا میں لاتعداد مساجد بعد کی بنی ہوئی موجود ہیں اور نئی مساجد تعمیر ہوتی

رہتی ہیں۔ پس لازماً اس کے یہی معنے ہوں گے۔ کہ بلحاظ نشان وعظمت اور بزرگی مسجد نبوی کے پایہ کی کوئی اور مسجد نہیں ہوگی۔ اور جب آخر المساجد کے یہ معنی کئے جائیں گے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اس سے ملحقہ جملہ کا مطلب اسی رنگ میں نہ لیا جائے۔ اور اس طرح یہ معنے ہوں گے۔ کہ جس طرح مسجد نبویؐ کے پایہ اور مرتبہ کی کوئی اور مسجد اس کے بعد نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پایہ و مرتبہ اور عظمت وشان کا کوئی نبی آپ کے بعد نہیں ہوسکتا۔ ہاں آپ کی غلامی میں نبوت مل سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف ایسی نبوت کا سلسلہ منقطع ہے۔ جو شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے والی ہو۔ اور صرف ایسے نبی کی آمد ممنوع ہے جو کوئی نئی امت قائم کرنے والا ہو۔ والّا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں نبوت حاصل کرتا۔ اور امتی نبی ہونا کسی دلیل سے منع ثابت نہیں۔ (الفضل مورخہ 23 جولائی 1933ء صفحہ 5-6)

لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا

کے متعلق مخالفین کے اعتراضات کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ آپ نے اپنی صداقت کو دلائل بینہ و براہین ساطعہ سے ثابت کیا۔ مخالف وموافق دونوں فریقوں نے آپ کے قلم کا لوہا تسلیم کیا۔ آپ نے اپنے دشمنوں کو میدان دلائل میں آنے کے لیے کھلی دعوت دی۔ مگر

آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

بعض لوگوں نے آپ کے دعویٰ کے خلاف دلائل رکیکہ وعذرات لنگ پیش کیے۔ مگر آخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استدلالات قویہ وحجج نیّرہ کے آگے سرنگوں ہو گئے۔

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم ہی سے دکھایا ہم نے

عقیدہ وفاتِ مسیح اور اس کے روشن دلائل نے مخالفین کو مبہوت کر دیا۔حتی کہ آج مخالف مولوی اس مسئلہ پر بحث کرنا اپنے لیے سمِ قاتل اور سیف لا یغادر خیال کرتے ہیں۔

خاتم کے معنی:: انقطاع نبوت کے بے بنیاد عقیدہ کو حضورؑ نے بیخ و بن سے ہلا دیا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت اور مبرہن واقعیت ہے کہ قرآن کریم سے اس مسئلہ کی تائید میں کوئی استدلال بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔''خاتم النبیین'' کی آیت کو پیش کرنے والے آج تک کلام عرب سے کوئی مثال ''خاتم'' کے کسی قوم کی طرف مضاف ہونے کی حالت میں آخری کے معنوں کے لیے نہیں دکھا سکے۔اور نہ ان شاء اللہ آئندہ دکھا سکیں گے۔ **ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا**۔حالانکہ اس کے خلاف ''خاتم'' کا لفظ کسی قوم کی طرف مضاف ہونے کی حالت میں ''افضل'' کے معنوں میں کثرت سے اہل عرب نے استعمال کیا ہے۔جیسا کہ حسن بن وہب کا ابو تمام کے مرثیہ میں

فجع القریض بخاتم الشعراء   وغدیر روضتھا حبیب الطائی

لکھ کر ابو تمام متوفی کو ''خاتم الشعراء'' بمعنی ''افضل الشعراء'' قرار دینے سے اظہر من الشّمس ہے۔پھر قران کریم کی متعدد آیات۔(1) اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس۔(2) لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔(3) یا بنی اٰدم امّا یاتینکم رسل منکم۔بھی خاتم النبیین کے ہمارے مخالفین کے بیان کردہ معنوں کو غلط اور باطل قرار دے رہی ہے۔

حضرت عائشہؓ کا قول

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ''قولوا انه خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ''۔ (تکملہ مجمع البحار صفحہ 85) (کہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو مگر یہ نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا) بھی انقطاع نبوت کی علی الاعلان تغلیط کر رہا ہے۔

رسول کریم ﷺ کا قول:: پھر آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ سال بعد اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر آنحضرت ﷺ کا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا فرمانا کہ ''اگر میرا یہ بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا'' بتاتا ہے کہ حضورؐ کے نزدیک ''خاتم النبیین'' کے معنی آخری نبی کے نہیں تھے۔ اور یہ کہ حضور اپنے آپ کو نبیوں کا ختم کرنے والا خیال نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اگر نبوت بند ہو چکی تھی تو حضورؐ کو بجائے لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا فرمانے کے لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَمَا کَانَ نَبِیًّا لِاَنِّی خَاتَمُ النبیین۔'' فرمانا چاہیے تھا کہ خواہ یہ زندہ رہتا تب بھی نبی نہ ہوتا۔ کیونکہ میں ''خاتم النبیین'' ہوں مگر حضورؐ نبوت کی نفی نہیں فرماتے۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں جو صحاح ستہ میں سے ہے درج ہے چنانچہ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں

''حدثنا عبد القدوس بن محمد حدثنا داؤد بن شبیب الباھلی حدثنا ابراھیم بن عثمان حدثنا الحکم بن عتیبة عن مقسم عن ابن عباس قال لما مات ابراھیم ابن رسول الله ﷺ صلی علیه و قال ...... لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًا'' (ابن ماجہ باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ) بعض مولوی ہمارے استدلال سے جھنجھلا کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے ہم اس حدیث کے تمام راویوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ اپنی تحقیق درج کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

حدیث لو عاش پہلا راوی:: اس حدیث کا پہلا راوی ''عبدالقدوس بن محمد'' ہے۔ اس کے متعلق تہذیب التہذیب مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی میں جو اسماء الرجال کی بہترین کتاب

ہے لکھا ہے۔"قال ابن ابی حاتم سمع منه ابی فی الرحلة الثالثة وسئل عنه فقال صدوق وقال النسائی ثقة وذکره ابن حبان فی الثقات"

ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ عبدالقدوس بن محمد سے میرے باپ نے اپنے تیسرے سفر میں حدیثیں سنیں اور میرے والد سے عبدالقدوس کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیسا ہے تو اس نے کہا کہ یہ شخص بڑا راستباز ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ عبدالقدوس بن محمد ثقہ ہے۔ اسی طرح ابن حبان نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

دوسرا راوی:: اس حدیث کا دوسرا راوی داؤد بن شبیب الباہلی ہے اس کے متعلق بھی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے"قال ابو حاتم صدوق وذکره ابن حبان فی الثقات۔" (تہذیب جلد 3 صفحہ 188) ابوحاتم نے کہا کہ داؤد بن شبیب باھلی بڑا راست باز ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

تیسرا راوی:: اس کا تیسرا راوی ابراہیم بن عثمان ہے یہ شخص واسط شہر کا قاضی تھا اس کے متعلق بھی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے"قال یزید ابن هارون ما قضیٰ علی الناس رجل یعنی فی زمانه اعدل فی قضاء منه و قال ابن عدی له احادیث صالحة۔" (تہذیب التہذیب جلد 1 صفحہ 145)

یزید ابن ہارون نے کہا کہ ابراہیم بن عثمان کے زمانہ میں اس سے بڑھ کر اور کسی شخص نے عدل وانصاف نہیں کیا اور ابن عدی نے کہا کہ اس کی بیان کردہ حدیث سچی ہوتی ہیں۔

چوتھا راوی:: چوتھا راوی الحکم بن عتیبہ ہے۔ اس کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے قال عباس الدوری وکان صاحب عبادة و فضل و قال ابن عیینة ما کان بالکوفة بعد ابراهیم والشعبی مثل الحکم وقال ابن مهدی الحکم بن عتیبة ثقة

ثبت۔'' (جلد 2 صفحہ 433)

عباس دوری نے کہا ہے کہ حکم بن عتیبہ بڑا صاحب عبادت وافضل تھا اور ابن عیینہ نے کہا ہے کہ کوفہ میں ابراہیم اور شعبی کے بعد حکم جیسا کوئی شخص نہ تھا اور ابن مہدی نے کہا ہے کہ حکم بن عتیبہ ثقہ ہے۔قابل اعتبار بھروسہ ہے۔

پانچواں راوی:: اس حدیث کا پانچواں راوی ''مقسم'' ہے اس کے متعلق لکھا ہے ''قال ابو حاتم صالح الحديث وقال ابن شاهين في الثقات قال احمد بن صالح المصري ثقة ثبت لا شك فيه و قال البجلي مكي تابعي ثقة۔'' ابوحاتم نے کہا ہے کہ مقسم سچی حدیثوں والا ہے اور ابن شاہین نے مقسم کو ثقہ قرار دیا ہے۔احمد بن صالح مصری نے کہا ہے کہ مقسم ثقہ اور قابل اعتبار ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بجلی نے کہا ہے کہ یہ شخص مکی ہے تابعی اور ثقہ ہے۔

چھٹا راوی:: چھٹے راوی حضرت ابن عباس ہیں۔یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے ان کے متعلق اتنا نقل کرنا ہی کافی ہے کہ ''شاهد جبرائيل مرتين'' (الاکمال فی اسماء الرجال) کہ آپ نے جبرائیل کو دو دفعہ دیکھا۔

تیسرے راوی کے متعلق بحث:: ہم نے حدیث لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا کے تمام راویوں کی صحت کو کتب اسماء الرجال سے ثابت کر دیا ہے۔مخالف مولوی ابراہیم بن عثمان کے متعلق کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسے بعض لوگوں نے متروک الحدیث اور منکر الحدیث قرار دیا ہے۔لہذا یہ حدیث ضعیف ہے حالانکہ ہم نمبر 3 میں ابراہیم بن عثمان کے متعلق اسی تہذیب وتہذیب سے جس کا مخالف مولوی حوالہ دیتے ہیں۔دکھا چکے ہیں کہ وہ صالح الحدیث ہے جیسا کہ لکھا ہے لہ احادیث صالحۃ کہ اس کی حدیثیں سچی ہوتی ہیں۔نیز یہ کہ وہ شہر واسطہ کا قاضی تھا۔اور لکھا ہے ما قضى على الناس رجل يعني في زمانه اعدل

فی قضاء منہ۔'' کہ ابراہیم بن عثمان کے زمانہ میں اس سے بڑھ کر کوئی شخص عدل اور انصاف کرنے والا نہ تھا بھلا جو شخص اس قدر منصف اور عادل ہو کہ اس کے زمانے میں اس کی نظیر ہی نہ ہو اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ وضاع تھا اور جھوٹی حدیثیں بناتا تھا سخت ناانصافی اور ظلم ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ جو بے نظیر حدیث اور بے مثال منصف تھا کئی لوگوں کو ذاتی طور پر رنج اور غصہ ہوگا۔ کسی شخص کا اپنے ذاتی اور غصے کی بناء پر اس کے خلاف کوئی ایسا الزام یا بہتان لگا دینا جس کی کوئی بنیاد نہ ہو اس شخص کو جھوٹا اور وضاع ثابت نہیں کر سکتا۔

2۔ تہذیب التہذیب میں ابراہیم بن عثمان زیر بحث کے متعلق لکھا ہے۔

''وقال ابن عدی له احادیث صالحة وهو خير من ابی حیة۔'' (جلد 1 صفحہ 145) کہ ابن عدی نے کہا ہے کہ ابراہیم بن عثمان (ابوشیبہ) کی حدیثیں سچی ہوتی ہیں اور وہ ابی حیہ سے اچھا ہے'' اور ابوحیہ کے متعلق اسی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے ''وثقه الدار القطنی وابن قانع و ابن حبان و قال النسائی ثقة۔'' (جلد 1 صفحہ 113) کہ ابوحیہ کو دارقطنی، ابن قانع اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ تھا۔ ابوحیہ متفقہ طور پر ثقہ ہے اور ابراہیم بن عثمان ابوحیہ سے اچھا ہے تو اندریں صورت ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کو احسن طور پر ثقہ ماننا پڑے گا۔

3۔ کسی کے کسی راوی کو خواہ مخواہ ضعیف یا غیر معتبر قرار دے دینے سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ وہ فی الواقعہ ضعیف ہے۔ جب تک کہ اس کے ضعیف یا غیر معتبر ہونے کی کوئی معقول اور مدلل وجہ موجود نہ ہو۔ چنانچہ اس کی چند مثالیں تہذیب التہذیب ہی سے ملاحظہ ہوں۔ 1۔ ابراہیم بن عبداللہ بن محمد کے متعلق لکھا ہے ''زعم ابن القطان انه ضعيف'' کہ ابن القطان نے ابراہیم بن عبداللہ بن محمد کو ضعیف خیال کیا ہے حالانکہ اسی صفحہ پر اسی جگہ اسی کے متعلق لکھا

ہے ’’قال الخلیلی کان ثقة وقال مسلمة بن قاسم الاندلسی ثقة۔‘‘ کے خلیلی نے کہا۔ ابراہیم بن عبداللہ ثقہ تھا۔ مسلمہ بن قاسم الاندلسی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ تھا۔ (جلد صفحہ 136)

3۔ پھر ابراہیم بن صالح بن درہم الباہلی ابومحمد مصری کے متعلق لکھا ہے ’’قال الدار قطنی ضعیف‘‘ دارقطنی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ حالانکہ ’’ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔‘‘ ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ (جلد 1 صفحہ 128)

3۔ پھر عبدالرحمن بن عطاء القرشی کے متعلق لکھا ہے۔ ’’قال الازدی لا یصح حدیثه و قال الحاکم ابو احمد لیس بالقوی۔‘‘ کہ ازدی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور حاکم ابو احمد نے کہا ہے وہ پکا راوی نہیں ہے۔ مگر ’’قال ابن حبان یعتبر حدیثه کان ثقة۔ وقال النسائی ثقة۔‘‘ (تہذیب جلد 1 صفحہ 231) کی ابن حبان نے کہا ہے اس کی حدیثیں معتبر ہیں اور وہ ثقہ ہے۔ نسائی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

سچی اور صحیح حدیث:: پس ابراہیم بن عثمان کو اگر بعض لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حدیث ضعیف ہے انصاف کا خون کرنا ہے خصوصاً جب کہ اس کے متعلق لہ احادیث صالحة اور خیر من ابی حیه کے الفاظ موجود ہیں حدیث لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ایسی پکی اور صحیح حدیث ہے کہ اس کے متعلق شہاب علی البیضاوی جلد 7 صفحہ 175 میں لکھا ہے۔ ’’اما صحة الحدیث فلا شبهة فیه لانه رواه ابن ماجة وغیره کما ذکره ابن حجر۔‘‘ کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ اس کو ابن ماجہ نے (جو صحاح ستہ میں سے ہے) روایت کیا ہے اور دوسروں نے بھی جیسا کہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے پھر ملا علی قاری نے اپنی کتاب موضوعات کبیر کے صفحہ 58، 59 پر اس حدیث پر کافی بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں ابراہیم بن عثمان کو بعض لوگ متروک قرار دیتے ہیں مگر اس سے حدیث

لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا ضعیف ثابت نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ لھا طرق ثلاث یقوی بعضھا بعضاً کہ اس حدیث کی صرف ایک ہی سند نہیں ہے بلکہ یہ حدیث تین طریقوں سے مروی ہے اور یہ نہیں کہ ان میں سے کوئی طریقہ ضعیف ہو بلکہ ایک طریقہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے۔ پھر شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج میں لَوْ بقی اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا لکھ کر اس حدیث کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

ملا علی قاری کا بیان:: ملا علی قاری تو اس حدیث کو اس قدر صحیح سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو خاتم النبیین کی مفسر قرار دیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں ''قلت مع ھذا لو عاش ابراھیم و صار نبیا و کذا لو صار عمر نبیا لکان من اتباعه ﷺ...... فلا یناقض قوله خاتم النبیین اذ المعنیٰ انه لا یاتی نبی ینسخ ملته و لم یکن من امته''

(موضوعات کبیر صفحہ 59)

مَیں کہتا ہوں کہ علاوہ ازیں اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا اور اسی طرح اگر حضرت عمر نبی ہو جاتے تو آنحضرت ﷺ کے متبعین میں سے ہوتے .... پس یہ حدیث خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے کیونکہ (خاتم النبیین) کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی امت سے نہ ہو۔

اگر یہ حدیث ضعیف ہوتی تو ملا علی قاری جیسا محدث اس کو فوراً ضعیف قرار دیتا اور ''خاتم النبیین'' اور اس کے درمیان سے مزعومہ تناقض کو دور کر کے آپس میں تطبیق نہ دیتا۔

پس حدیث مذکور کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

فیاحبی تفکر فی کلامی	فان الفکر للتقوی و شاح

امید ہے مخالف مولوی اب اس حدیث پر اعتراض کر کے خواہ مخواہ کی خفت نہ اٹھائیں گے۔

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ

کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اس پہ قربان ہے

(الفضل 25 اکتوبر 1929ء صفحہ 6-7)

کیا حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ کیا؟

خدا تعالیٰ کی یہ سنت قدیمہ ہے کہ وہ دنیا میں ظلمت وگمراہی کے زمانہ میں نور وہدایت بھیجتا ہے۔ اس کے پاک کلام کو کماحقہٗ سمجھنے کی اہلیت بجز المطہرون کے زمرہ کے کسی کو نہیں ہوتی۔ اسی لیے وہ اپنے کلام کی مس کے لیے ''بعثت رسول'' کو ضروری قرار دے کر **یعلمھم الکتاب والحکمۃ** کی شان کا اظہار کراتا ہے۔ اس تعلیم مطہرہ کی تفہیم کے وسیع میدان میں کئی لوگ گہ افراد کی خاردار جھاڑی ہو اور گہ تفریط کے سنگلاخ وادیوں میں بھیمون کا چکر لگاتے ہیں سب سے زیادہ محفوظ اور صراط مستقیم پر قائم گروہ وہی ہوتا ہے جس کا لائحہ عمل **خیر الامور اوسطھا** کا سنہری اصول ہو۔ اسی کلیہ کے مطابق امت محمدیہ کے ایک گروہ نے اپنے تمام عقائد کی بنیاد احادیث کو ٹھہرایا تو دوسرے گروہ نے کہا کہ قرآن کے 30 پاروں کے علاوہ کوئی کلام قابل قبول ہی نہیں اور نہ اس کے فہم کے لیے کسی **المطھرون** کے گروہ کی ضرورت ہے۔ غرض یہ کہ ایک گروہ افراط اور دوسرا تفریط کی تیز رو میں بہہ گیا۔ اس وقت ہمارا مخاطب صرف وہ فریق ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باوجود کی آمد بالکل غیر ضروری اور ناقابل استفادہ شے قرار دیتا ہے۔ اس فریق کا ایک رسالہ ''اشاعت القران'' ماہوار لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں جناب ایڈیٹر ابوعیسیٰ حشمت العلی' صاحب نے ''احمدی نمبر'' کے

عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے۔ جس میں جماعت احمدیہ کو اپنے لا یعنی اور بے سرو پا اعتراضات کے جواب لکھنے کی دعوت دی ہے۔

اس رسالہ میں صفحہ 5 پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حضرت محمد الرسول اللہ سلام علیہ (نقل بمطابق اصل) پر فضیلت کا دعوی کہ عنوان سے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ گو جس پایہ کا وہ مضمون ہے اس لحاظ سے تو بقول حالی

جز ترک جواب کوئی تدبیر نہیں

پھر بھی صرف اس لیے کہ جناب حشمت العلی کو ناز نہ رہے کچھ عرض کرتا ہوں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کا اس مضمون سے سوائے اشتعال انگیزی کے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ ایڈیٹر صاحب اس مایا ناز مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں۔ ''تمام اسلامی پرچوں سے درخواست ہے کہ وہ اس مضمون کو اپنے پرچوں میں درج فرما کر از روئے اسلام اپنے خیالات کا اظہار فرما دیں۔''

رسول اکرم ﷺ کی تفسیر کلام اللہ کو ہیچ سمجھنا اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے ترجمہ کو اس سے اعلیٰ قسم کا ترجمہ'' قرار دینا (صفحہ 24) پھر رسول عربی ﷺ (سید ولد آدم) کو ایک چٹھی رساں (**نعوذ باللہ من ذالك**) کی حیثیت سے دنیا میں دنیا کے سامنے پیش کرنا آپ کی کسرِ شان کا مرتکب ہونا جن لوگوں کا کام ہو ان کے منہ سے یہ نکلنا کہ مرزا صاحب نے رسول کریمؐ پر فضیلت کا دعوی کیا نہایت ہی عجیب ہے۔

سنیے! ہم مسیح موعود علیہ السلام رسول اکرم ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَ وَاللهِ اِنِّیْ قَدْ تَبِعْتُ مُحَمَّدًا

وَفِیْ کُلِّ آنٍ مِنْ سَنَاہُ انورُ

(خطبہ الہامیہ صفحہ 204)

کہ خدا کی قسم میں نے آنحضرت ﷺ کی اتباع کی ہے اور آپ ہی کے نور سے میں ہر وقت روشن کیا جاتا ہوں۔

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں	وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا	وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
ہم تھے دلوں کے اندھے سوسو دلوں پہ پھندے	پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے
وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا	نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

پھر فرمایا

سرے دارم فدائے خاک احمد	دلم ہر وقت قربان محمد
دگر استاد را نامے ندانم	کہ خواندم در دبستان محمد
بدیگر دلبرے کارے ندارم	کہ ہشتم کشتۂ آن محمد

پھر اسی خطبہ الہامیہ میں جس کا حوالہ جناب نے دیا ہے۔لکھا ہے۔

''والیہ اشار سیدنا المصطفیٰ۔ ورسولنا المجتبیٰ و امام المتقین و خاتم النبیین۔'' خطبہ الہامیہ صفحہ 13 پھر صفحہ 28 پر ''کسیدی احمد'' بھی ملاحظہ ہو۔

اللہ اللہ! جس شخص کی بنیاد ہی اس بات پر ہو کہ وہ رسول اکرم ﷺ کا غلام ہے۔اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اپنے آپ کو رسول عربی سے افضل سمجھتا ہے۔حد درجہ کی طرح افترا پردازی اور کذب آفرینی نہیں تو اور کیا ہے؟

واہ رے جوش جہالت خوب دکھائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

(المسیح الموعود)

آپ نے اپنے اس مقصد کے لیے خطبہ الہامیہ صفحہ 188 سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت کو پیش کیا ہے۔حالانکہ صفحہ 188 پر اس کے بالکل الٹ لکھا ہے۔

اگر جناب حشمت العلی صاحب تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت پڑھتے تو اس قدر صفحات کالے کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔مگر ''لھم اعین لا یبصرون بھا۔'' کے ارشاد خداوندی کا پورا ہونا ضروری تھا۔صاحب! خطبہ الہامیہ کا صفحہ 188 کھولنے کی تکلیف گوارا فرمائیے اور غور سے پڑھیے کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بعثت کا ذکر فرمایا ہے۔یا رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا؟

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا ہے۔کہ میں رسول اکرم ﷺ سے افضل ہوں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔کیا روئے زمین پر کوئی چکڑالوی خطبہ الہامیہ صفحہ 188 پر سے یہ دکھا سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''اپنی روحانیت'' کو آنحضرت ﷺ سے اقوی اور اکمل قرار دیا ہے؟ سنیئے! حضرت مسیح موعود کیا فرماتے ہیں؟ ذرا پڑھیے کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں کس کی روحانیت کا ذکر ہے۔

''بل الحق ان روحانیة علیه السلام ...... اشد و اقوی و اکمل۔''
صفحہ 188

کیا ''روحانیۃ'' کے معنی میری روحانیت کے ہوا کرتے ہیں۔کیا اسی برتے پر قران دانی کا دعویٰ ہے؟ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔''حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت اقوی، اکمل اور اشد ہے۔'' فرمائیے جناب حشمت العلی صاحب! کہاں ہے وہ عبارت جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ پر فضیلت کا دعوی کیا ہے؟'' حیرت ہے کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی سر بازار توہین کریں۔آپ کے کلمات

طیبات کو کفر و الحاد (نعوذ باللہ) قرار دیں تو کچھ ہرج نہیں۔ مگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت کو دنیا میں پہنچائیں آپ کو تمام انبیاء کا آقا اور مطاع قرار دیں تو فوراً شور پڑ جاتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

(الفضل 10 مئی 1929ء صفحہ 9)

پیارا مسیح موعودؑ

خدا کا پیارا فرستادہ مسیح موعودؑ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق سرزمین قادیان میں مکین وقت پر مبعوث ہوا۔ اس نے تمام دنیا کے مذہبوں کو اسلام کے مقابلہ میں بلایا۔ جو کوئی سامنے آیا اس نے منہ کی کھائی۔ آپ کے زورِ قلم کو مخالفین نے تسلیم کیا۔ آپ کی جادو بیانی نے لاکھوں دلوں کو مسحور کر لیا۔ آپ کی باطن شکن صدا نے ضلالت و گمراہی کے قلعے مسمار کر دیئے۔ کفر اپنے ساز و سامان کے ساتھ زندہ درگور ہو گیا۔

خدا کا پیارا کتنا پیارا تھا۔ اس کی بات بات میں ایک خاص بات تھی۔ اس کے نقطے نقطے میں رازہائے معرفت کا ایک خزانہ تھا۔ اس کی تحریر و تقریر روحانیت کے پیاسوں کے لئے آبِ حیات تھی۔ اس نے ہمیں محبت کی زنجیروں میں جکڑا۔ اس نے ہمارے مال و جان بیع کر لئے۔ ہم ظلمت و گمراہی کے تاریک و تار گڑھے میں گر رہے تھے۔ نہیں بلکہ گر پڑے تھے۔ اس نے اس نور کے ذریعہ جو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل اتباع کرنے پر خدا تعالیٰ سے ملا تھا۔ ہمیں اس گڑھے میں گرنے سے بچایا۔ نہیں اس گڑھے سے صحیح و سالم نکال لایا۔ کیا

اس کا یہ احسان نہیں۔شفقت بلکہ موہبت ہمارے بارِ احسان نگوں سروں اتر سکتی ہے؟

اللہ اللہ! اس خدا کے برگزیدہ انسان کو اپنی صداقت پر کتنا اعتماد تھا۔اس کے دلی میں اپنی قوم کے لئے لئے کتنی تڑپ تھی تھی دہ جیتا تھا۔تو ہماری بہتری کے لئے اور وہ ہماری ہی بہتری کے کاموں میں مصروفیت کی حالت میں ہم سے جدا ہوا اس سے کہا۔

بمُطّلعٍ　علی　اسرار　بالی

بعالمٍ　عیبی　فی　کُلِّ　حَالی

بوجهٍ　قد　رای　اعشار　قلبی

بمستمعٍ　الصوخی　فی　اللیالی

لَقَدْ　اُرْسِلْتُ　من　ربٍ　کریمٍ

رحیمٍ　عند　طوفانِ　الضلالی

میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو میرے دل کے بھید جاننے والا ہے۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو میرے ہر حال میں عیب جانتا ہے۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو میرے دل کے ٹکردوں کو دیکھتا ہے۔اور اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو رات کو میری چیخ و پکار اور دعاؤں کو سنتا ہے کہ میں اسی رحیم اور کریم خدا کی طرف سے اس گمراہی کے زمانہ میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پیارے بھائیو! ان الفاظ پر غور کرو اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر سوچو۔ کہ کیا کوئی جھوٹا آدمی خدا کو حاضر ناظر جان کر ایسا کہنے کی جرات کر سکتا ہے۔؟

(2) خدا تعالیٰ قرآن شریف سورۂ جمعہ فرماتا ہے۔ یہودی لوگوں سے کہتے ہیں۔ ہم خدا کے دوست ہیں۔اور یہ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۔

اسے یہودیو! اگرتم اپنے آپ کو خدا کا دوست سمجھتے ہو۔تو اپنے لئے بددعا کرو۔موت کی تمنا کرو۔مگر یاد رکھو کہ یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔کیونکہ یہ اپنی بداعمالیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں اور خدا ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔کہ برے اعمال کرنے والے ظالم لوگ جو یہ دعوئے کہتے ہیں۔کہ ہم خدا کے دوست ہیں۔وہ موت کی تمنا نہیں کرتے۔

پیارے بھائیو! اس بات کو دل میں رکھ کر خدا کے اس پیارے برگزیدہ کا کلام سنو۔جو ہماری خوش قسمتی سے ہمارے ہی زمانہ میں مبعوث ہوا۔اور اپنے پیارے خدا کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:۔

اے قدیر و خالقِ ارض و سماء	اے رحیم و مہربان و رہنما
ایکہ میداری کہ بر دلہا نظر	ایکہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو می بینی مرا پر فسق و شر	گر تو دید استی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن من بد کار را	شاد کن این زمرۂ اغیار را
بر دلِ شان ابر رحمت ہا بیار	ہر مرادِ شان بفضل خود برار
آتش افشاں بر در و دیوارِ من	دشمنم باش و تباہ کن کارِ من

اے قدیر! اے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے! اے رحیم ومہربان ورہنما خدا، اور اسے وہ خدا جو تمام دلوں پر نظر رکھتا ہے۔کچھ بھی نہ ہوتو بھی دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت رکھتا

ہے۔ اگر تو یہ دیکھتا ہے کہ میں برائیوں اور گمراہیوں سے بھرا ہوا ہوں۔ اور اے خدا! اگر تیرے نزدیک میں بہت برا بھرا ہوا ہوں۔ اور اے خدا! اگر تیرے نزدیک میں بہت برا آدمی ہوں۔ تو اے میرے خدا! تو میرے اس بدکار جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ اور مجھے تباہ کر کے میرے ان دشمنوں کو خوشی دکھا۔ ان پر اپنی رحمت نازل فرما۔ اور ان کی مرادیں پوری کر۔ اور نہ صرف مجھ پر بلکہ میرے درو دیوار پر، میرے گھر بار پر۔ میرے بال بچوں پر آگ برسا۔ اور میرے تمام کام کو تباہ کر کے میرے دشمنوں کو خوش کردے۔

بھائیو! خدا کے لئے سوچو! کیسی زبردست بددعا ایک شخص خدا کے حضور کھڑا ہو کر نہایت عاجزی سے دعا کرتا ہے کہ اے مولا۔ اگر میں سچا نہیں ہوں۔ اور یہ سب باتیں میں نے اپنے پاس سے بنائی ہیں اور تو نے مجھے نہیں بھیجا۔ تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ نہ صرف مجھ پر بلکہ میری بیوی، بال بچوں سب پر آگ برسا۔ ایک طرف تو وہ یہ بددعا کر رہا ہے۔ دوسری طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ جھوٹا آدمی اپنے لئے بددعا نہیں کیا کرتا۔ پھر وہ باوجود ایسی خطرناک اور دل کو ہلا دینے والی بددعا کے ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ دن بدن پھولتا اور پھلتا چلا جاتا ہے۔ اس کی اولاد بڑھتی ہے۔ اس کی جماعت ترقی کرتی ہے۔ اس کی تعلیم تمام دنیا میں پھیلتی جاتی ہے۔ اور اس کے دشمن کم ہوتے جاتے ہیں۔ ان کو ذلت اور نکبت کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ پیارے بھائیو! سوچو، غور کرو۔ کہ آخر کیا بات ہے؟ خدا کی قسم! اگر خدا تعالیٰ موجود ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ وہ موجود ہے۔ تو ایسا کہنے والا شخص کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ وہ یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر میدان میں کامیاب ہوتا ہے۔ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

(3) خدا کا پیارا مسیح موعود عین وقت پر آیا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

''الآیہ بعد المائتین''(مشکوٰۃ صفحہ 741 حاشیہ) کہ مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کا وقت بارہویں صدی کے بعد ہوگا۔

مسیح موعود علیہ السلام عین بارہویں صدی کے بعد آیا۔ اس نے پکار کر کہا

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا	یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا
مسیح وقت اب دنیا میں آیا	خدا نے عید کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا	صحابہ کو ملا جب مجھ کو پایا
وہ آیا منتظر تھے جسکے دن رات	معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات

وہ اس دنیا میں قریباً چالیس سال تک پکارتا رہا کہ یادرکھو جس نے آنا تھا۔ وہ آ گیا۔ اب کوئی آسمان سے نازل نہیں ہوگا۔ ہم نے دیکھا کہ واقعی اس کی موجودگی میں کوئی خونی مہدی نہ آیا۔ کوئی مسیح آسمان سے نازل نہ ہوا۔ آج اس کو ہم سے جدا ہوئے بیس سال سے زیادہ ہو گئے۔ کوئی دعویدار پیدا نہ ہوا۔ اب تو چودھویں صدی بھی نصف کے قریب گزر گئی۔ اس نے تو تیرھویں کے ابتدا میں آنا تھا۔ اے سوچنے والو! غور کرو! یہ کیا راز ہے۔

مسیح موعودؑ نے فرمایا

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت	میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مگر افسوس ان لوگوں پر کہ انہوں نے وہی کیا جو ان سے پہلوں نے پہلے نبیوں سے کیا تھا۔ خدا کے اس پیارے پر کفر کے فتوے دیئے۔ اس کی تعلیم پر ٹھٹھا اور تمسخر کیا اسے گالیاں دیں مگر اس خدا کے پیارے نے یہی فرمایا:

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو	رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
کافر و ملحد و دجالی ہمیں کہتے ہیں	نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد	تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

پھر فرمایا

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

پیارے بھائیو! خدا کا وہ برگزیدہ ہم میں آیا اور اپنا کام کرتا ہوا اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ ہم نے اس کی صداقت کے نشان دیکھے اور اس کی صداقت پر ایمان لائے۔ مبارک وہ جو اس نور خداوندی کو قبول کر کے اندھیرے کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دے۔

(الفضل قادیان مورخہ 17 مئی 1929ء صفحہ 5)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابی

اک ہیں جو پاک بندے اک ہیں دلوں کے گندے
جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے

(المسیح الموعودؑ)

ایک مدعی ماموریت کا یہ دعوئے کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ کوئی معمولی دعوے نہیں۔ ابتدائے دنیا سے آج تک لاکھوں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے وقتاً بعد وقت یہ دعویٰ کیا۔ ان میں سے ایک بہت بڑی جماعت کو ہم نے اپنے دعوئی میں سچا اور راستباز یقین کیا۔ اور ایک دوسری جماعت کو جھوٹا اور مکار خیال کر کے ان سے اظہار بیزاری کیا۔

قرآن مجید میں دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر آیا ہے۔ راستبازوں کی علامتیں اور کذابوں کی نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ تاریخی واقعات بھی قرآنی اصول کی تائید میں ایک واضح اور

روشن حقیقت پیش کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے دعویٰ فرمایا۔ کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اور خدا کا کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ آپ کے بالمقابل مسیلمہ یمامی اور اسود عنسی نے بھی یہی دعویٰ کیا۔ مگر نتیجہ کیا ہوا؟ خدا کی نصرت اور تائید نے خدا کے پیارے اور سچے رسول عربی ﷺ کا ساتھ دیا۔ اور آپ اور آپ کی جماعت روز بروز ترقی کرتی گئی۔ ابولہب، ابو جہل، عقبہ اور شیبہ جیسے باسامان دشمنوں نے اس بظاہر بے سروسامان جماعت کے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مال دولت نیزہ و تلوار، قتل و غارت، تعذیب و ترعیب، مقاطعہ و بائیکاٹ غرض کہ ہر ممکن طریق سے آپ کی تبلیغ کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ مخالفین کا مقصد وحید یہی تھا کہ کسی طرح خدائے واحد و یگانہ کے پرستار دنیا میں پیدا نہ ہوں اور انسانوں کا افلاس تخیل 360 ''خداؤں'' ہی کی عبادت کی صورت میں نمایاں ہوتا رہے مگر ان کی تمام مخاصمانہ سرگرمیاں حسرتیں اور ناکامیاں بنتی گئیں اور آخر وہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان اور اپنی ناکامی پر شرمندہ ہوئے۔

رسول کریم ﷺ کے بالمقابل مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی آندھی کی طرح اٹھے اور بگولے کی طرح غائب ہو گئے مسیلمہ کذاب کے ڈیڑھ یا 2 سال کے عرصہ میں جس قدر پیرو بنے تھے۔ وہ بہت جلد تتر بتر ہو گئے۔ اور وہ خود انتہائی و بے کسی بے بسی کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں قتل ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی تدریجی کامیابی اور آپ کے بالمقابل مسیلمہ کذاب کی حیرت انگیز تباہی اس بات کا کھلا کھلا ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ جہاں اپنے پیچھے انبیاء اور ان کی جماعتوں کو علیٰ رغم انف الاعداء ترقیات اور پے بہ پے فتوحات عطا فرماتا ہے۔ وہاں جھوٹے مدعیان نبوت کو ہرگز ترقی اور کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اور خسران و شکست کا طوق ان کے گلے کا ہار ہو کر رہ جاتا ہے۔

(2) قرآن مجید میں اس زبردست معیار صداقت کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔(1) اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ (سورہ مائدہ رکوع 8) یاد رکھو کہ خدا کی جماعت ہی ہمیشہ غالب اور کامیاب ہوتی ہے؟ (2) اس کے بالمقابل کذابوں کی جماعت کا ذکر اس طرح فرمایا۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ (سورہ مجادلہ رکوع 3) یادرکھو کہ شیطانی گروہ ہمیشہ ناکام و نامراد ہوتا اور گھاٹے اور خسارے میں رہتا ہے؟

(3) سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح معلوم ہو کہ غالب گروہ کونسا ہے؟ کیونکہ ہر ایک گروہ میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ غالب ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ حل کر دیا ہے۔ فرمایا أَفَلَا یَرَوْنَ أَنَّا نَاْتِی الْأَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا أَفَھُمُ الْغَالِبُوْن (انبیاء ع 4) کہ یہ لوگ جو مدعیٔ نبوت کے منکر ہیں۔ ایک زمین کے ٹکڑے کی طرح ہیں۔ اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم اس زمین کو آہستہ آہستہ چاروں طرف سے کم کرتے چلے آتے ہیں۔ کیا اب بھی وہ یہی کہتے ہیں۔ کیا وہ غالب ہیں؟ یعنی سچے نبی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی جماعت روز بروز تدریجاً بڑھتی۔ اور اس کے مقابل اس کے مخالفین کی جماعت بتدریج کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ مدعی نبوت کی تدریجی ترقی اور اس کے بالمقابل اس کے مخالفین کا تدریجی مگر عبرتناک تنزل اس مدعی کے صادق اور منجانب اللہ ہونے پر یقینی اور قطعی دلیل ہے۔

(4) پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْأَشْھَادُ (مومن ع 2) کہ ہم اپنے انبیاء اور ان کی جماعتوں کی اسی دنیا میں مدد کرتے ہیں۔ اور پھر قیامت کے دن بھی ہم ہی ان کے مددگار رہوں گے گویا خدا تعالیٰ کا یہ ازلی ابدی قانون ہے کہ وہ اپنے رسولوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد اور

نصرت فرماتا ہے۔اوران کے معاندین کی معاندانہ اورمخاصمانہ سرگرمیوں کو(جوانبیاءاوران کی جماعتوں کونیست ونابودکرنے کے لئے کی جاتی ہیں)کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

(5) چنانچہ اس اٹل قانون کا ذکر خدا تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ أَنَا وَ رُسُلِيْ (مجادلہ آیت22) کہ خدانے روزازل سے یہ لکھ چھوڑااورمقدرکردیاہے۔کہ وہ اور اس کے رسول ہی ہمیشہ غالب رہیں گے۔گویا ممکن نہیں کہ کسی جھوٹے مدعی نبوت کی جماعت بڑھتی چلی جائے۔اور یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی سچے نبی کی جماعت روز بروز گھٹتی اور کم ہے ہوتی چلی جائے یہ خدا تعالیٰ کا غیر متغیر قانون ہے۔جوجھوٹے اور سچے مدعیان نبوت کے درمیان ایک واضح اور روشن فیصلہ کرتا ہے۔اورجیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔تاریخ کے اوراق اس قرآنی اصول کی صداقت پر معتبر گواہ ہیں۔آج دنیا میں حضرت موسیٰؑ،حضرت ابراہیمؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام لیواتو موجود ہیں۔مگر فرعون،نمرود،مسیلمہ کذاب اوراسودعنی وغیرہم کی طرف منسوب ہوئے کے لئے کوئی تیار نہیں۔

(6) خدا تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (نحل ع 15) کہ وہ لوگ جوخدا تعالیٰ پرافتراءکرتے۔اوراپنے پاس سے جھوٹے الہامات بنا کرخدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے جھوٹے مدعیان وحی والہام کی ناکامی کا باعث یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دعویٰ میں خدا تعالیٰ کی برکت اورنصرت نہیں ہوتی۔جوخدا کے سچے نبیوں کے شامل حال ہوتی ہے۔

(7) چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے، لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ (آل عمران ع 6) اَلَا لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (ھود ع 2) کہ کذابوں اوراپنے پاس سے جھوٹے الہامات بنانے والے ظالموں پرخدا کی لعنت ہوتی ہے۔

(8) خدا کی لعنت کا خوفناک نتیجہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ وَمَنۡ يَلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِيۡرًا (نساء ع 8) کہ جس پر خدا لعنت کرے۔ اس کا کوئی مددگار اور ممد و معاون نہیں رہتا۔ پس صاف طور پر ثابت ہوا۔ کہ وہ لوگ جو جھوٹے طور پر نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ خدا کی لعنت کے نیچے ہوئے ہیں۔ اور آخر کار وہ بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں۔ ان کا کوئی نام لیوا باقی نہیں رہتا۔ اور جلد از جلد خدا ان کو جڑ سے مستاصل کر دیتا ہے۔

(9) اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰی (طٰہ ع 13) کہ وہ شخص جو الہام کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ ناکام و نامراد رہتا ہے۔

(10) سورۃ اعراف ع 19 میں بھی خدا تعالیٰ پر افتریٰ کرنے والوں کے متعلق اپنا یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ ان پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اور وہ اسی دنیا میں ذلیل و رسوا اور خائب و خاسر رہتے ہیں۔ کذالك نجزی المفترین۔

(3) اے برادرانِ اسلام! قرآن مجید کی مندرجہ بالا دس آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت والہام اس دنیا میں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے اور خدا کے انبیاء کی نشانی نہیں ہے کہ آہستہ آہستہ ان کی جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ آج سے قریباً پچاس برس قبل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے قادیان کی سرزمین سے مامور من اللہ ہونے کا دعوے فرمایا۔ تمام دنیا نے آپ کی مخالفت کی۔ علماء و عوام، امراء و غرباء چھوٹے اور بڑے غرض یہ کہ سب کے سب آپ کے دشمن ہو گئے۔ آپ پر کفر کا فتوے لگایا گیا۔ جھوٹے مقدمات بنائے گئے۔ قتل کی سازشیں کی گئیں۔ مگر آپ اپنے مقاصد میں دن بدن کامیاب ہوتے گئے۔ اور آپ کی جماعت ترقی کے بلند مینار پر گامزن ہوتی گئی۔

آپ کی ترقی یکدم اورفوری نہیں ہوئی تا کوئی یہ نہ کہہ سکے۔کہ آپ اتفاقی طور پر کامیاب ہو گئے۔اور یہ کہ ہمیں ان کے استیصال اور مقابلہ کے لئے پورا موقعہ نہیں ملا۔ورنہ ہم اگر زیادہ زور لگاتے۔توان کومٹا سکتے تھے۔اس طرح سے یہ امر دنیا پر مشتبہ رہ جاتا کہ آپ کی ترقی اتفاقی تھی۔یا درحقیقت خدا تعالیٰ کی خاص تائید ونصرت آپ کے شامل حال تھی؟ خدا تعالیٰ نے آپ کے مخالفین کو کھلا کھلا موقعہ دیا۔تا وہ انفرادی طور پر بھی آپ کومٹانے کے منصوبے کر لیں۔اور اپنی تمام طاقتوں کو مجتمع کر کے بھی زور لگا لیں۔ایک بار کوشش کر لیں۔ پھر کر لیں، پھر کر لیں۔تا کسی کو اس میں شبہ نہ رہ جائے۔کہ ان کی ناکامی اور حضرت مسیح موعود کی کامیابی میں خدا کا زبردست ہاتھ کام کر رہا ہے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے ابتدائی ایام میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بصد شان تمرد کہا تھا۔کہ ''میں اکیلا اسکو نیچے گرالوں گا'' اور ایک یہ زمانہ ہے۔کہ مولوی ظفر علی صاحب مالک زمیندار اپنی تیس سالہ ناکام کوششوں کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔کہ اب جب تک تمام مسلمان اجتماعی طور پر حضرت علی کے ''بازوئے خیبر شکن'' سے کچھ طاقت ''مستعار'' لے کر لگا تار اس ''فتنۂ قادیانیہ'' کے استیصال کے لئے انتہائی کوشش نہ کریں گے۔کچھ نہ ہوگا۔(زمیندار قادیان نمبر 9 اکتوبر 1933ء)

اے خدا کا خوف رکھنے والو! ہم خدا ہی کے نام پر آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے بڑے بڑے مخالفین کی انتہائی کوششوں کا اس حیرت انگیز طریق سے ناکام ہونا۔اور اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا ہر روز ترقی کرتے جانا کیا اس امر کی دلیل نہیں کہ خدا کی تائید اور نصرت جماعت احمدیہ ہی کے ساتھ ہے۔کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔کہ خدا کا مسیح موعودؑ ''فاتح'' اور غالب رہا؟ کیا حضرت مسیح

موعودؑ کے مخالفین کا روز بروز ایک قطعۂ زمین کی طرح چاروں طرف سے کم ہوتے جانا اس امر پر دلیل نہیں۔ کہ ان لوگوں کی لڑائی خدا کے ساتھ تھی۔ اوان کی ناکامی صداقت حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کا ایک کھلا کھلا گواہ ہے؟

(4) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مخالفین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں

''اب خدا تعالیٰ کے مقابل پر بے ہودہ چالاکیوں کو چھوڑ دیں آپ نے بہت زور لگایا۔ ہر ایک قسم کا مکر کیا۔ اور نور کے بجھانے سے قابل شرم منصوبوں سے کام لیا ہوا مگر انجام کار نامراد رہے اگر میں مفتری ہوتا تو آپ کا کہیں نہ کہیں ہاتھ پڑ جاتا۔ اور میں کب کا تباہ ہو جاتا۔ ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور آپ ہی ایک بات تراشتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ یہ خدا کی وحی ہے جو مجھ کو ہوئی ہے۔ ایسا بدذات انسان تو کتوں اور سوٗروں اور بندروں سے بدتر ہے۔ پھر کب ممکن ہے کہ خدا اس کی حمایت کرے۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا۔ اور خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس کا نام ونشان نہ رہتا۔ پچیس برس (اور اب 54 برس) بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت گزر گئی۔ جب میں نے دعوے کیا تھا۔ کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ اور اگر چہ اس دعوے پر ایک دنیا کو مخالفت کا جوش رہا۔ خون جیسے سنگین مقدمے میرے پر کئے گئے اور میرے پر کفر کے فتوے لکھائے۔ اور مجھ سے لوگوں کو بیزار کرنا چاہا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب کہ میرے ساتھ صرف چند آدمی تھے۔ اور آپ کی مخالفانہ کوششوں کے بعد کئی لاکھ آدمی میرے ساتھ ہو گئے۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ تو میرے تباہ کرنے کے لئے آپ کی کوششوں کی ضرورت نہ تھی۔ میں خود اپنے افتراء اور شامت اعمال سے تباہ ہو جاتا۔ یہ بات عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی۔ کہ ایک مفتری کو ایسی مہلت دی جائے۔ کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانۂ بعثت سے بھی زیادہ ہو۔ کیونکہ اس طرح پر امان اٹھ

جا تا ہے۔ اور مابہ الامتیاز صادق اور کاذب میں قائم نہیں رہتا۔ بھلا اس بات کا تو جواب دو کہ جب سے میں نے دعوئے کیا ہے۔ کس قدر مقدمات میرے خلاف فوجداری اٹھائے گئے اور کوشش کی گئی۔ کہ مجھے ماخوذ کرائیں ....مگر کیا کسی مقدمہ میں آپ یا آپ کا گروہ فتح یاب بھی ہوا؟ اگر میں صادق نہ ہوتا۔ تو کیا وجہ کہ ہر ایک جگہ اور ہر ایک موقعہ میں خدا تعالیٰ کا ذب ہی کی حمایت کرتا رہا اور جو صادق کہلاتے تھے۔ ہر ایک میدان میں ان کا مونہہ کالا ہوتا رہا۔ بد دعائیں کرتے کرتے سجدوں میں ان کی ناک گھس گئی۔ مگر دن بدن خدا میری مدد کرتا رہا۔ اور میرے مقابل پر ان کی کوئی دعا قبول نہ ہوئی۔ آپ یاد رکھیں۔ کہ ان شرارتوں میں آپ ہمیشہ نامراد رہیں گے کوئی امر زمین پر نہیں ہو سکتا۔ جب تک آسمان پر قرار نہ پائے''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 126)(الفضل 25 فروری 1934ء صفحہ 5-6)

ضرورت زمانہ کی شہادت

ایک مدعی نبوت کی صداقت کا سب سے زبردست ثبوت زمانہ کی قابلِ اصلاح حالت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ **وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ** (72)**وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ** (الصافات ع2) کہ جب بھی اہل دنیا کی اکثریت سے گمراہی اور ضلالت کا رستہ اختیار کیا۔ ہم نے ان کی اصلاح کے لئے انبیاء مبعوث کئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت و مالکیت کا یہی اقتضاء ہے کہ وہ اہل دنیا کی روحانی ضرورت کو بھی پورا کرنے کا اسی طرح انتظام کرے جس طرح وہ ان کی جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام فرماتا ہے۔ ناممکن ہے کہ دنیا ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہو۔ بدی اور بدکاری کا دور دورہ ہو۔ علماء اور عوام کی اخلاقی حالت پست سے پست تر ہو چکی ہو۔ مگر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلح اور ریفارمر مبعوث نہ ہو۔ یہی وہ زبردست اور ناقابلِ تردید معیار ہے۔ جس سے تمام سابقہ انبیاء کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

موجودہ زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ماموریت کا دعویٰ فرمایا۔ علماء اور عوام نے آپ کی مخالفت کی۔ آپ پر کفر کے فتویٰ لگائے۔ ہر رنگ میں آپ کے دعویٰ کو ناکام کرنے کی کوششیں کیں۔ مگر ان سب مخالفانہ کوششوں کا نتیجہ کیا نکلا؟ آپ نے سنتِ انبیاء کے مطابق ترقی کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متبعین کی ہر رنگ میں نصرت و تائید فرمائی۔ اور آپ کی جماعت بڑھتے بڑھتے اکنافِ عالم میں پھیل گئی۔ اور آج دنیا کا کوئی کونہ نہیں جس میں آپ کے نام لیوا موجود نہ ہوں۔ خدا کی یہ نصرت و تائید آپ کے ان الہامات اور پیشگوئیوں کے عین مطابق تھی۔ جو آپ نے اپنی سب سے پہلی کتاب ''براہین احمدیہ (1880ء) میں اس وقت شائع کیں۔ جبکہ آپ یکہ و تنہا اور ایک گمنام وجود تھے۔ جیسا کہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

میں تھا غریب و بےکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا
اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

مخالفین کے لئے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ باطل ہے مگر یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ موجود وقت میں دنیا میں اہل دنیا کی اخلاقی حالت یہ تقاضا نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلح ان کی اصلاح کے لئے مبعوث ہو۔ کیا کوئی انصاف پسند انسان اس حقیقت سے انکار کرسکتا ہے کہ آن دنیا میں بظاہر شیطان کی حکمرانی ہے اہلِ دنیا حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کو اپنے دلوں سے نکال چکے ہیں۔ دہریت اور فسق و فجور کا دور دورہ ہے۔ شراب خوری، قمار بازی، حرام کاری، جھوٹ، فریب اور مکاری کا بازار گرم ہے۔ کتنے ہیں جو خدا کا خوف کرتے ہوئے دوسروں کے جائز حقوق کے دبانے سے پرہیز کرتے ہیں کتنے ہیں جو اپنے روزمرہ کے کاروبار میں نیکی اور تقویٰ کو اپنا شعار بنا کر خلق خدا کی بہتری و بہبودی کے کاموں میں مصروف ہیں۔

مسلمان کہلانے والوں میں سے کتنے ہیں جن کا قرآن مجید کی تعلیم پر عمل ہے؟ کتنے مسلمان ہیں جو شریعت اسلامی کے پابند اور رسول خدا ﷺ کے پاس نمونے پر عامل ہیں۔ ہاں کتنے ہیں جو شریعت کے مطابق ورثہ میں سے اپنی ماؤں، بہنوں اور لڑکیوں کو حصہ دیتے ہیں؟ آج مسلمانوں کا نہ کوئی مرکز ہے نہ بیت المال، نہ امام، نہ ان کی آواز ایک ہے نہ عقائد ایک، نہ فتویٰ ایک علماء کہلانے والوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ پس خود ضرورتِ زمانہ اس امر کی مقتضی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلح مبعوث ہو جو خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان رابطہ قائم کرے۔

دنیا کی یہ حالت تھی جس میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح اور شریعتِ اسلام اور سنت محمدی کو قائم کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان مقصد کو پورا کرنے کے سامان

پیدا کر دیئے۔آپ کے ہاتھ پر لاکھوں انسانوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔اور قرآن مجید اور اس کی شریعت کے قیام کے لئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر کے تبلیغ اسلام کے مقصد کو لے کر دنیا کے کناروں تک پہنچ گئے۔ہاں ہاں مسیح وقت کی آواز میں وہ ابراہیمی تاثیر تھی کہ اس کے بلند ہوتے ہی طیور قدسی چار اکناف عالم سے اڑتے ہوئے آئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔

دنیا حیران تھی کہ مسلمانوں کے اس ادبار اور زوال کے زمانہ میں یہ کیونکر ممکن ہو گیا کہ مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی۔کہ جن کا ایک امام ہے مرکز ایک ہے جن کی آواز ایک ہے جن کا فتویٰ ایک ہے۔جن کا بیت المال ایک ہے جن کا مقصد ایک ہے۔اور جن میں قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم زندہ ہے جن میں قربانی اور ...... ہے۔جن میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا جوش ہے۔جن کی تنظیم بے مثال اور تقویم لامحال ہے۔پس یہ عظیم الشان تغیر یہ عدیم المثال انقلاب اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ خدا کا مسیح درحقیقت خدا کا فرستادہ اور اپنے دعویٰ اصلاح میں حق پر تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''اگر واقعات خارجیہ کی شہادت کچھ چیز ہے تو تم انصافاً آپ ہی شہادت دے سکتے ہو کہ اس موجودہ زمانہ میں تمہاری کیا حالتیں ہیں سچ کہو کہ کیا تم گناہوں سے اور تمام ان حرکات سے جو تقویٰ کے برخلاف ہیں ایسے ڈرتے ہو جیسا کہ ایک زہر ہلاہل استعمال سے انسان ڈرتا ہے۔سچ کہو کہ کیا تم اس تقویٰ پر قائم ہو جس تقویٰ کے لئے قرآن شریف میں ہدایت کی گئی تھی۔سچ کہو کہ وہ آثار جو سچے یقین کے بعد ظاہر ہوتے ہیں وہ تم میں ظاہر ہیں۔تم اس وقت جھوٹ نہ بولو اور بالکل سچ کہو کہ کیا وہ محبت جو خدا سے کرنی چاہئے اور وہ صدق و ثبات جو اس

کی راہ میں دکھلانا چاہئے وہ تم میں موجود ہے۔تم خدائے عزّوجلّ کی قسم کھا کر کہو کہ اس مردار دنیا کو جس صفائی سے ترک کرنا چاہئے کیا تم اُسی صفائی سے ترک کر چکے ہو۔اور جس اخلاص اور توحید اور تفرید سے خدائے واحد لاشریک کی طرف دوڑنا چاہئے کیا تم اُسی اخلاص سے اُس کی راہ میں دوڑ رہے ہو۔ ریاکاری سے بات مت کرو اور لاف زنی سے لوگوں کو خوش کرنا مت چاہو کہ وہ خدا درحقیقت موجود ہے جو تمہارے ہر ایک قول اور فعل کو دیکھ رہا ہے۔تم بات کرتے وقت اس قادر کا خیال کر لو جس کا غضب کھا لینی والی آگ ہے وہ جھوٹی شیخیوں کو ایک دم جہنم کا ہیزم کر سکتا ہے۔سو تم سچ سچ کہو کہ تمہارے قدم دنیا کی خواہشوں یا دنیا کی آبروؤں یا دنیا کے مال و متاع میں پھنسے ہوئے ہیں یا نہیں۔

پس اگر تمہیں خدا پر یقین حاصل ہوتا تو تم اس زہر کو ہرگز نہ کھاتے اور قریب تھا کہ دنیا اس زہر سے مر جاتی اگر خدا یہ آسمانی سلسلہ اپنے ہاتھ سے قائم نہ کرتا اور اگر تم چالاکی سے کہو کہ ہم ایسے ہی ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا اور ہم میں گناہ کی کوئی تاریکی نہیں اور پورے یقین کے انجن سے ہم کھنچے جا رہے ہیں تو تم نے جھوٹ بولا ہے اور آسمان اور زمین کے بنانے والے پر تہمت لگائی ہے۔اس لئے قبل اس کے جو تم مرو خدا کی لعنت تمہاری پردہ دری کرے گی۔یقین اپنے نوروں کے سمیت آتا ہے۔کوئی آسمان تک نہیں پہنچ سکتا ہے مگر وہی جو آسمان سے آتا ہے۔ اگر تم جانتے کہ خدا کا تازہ بتازہ اور یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریوں کا علاج ہے تو تم اس سے انکار نہ کرتے جو عین صدی کے سر پر تمہارے لئے آیا۔

اے غافلو! یقین کے بغیر کوئی عمل آسمان پر جا نہیں سکتا اور اندرونی کدورتیں اور دل کی مہلک بیماریاں بغیر یقین کے دور نہیں ہو سکتیں۔جس اسلام پر تم فخر کرتے ہو یہ رسم اسلام ہے نہ حقیقت اسلام۔حقیقی اسلام سے شکل بدل جاتی ہے اور دل میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور

سفلی زندگی مر جاتی ہے اور ایک اور زندگی پیدا ہوتی ہے جس کو تم نہیں جانتے یہ سب کچھ یقین کے بعد آتا ہے اور یقین اس یقینی کلام کے بعد جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ خدا، خدا کے ذریعہ سے ہی پہچانا جاتا ہے نہ کسی اور ذریعہ سے۔ تم میں سے کون ہے جو اپنے ہم کلام کو شناخت نہیں کر سکتا۔ (نزول المسیح)

مبارک ہیں وہ جو تکبر و نخوت کا جامہ اتار کر اپنے پیدا کرنے والے کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے کامل انکسار کے سامنے اس زمانہ کے مامور اور مصلح کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہی ہیں جن کے ہاتھ پر اسلام کی آخری فتح مقدر ہے۔

لوائے ما ...... ہر سعید خواہد بود

ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

(الفضل 17 دسمبر 1941ء)

معیارِ صداقت اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے اعتراضات کی حقیقت

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا ایک تازہ اشتہار بعنوان ''معیارِ نبوت'' مجھے ملا ہے۔ اس میں مولوی صاحب نے اخبار الفضل مورخہ 12 جون 1941ء میں شائع شدہ ایک مضمون بعنوان ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا ایک معیار اور اخبار اہلحدیث'' کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اخبار الفضل کے محولہ مضمون میں مولوی محمد ابراہیم صاحب ہی کے اپنے الفاظ میں ایک معیارِ نبوت نقل کر کے اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت ثابت کی گئی تھی۔ وہ معیارِ نبوت مولوی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے۔

''نیز فرمایا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس پ 11) یعنی اے پیغمبران لوگوں سے کہو کہ میں اس دعویٰ نبوت ونزول کلام الٰہی سے پیشتر ایک طویل عمر (40 سال) تک تمہی میں رہا ہوں تو کیا تم میرے صدق وکذب کو سمجھ نہیں سکتے۔ آپؐ قریش کے نامور خاندان بنو ہاشم کے روشن چراغ ہیں۔ مکہ کے نامی گرامی سردار عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔ آپ کا بچپن سنجیدہ عادتوں سے مزین ہے۔ آپ کی جوانی عفت وطہارت کے دامن میں گذری۔ اہل شہر سب اپنے اور بیگانے آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ غرض آپؐ کسی لحاظ سے گمنام ونامعلوم نہ تھے۔ نہ سب کی رو سے نہ طرزِ زندگی کے لحاظ سے۔ جن حالات سے اس وقت کے لوگوں نے پہچانا وہی حالات وکوائف آج کے لوگوں کے لئے بھی رہبر ہو سکتے ہیں۔'' (اہلحدیث 6 جون 1941ء)

مولوی صاحب کے یہ الفاظ نقل کر کے الفضل کے شائع شدہ مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت پر اسی معیار کو چسپاں کیا گیا تھا۔ اور بتایا گیا تھا کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا بچپن اور جوانی کا زمانہ آپؑ کے دوستوں اور دشمنوں کے لئے ایک کھلی کتاب تھا۔ آپؑ سیالکوٹ میں جوانی کے زمانہ میں بسلسلۂ ملازمت رہے۔ آپؑ قادیان کے سب سے معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اور آپ کی بچپن اور جوانی کی زندگی سے سینکڑوں لوگ وقف تھے وہ سب آپ کے تقویٰ، راستبازی اور پرہیز گاری کی شہادت دیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب ایڈووکیٹ اہلحدیث نے بھی دعویٰ نبوت والہام سے پہلے کی زندگی کے متعلق لکھا کہ '' آپ کا بچپن سنجیدہ عادتوں سے مزین اور جوانی عفت وطہارت کے دامن میں گذری۔'' پس بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی اسی معیارِ نبوت کے رو سے صادق اور راستباز ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور نے اپنے مخالفین وموافقین کو عام چیلنج کیا ہے۔

''تم کوئی عیب افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تاتم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے۔ یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتدا سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا۔ اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 62)

یہ ہے خلاصہ الفضل کے اس مضمون کا جس کے جواب میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے صداقت کو مشتبہ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

''رام رام اور ٹیں ٹیں''

مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے ابتداء میں ''رام رام اور ٹیں ٹیں'' کے بازاری مقولہ کی پناہ لی ہے۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ جب ایک مدعی کی صداقت قرآن مجید کے بیان فرمودہ معیار کے رو سے ثابت ہوگئی تو خشیتِ الٰہی سے کام لے کر اس مامور کی صداقت پر ایمان لائے مگر مولوی صاحب نے نہ معلوم کس مناسبت کے باعث ''رام رام'' کی رٹ لگانی شروع کر دی۔

باقی رہا یہ امر کہ جس معیار کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت ثابت ہوتی ...... اس معیار کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر کیوں چسپاں کیا گیا؟ یہ اعتراض مولوی صاحب کے عدم علم اور قلّت تدبر پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مولوی صاحب کو شائد معلوم نہیں کہ جملہ انبیاء کی صداقت ایک ہی معیارِ صداقت کے رو سے ثابت ہے۔ اور جن معیاروں سے باقی انبیاء کی صداقت ثابت ہے۔ بعینہٖ انہی معیاروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف ع 1 پ 26)

کہہ دے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔ یعنی میں اسی منہاج نبوت پر آیا ہوں جس پر باقی تمام انبیاء آتے رہے ہیں۔ اور میری صداقت کے وہی معیار ہیں۔ جو باقی انبیاء کی صداقت کے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جس معیار سے ایک نبی کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ اسی معیار سے ہر مدعیٔ نبوت کی صداقت پرکھی جاسکتی ہے۔

مباحثہ روپڑ

مولوی صاحب نے اپنے اشتہار میں مناظرہ روپڑ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ جو 1932ء میں خاکسار اور مولوی صاحب کے مابین ہوا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ اس مباحثہ میں خاکسار کی ''زبان بند ہوگئی تھی'' بلکہ بقول مولوی صاحب ''منہ میں زبان نہ رہی تھی۔'' اور ثبوت میں ''روئیداد مناظرہ روپڑ صفحہ 34'' کا حوالہ دیا ہے۔ گویا ''روئیداد مناظرہ روپڑ'' کوئی مستند روئیداد مناظرہ ہے جو فریقین کی طرف سے شائع شدہ ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ مناظرہ روپڑ تقریری مناظرہ تھا۔ اور فریقین کی طرف سے اس کو قلمبند کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور نہ وہ فریقین کی طرف سے شائع ہوا۔ اس مناظرہ میں جماعت اہلحدیث اور مولوی محمد ابراہیم صاحب کو جو خفت اٹھانا پڑی اور محض خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ مناظرہ سے قبل روپڑ میں کوئی احمدی نہ تھا بلکہ مناظرہ کی شرائط جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ نے جماعت اہلحدیث روپڑ کے ساتھ طے کر کے روپڑ میں مناظرہ کا انتظام کیا۔ اور مبلغین کو ٹھہرانے کے لئے جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ نے ایک کرایہ کا مکان روپڑ میں لیا۔ مگر خدا کے فضل سے عین مناظرہ کے دوران میں قصبہ روپڑ میں سے پانچ اشخاص جماعت احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ اس میں سے بعض دنیوی طور پر بھی معزز اور صاحبِ حیثیت تھے اور اس طرح روپڑ میں مناظرہ کے دن ہی جماعت احمدیہ قائم ہوگئی اور

اب تک خدا کے فضل سے قائم ہے۔ اس خفت کو چھپانے کے لئے مولوی محمد ابراہیم صاحب اوران کے شاگرد ''معمار امرتسری'' نے ایک رسالہ موسومہ بہ ''روئیداد مباحثہ روپڑ'' مرتب کر کے شائع کرایا۔ جس میں خاکسار کے دلائل کو حذف کر کے تحریف وتبدیل کیساتھ ایک یا دو سطر میں درج کر کے اپنی طرف سے جواب کئی کئی صفحات میں درج کر کے بیرونی دنیا پر یہ ظاہر کرنا چاہا۔ کہ مناظرہ روپڑ کی یہ صحیح روئیداد ہے۔ مگر مولوی صاحب! اس طرح صداقت مشتبہ نہیں ہوسکتی۔ مناظرہ روپڑ کے ہزاروں سامعین پر جنہوں نے متواتر دودن تک آپ کے اور میرے مناظرہ کو سنا۔ آپ کے شائع کردہ یکطرفہ رسالہ کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔

مباحثہ سیالکوٹ

مباحثہ روپڑ کے بعد مولوی صاحب نے مباحثہ سیالکوٹ کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ خاکسار آپ کے دلائل کے بالمقابل عاجز آکر بالکل خاموش ہوگیا تھا۔ اوراس کی تائید میں آپ نے خود تراشیدہ، غیر مصدقہ اور غلط رپورٹ کا حوالہ بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ حالانکہ آپ کو یاد نہیں رہا۔ سیالکوٹ میں خاکسار کا مناظرہ آپ سے نہیں ہوا تھا۔ بلکہ احمد دین صاحب آف گکھڑ سے ہوا تھا۔ اور آپ کا مناظرہ مسئلہ وفاتِ مسیح اور امکانِ نبوت کے مضامین پر علیٰ الترتیب مولوی علی محمد صاحب اجمیری اور مولوی محمد سلیم صاحب فاضل سے ہوا تھا۔ پس نہ میرا آپ کا مناظرہ سیالکوٹ میں ہوا۔ نہ کوئی اعتراض خاکسار پر کیا۔ اور نہ خاکسار کے لاجواب ہونے کا کوئی سوال ہے ہاں تینوں مسائل پر مناظرات کا یہ اثر ضرور تھا۔ کہ خدا کے فضل سے متعدد اشخاص اس مناظرہ کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے اور اسی دن سیالکوٹ کے ایک حنفی مولوی صاحب نے بازار صرافاں سیالکوٹ میں کھڑے ہوکر علی الاعلان حلفاً کہا تھا۔ کہ جماعت احمدیہ کے مناظرین کے مقابلہ میں مولوی محمد ابراہیم صاحب ان کے معاونین اور

مولوی احمد دین صاحب وغیرہ ناکام اور لاجواب رہے ہیں۔اور آپ نے اس خفت کومٹانے کے لئے مناظرہ کے بعد اسی رات تالاب رام تلائی میں جلسہ کر کے ان حنفی مولوی صاحب کو خوب گالیاں دیں۔اوراحمدی مناظرین کے دلائل کے اثر کو زائل کرنے کی ناکام کوشش کی۔

(الفضل 26 نومبر 1941ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی زندگی

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اپنے اشتہار میں لکھا ہے۔

''سنیئے جناب سیرت المصطفیٰ مندرجہ اہلحدیث 6 جون 1941ء میں جہاں پر آنحضرتؐ کی عصمت پیش از نبوت کا ذکر ہے۔اس میں حضرت ابن عباس کا قول جومنقول ہے۔اس میں صدق وامانتداری اور عہد کا لفظ بھی موجود ہے ....اور مرزا صاحب نہ سچے تھے نہ امانت دار اور نہ عہد کے پکے تھے۔''

مولوی صاحب کومعلوم ہونا چاہئے ہماری بحث زمانہ پیش از نبوت کے متعلق ہے۔اور حضرت مرزا صاحب 1240ء میں مامور ہوئے۔جس کو آج ستر برس ہو گئے۔اس وقت تو آپ غالباً پیدا بھی نہ ہوئے تھے پھر اس زمانہ کے متعلق آپ کی ذاتی شہادت کیا وقعت رکھتی ہے۔اس بارہ میں شہادت صرف ان لوگوں کی قابلِ اعتنا ہے جو اس زمانہ میں زندہ تھے۔ جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جن کی شہادت کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔بٹالوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے بعد شخص دشمن ہو گئے اور حضور پر کفر کا فتویٰ بھی دے دیا۔مگر زمانہ پیش از نبوت کے متعلق وہ لکھتے ہیں۔

''مؤلف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں۔ ہمارے معاصرین سے ایسے کم نکلیں گے۔مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے

(جب ہم قطبی اور شرح ملا پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب بھی۔''(اشاعۃ السنہ)

ان مولوی صاحب کی شہادت ملاحظہ ہو۔

''مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم پرہیزگار و صداقت شعار ہیں۔''(اشاعۃ السنہ جلد 7 صفحہ 9)

''اب ہم اس (براہین احمدیہ) پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجود حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی ....اور اس کا مؤلف (حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے زمانہ میں بہت کم پائی گئی ہے۔''

(اشاعۃ السنہ جلد 6 صفحہ 7)

مولوی محمد ابراہیم صاحب نوٹ فرمالیں کہ یہ شہادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش از نبوت زمانہ کے متعلق ان صاحب کی ہے جو بانی سلسلہ احمدیہ کے ہم عمر اور آپ کے حالات زندگی سے خوب واقف تھے۔ وہ اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر کہتے ہیں کہ مرزا صاحب شریعت محمدیہ پر قائم پرہیزگار اور صداقت شعار تھے۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ وہ نہ سچے تھے نہ امانتدار اور نہ عہد کے پکے'' کیا جو شخص بدعہد ہو یا بددیانت ہو وہ پرہیزگار یا شریعت محمدیہ پر قائم ہوسکتا ہے؟ پس مولوی صاحب ہم مجبور ہیں کہ اس بارے میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت کو قبول کریں۔ کیونکہ ان کی شہادت اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر ہے۔ اور وہ حضرت مرزا صاحب کے ہم عمر تھے، ہم مکتب تھے اور ان کے حالات سے واقف تھے۔ اور ہمیں معاف فرمائیں اگر ہم ان کی اس نہایت قابل اعتبار شہادت کے بالمقابل

آپ کی شہادت کو ’’عطائے تو بلقائے تو‘‘ کہتے ہوئے رد کر دیں کیونکہ آپ کا بیان محض آپ کے اپنے قیاسات خیالات اور اعمال کا آئینہ دار ہے۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعویٰ الہام و ماموریت سے پہلے زندگی کے متعلق صرف مولوی محمد حسین صاحب کی شہادت ہوتی تو مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اس کو یہ کہہ کر مشتبہ کر سکتے تھے۔ کہ یہ صرف ایک شخص کی شہادت ہے۔ مگر اس کے علاوہ اور شہادتیں بھی ہیں۔ جو حضرت میر حسین صاحب سیالکوٹی اور مولوی ظفر علی صاحب آف زمیندار کے والد ماجد جناب مولوی سراج الدین صاحب ایڈیٹر اخبار سراج الاخبار میں مؤخر الذکر مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

’’مرزا غلام احمد صاحب 1960ء یا 1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر 22، 23 سال کی ہوگی۔ ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں۔ کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔‘‘ (اخبار زمیندار 8 جون 1908ء)

فرمائیے مولوی صاحب! کیا جو شخص صالح اور متقی بزرگ ہو وہ بدعہد اور بددیانت ہو سکتا ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ بیان بھی ایک ایسے شخص کا ہے جو حضرت بانی سلسلہ کی قبل از دعویٰ زندگی سے واقف ہے اور محض قیاسی اور سماعی باتوں پر اپنے بیان کا انحصار نہیں رکھتا۔ بلکہ چشم دید واقعات کی بناء پر شہادت دے رہا ہے۔

پہلا اعتراض:: مولوی محمد ابراہیم صاحب نے ایک اعتراض یہ کیا کہ مرزا صاحب زمانہ قبل از نبوت میں ’’سیالکوٹ میں آ کر پندرہ روپے ماہوار پر کچہری میں ملازم ہوئے۔‘‘ اگرچہ مولوی صاحب نے اپنے اشتہار میں اصل واقعات کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ

تھے۔ جورؤسائے پنجاب میں شمار کیا جاتا تھا اور یہ کہ قادیان اوراس کے مضافات آپ کے خاندان کی واحد ملکیت تھے۔ اور سرلیپل گریفن کی کتاب ''پنجاب چیفس'' میں آپ اور آپ کے خاندان کا ذکر ہے۔ حضور کی ملازمت کا باعث محض یہ تھا کہ آپ کے والد بزرگوار نے یہ دیکھ کر کہ آپ دنیا کے کسی کام کی طرف رغبت نہیں رکھتے۔ آپ کو سیالکوٹ میں ملازمت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ بعد جب حضور نے اپنے والد ماجد سے درخواست کی کہ حضور دنیا کے کاموں سے بیزار ہیں اور علیحدگی چاہتے ہیں تو اپنے والد کی اجازت سے مستعفی ہو کر قادیان تشریف لے گئے۔ مگر پھر بھی اگر محض ملازمت کو لیا جائے۔ تو یہ کوئی ایسا امر نہیں۔ جو منافی نبوت ہو۔ بعض انبیاء کے متعلق ثابت ہے کہ انہوں نے ملازمتیں قبول کیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اجرت پر کام کرنا خود قرآن مجید (پ20 القصص ع3) میں مذکور ہے۔ اور ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کنت ارعاها علی قراریط لاھل مکة

(بخاری کتاب الاجارۃ باب رعی الغنم جلد 2 صفحہ 21 مطبوعہ مطبع الہٰیہ مصر و تجرید بخاری مترجم جلد 1 صفحہ 4221)

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں چند قراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرا تا رہا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ ملازمت کرنا کوئی معیوب یا قابل اعتراض امر نہیں نیز حضور ﷺ کا زمانہ قبل از نبوت میں حضرت خدیجہؓ کی ملازمت کرنا تاریخ سے ثابت ہے۔

دوسرا اعتراض:: مولوی صاحب نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعد از دعویٰ نبوت ایک دینی ضرورت کے لئے اپنی زوجہ محترمہ سے چار ہزار روپیہ بصورت زیورات اور ایک ہزار روپیہ نقد قرض لیا مولوی صاحب دریافت فرماتے ہیں کہ

حضور کی زوجہ محترمہ کے پاس یہ روپیہ کہاں سے آیا؟ پھر خود ہی فرض کرتے ہیں کہ یہ روپیہ اور زیورات خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے دیئے ہوئے تھے۔ پھر خود ہی اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ ان کی بددیانتی کا زبردست ثبوت ہے۔

یہ ہے وہ انوکھا طریقِ استدلال جس پر مولوی محمد ابراہیم صاحب کو ''ناز'' ہے۔ اس اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم محترم حضرت خواجہ میر درد دہلوی کے مشہور ومعروف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر ہیں۔ وہ خاندان دنیوی لحاظ سے بھی صاحبِ حیثیت ہے اور شادی کے موقعہ پر زیورات اور نقدی کی صورت میں لڑکی کو حسب استطاعت جہیز دینا جائز اور اسلامی طریق کے مطابق ہے۔ ایسا ہی یہاں ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینی ضرورت کے لئے اپنے حرم سے قرض لیا۔ اور اس طرح ان لوگوں کے لئے جو اپنی بیویوں کے اموال کو اپنا سمجھ کر اپنی بیویوں کو ان کے اموال سے محروم کر دیتے ہیں۔ ایک نمونہ قائم فرمایا۔ اس میں قابلِ اعتراض بات کون سی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں بھی اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضورؐ کی شادی ہو گئی۔ تو حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال اور اپنے غلام حضورؐ کے سپرد کر دیئے۔ حضورؐ نے غلاموں کو آزاد کیا۔ اور مال کو توحید کے قیام اور غربا کی پرورش میں خرچ فرمایا۔

باوجود اس کے کہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب کا یہ اعتراض محض تعصب کی بنا پر ہے۔ یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ معیارِ نبوت جس کی بنا پر یہ بحث ہے۔ وہ دعویٰ الہام ونبوت سے پہلے کی زندگی کی پاکیزگی اور طہارت کے متعلق ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون میں من قبلہ کے

الفاظ میں مذکور ہے اور خود مولوی ابراہیم صاحب کے اشتہار میں بھی ''عصمت پیش از نبوت'' کے الفاظ موجود ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ مولوی صاحب نے حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کے زیورات اور روپیہ کا قرض کا واقعہ جو بعد از دعویٰ نبوت کا ہے۔ کس طرح بطور اعتراض پیش کر دیا؟ کیا منکرین انبیاء انبیاء کی بعد از دعویٰ نبوت زندگی پر بد دیانتی، کذب بیانی اور شکم پروری وغیرہ کے الزامات لگاتے نہیں آئے؟ کیا قرآن مجید میں انہی کفار مکہ کا جو آنحضرت ﷺ کی قبل از دعویٰ نبوت زندگی کو پاک اور بے لوث مانتے اور آپؐ کو ''صادق'' اور ''امین'' کا لقب دیتے تھے۔ حضورؐ کے دعویٰ کے بعد یہ قول نقل نہیں ہوا۔ کہ **قال الکافرون ھٰذا ساحر کذاب**۔ (سورۃ ص ع 1) کہ آنحضرت ﷺ کے منکر حضور کے متعلق حضور کے دعویٰ کے بعد یہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضورؐ جادوگر اور کذاب یعنی بہت جھوٹ بولنے والے ہیں؟ پس گو نبی کی بعد از دعویٰ نبوت کی زندگی بھی پاک اور بے لوث ہوتی ہے۔ مگر مولوی محمد ابراہیم صاحب جیسے دشمنانِ نبوت کو وہ پاک اور بے لوث نظر نہیں آتی۔ مگر دعویٰ نبوت و ماموریت سے پہلی کی زندگی پر ان کی طرح وہ بھی کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ اس لئے اسی کو بطور معیارِ صداقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پیش کیا ہے۔ جس کا خود مولوی صاحب کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب کے الفاظ اوپر نقل ہو چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے ''عصمتِ پیش از نبوت'' کی زندگی کو بطور معیار نبوت پیش کیا ہے۔

تیسرا اعتراض:: تیسرا اعتراض مولوی محمد ابراہیم صاحب نے براہین احمدیہ کی تالیف کے متعلق کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بصیغہ ماضی ''تالیف کی ہے'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ سو اس کا ایک جواب تو اوپر درج ہو چکا ہے کہ براہین احمدیہ کی تالیف کا اشتہار حضور کی ماموریت (1290ھ) کے بعد کی زندگی کے متعلق ہے۔ اس لئے

زیر بحث معیار نبوت سے اس کا تعلق نہیں۔ اور اس کو اس بحث کے ضمن میں پیش کرنا خود مولوی صاحب کے عجز اور ناکامی کی دلیل ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ براہین احمدیہ حصہ چہارم کے آخری صفحہ پر حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ اب اس کتاب کا مہتمم ظاہراً و باطناً اللہ تعالیٰ ہے۔ سو اسی کے منشاء کے مطابق حضور کی بقیہ زندگی حقانیت اسلام کے دلائل کو پیش فرمانے اور عملی رنگ میں نشاناتِ الٰہیہ اور معجزات صداقت کے ساتھ اس کو ثابت کرنے میں صرف ہوئی۔ اور براہین احمدیہ میں جن تین صد دلائل حقانیت اسلام کے درج کرنے کا حضور نے ارادہ فرمایا تھا۔ وہ اور ان سے کہیں زیادہ دلائل حضور کی بعد کی 85 کے قریب تصانیف میں درج ہو کر شائع ہو گئے۔ اور اس طرح سے وہ وعدہ پورا ہو کر حضور کی صداقت اور حقانیت پر ایک برہانِ قاطع ثابت ہوا۔

چوتھا اعتراض:: چوتھا اعتراض مولوی محمد ابراہیم صاحب نے حیاتِ مسیح کے عقیدہ پر کیا ہے۔ حالانکہ ''عقیدہ'' حیات مسیح کوئی ''عمل'' نہیں کہ اس کو بد دیانتی یا راستگوئی کے منافی قرار دیا جا کر محلِ اعتراض قرار دیا جائے اور ہماری بحث دعویٰ نبوت سے پہلے کی عملی زندگی کے متعلق ہے۔ علاوہ ازیں مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ سنتِ انبیاء یہی ہے کہ کسی غلط عقیدہ کی بناء پر حد ہمیشہ اتمامِ حجت کے بعد قائم کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ **قد افلح و ابیہ ان صدق (مسلم باب الایمان باللہ و شرائع الدین صفحہ 24)** کہ ''اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے سچ بولا ہے تو وہ کامیاب ہو گیا۔'' (ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ 370 باب الضیافت) کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میرے باپ کی قسم یہ بھوک ہے۔ اب ان ہر دو مواقع

پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر اللہ یعنی ''باپ'' کی قسم کھائی ہے۔مگر بعد میں حضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پر کر فرمایا۔ ان اللہ ینھا کم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفاً فلیحلف باللہ او لیصمت متفق علیہ (مشکوٰۃ کتاب الایمان والنذ ورصفحہ 296 مجتبائی) کہ اللہ تعالیٰ نے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔پس جو کوئی قسم کھائے صرف خدا کی کھائے ورنہ خاموش رہے۔جب اللہ تعالیٰ سے علم پا کر حضورؐ نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرما دیا تھا۔اور یہ حکم سب کو پہنچا دیا گیا۔تو فرمایا من حلف بغیر اللہ فقد اشرك (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ 370 باب الایمان والنذور) کہ جو کوئی خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھائے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔اب حضور کے آخر الذکر حکم کے پیش نظر حضور کے اپنے سابقہ فعل کو محل اعتراض نہیں بنایا جا سکتا۔کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے وضاحت اور صراحت سے پہلے کا فعل ہونے کے باعث بعد کے فتویٰ کے نیچے نہیں آ سکتا۔یہی حال یہاں پر عقیدۂ حیاتِ مسیح کا ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مسئلہ حیاتِ مسیح کا غلط ہونا واضح فرما دیا۔تو حضور نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔اور جب حضور نے متواتر سترہ سال تک یہ مسئلہ خوب وضاحت کے ساتھ دلائل و براہین سے ثابت کر دیا تو پھر تحریر فرمایا کہ اب اسقدر وضاحت کے بعد جو شخص حیاتِ مسیح کے عقیدہ پر قائم رہے گا وہ شرک کرنے والا سمجھا جائے گا شریعت کا مسئلہ یہی ہے کہ .... ہمیشہ اتمام حجت کے بعد قائم کی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا حدیث جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے باپ کی قسم کھائی ہے نقل کر کے اس کے آگے تحریر فرمایا ہے۔لعل ھذا الحلف قبل النھی عن القسم بالآباء (مرقاۃ برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ 370) کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے باپ کی قسم کھانے کی ممانعت سے پہلے حضورؐ نے یہ قسم کھائی ہو۔

اندریں حالات مولوی محمد ابراہیم صاحب کا اعتراض علم حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ یا ان کے ضد و تعصب کا نتیجہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے انسان پر جس کی ساری زندگی شرک کی بیخ کنی میں گذری۔ شرک کا الزام ہمارے لئے ضرور موجب حیرت ہوتا۔ اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب کے قبیل کے علماء نے پہلے بھی بعض انبیاء کرام پر شرک کا الزام لگایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر قرآن مجید کی آیات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے چاند، سورج، ستاروں کو اپنا ''رب'' کہنے کا الزام پہلے لگایا جا چکا ہے۔ اسی طرح ایک آیت قرآنی نہ سمجھنے کی بناء پر حضرت آدم علیہ السلام پر بھی شرک کا الزام علماء نے لگایا۔ (دیکھو تفسیر محمدی زیر آیت **فلما اٰتاھما** سورۃ اعراف ع 24۔ نیز جلالین و تفسیر معالم التنزیل) پس مولوی محمد ابراہیم صاحب نے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر شرک کا الزام لگایا۔ تو کوئی تعجب نہیں۔

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور اللہ دیا کنجر

باقی رہا اللہ دیا کنجر کے نام پر آپ کا خدا کے مسیح موعودؑ کی مخالفت کا بیڑہ اٹھانا۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ علمی میدان میں آ کر احقاقِ حق و ابطال باطل کرنے والوں کا یہ طریق نہیں ہوا کرتا کہ بلا ثبوت اور بلا حوالہ پاکبازوں پر اعتراض کرتے چلے جائیں۔ کم از کم اتنا احساسِ ذمہ داری تو ضرور ہونا چاہئے کہ کوئی بات بلا حوالہ نہ کی جائے۔

مولوی صاحب آپ نے سابقہ تیس سال میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر احمدیت کی انتہائی مخالفت کی مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ خدا کے مسیح کی جماعت دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی گئی۔ اور کرتی چلی جا رہی ہے۔ خود آپ کے شہر سیالکوٹ میں جس کی گلیوں میں خدا کا پیارا مسیح اپنے

ایام جوانی میں پھرا۔ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو کتنی ترقی دی۔ اور آپ کی مخالفت کوئی اثر نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح کی تائید میں نشان پر نشان دکھائے۔ آفاق میں بھی اور آپ کے اپنے گھر میں بھی مگر آپ کی آنکھیں نہ کھلیں۔ آفتابِ صداقت نصف النہار تک پہنچ گیا۔ مگر آپ ابھی تک ردائے غفلت میں پڑے سو رہے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ یہ زندگی چندروزہ ہے۔ اور آخر معاملہ خدا کے ساتھ ہے وہاں پر نہ مولویانہ قلا بازیاں کام آئیں گی اور نہ حوالوں کو کانٹ چھانٹ کر اخفائے حق کی کوشش الٰہی گرفت سے بچا سکے گی۔

(الفضل 27 نومبر 1941ء)

رسالہ الاسلام (لاہور) کی افترا پردازیوں کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر گالیوں کا جھوٹا الزام

لاہور کے ایک نام نہاد رسالہ ''الاسلام'' کے جون و جولائی نمبر کے صفحہ 13 پر ایک مضمون ''مرزائیت اور قرآن دشمنی'' کے عنوان سے کسی شخص محمد حنیف صاحب نے شائع کرایا ہے جو خاکسار کے ایک مضمون ''گالی اور اظہار واقعہ میں فرق'' کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ مضمون نگار لکھتا ہے۔ کہ طریق ادا بھی انبیاء کا دوسرے لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ عام طور پر حکماء اور راہبران امت جلال میں آکر وہ کچھ کہہ دیتے ہیں جس سے بسا اوقات قوم کی دل شکنی ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام رحمت خداوندی کے مظہر اتم ہوتے ہیں۔ ''مگر مرزا صاحب نے اگر اس مفہوم کو یکسر بدل دیا۔ اب.......... نبی بلا دریغ مخالفین کو گالیاں دے سکتا ہے۔''

اقتباس بالا میں مضمون نگار نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ اتہام لگایا ہے کہ گویا نعوذ باللہ حضور کے نزدیک انبیاء علیہ السلام اپنے مخالفین کو ''گالیاں'' دیتے رہے ہیں۔

حالانکہ ہماری طرف سے لاتعداد مرتبہ دلائل اور شواہد کی روشنی میں اعلان کیا جاچکا ہے۔ کہ یہ محض بہتان ہے۔ افتراپردازی اور کذب آفرینی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کجا آپ کے کسی غلام کی بھی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں انبیاء کے لئے ’’گالیاں‘‘ دینے کا جواز لکھا ہو۔

انبیاء کا کام:: مذاہب عالم کا مسلمہ نظریہ ہے۔ کہ خدا کے انبیاء انسانوں کی روحانی بیماریوں کے معالج ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ ہر انسانی روح کی بیماری کے مطابق اس کا علاج کرتے ہیں بسااوقات ان کو روحانی زخموں پر مرہم لگانی پڑتی ہے۔ اور بسااوقات روحانی گند اور فاسد مادہ کو نکالنے کے لئے عمل جراحی بھی کرنا پڑتا ہے۔ اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ منافقت اور مداہنت کے مرض کا بہترین علاج یہی ہے کہ اس مریض کے اندر سے گندہ مادہ خارج ہو اور اسے اپنی اندرونی گندی ظاہر کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ کیونکہ جب تک اس کا اظہار نہ ہو۔ مرض لاعلاج ہوتا ہے:

دشمنان اسلام کا قرآن پر اعتراض:: اسی حکمت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے اسلام کے نادان مخالفین نے قرآن مجید پر ’’گالی دینے‘‘ اور ناشائستہ طریق کلام پیش کرنے کا الزام لگایا ہے۔ چنانچہ پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں لکھتے ہیں۔

’’یہاں اور بھی شائستگی کے خلاف بہت سی باتیں لکھی ہیں۔‘‘ (صفحہ 749، اعتراض نمبر 107) ’’فحش باتیں‘‘ صفحہ 750 ’’یہ بالکل بے انصافی کی بات ہے کہ کوئی جاہل ہم کو گالیاں دے۔ تو ہم بھی اس کو گالیاں دیں؟ یہ بات نہ خدا کی نہ خدا کے معتقد عالم کی نہ خدا کی کتاب کی ہوسکتی ہے۔ یہ تو صرف خودغرض لاعلم آدمی کی ہے۔‘‘ (صفحہ 719، اعتراض صفحہ 35) پنڈت دیانند جی کا یہ اعتراض محض تعصب اور لاعلمی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید

میں کوئی گالی نہیں۔ نہ شائستگی کے خلاف کوئی بات ہے باقی رہے قرآن مجید کے وہ الفاظ جن کو مخالفین اسلام نے اپنے حق میں ''گالی'' قرار دیا ہے۔تو ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''خفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے جو مداہنہ کو پسند کرتے ہیں۔ایک تحریک ہوجاتی ہے۔مثلاً ہندوؤں کی قوم ایک ایسی قوم ہے۔کہ اکثر ان میں سے ایسی عادت رکھتے ہیں۔کہ......وہ مداہنہ کے طور پر تمام عمر دوست بن کر دینی امور میں ہاں سے ہاں ملاتے رہتے ہیں......لیکن دل ان کے نہایت درجہ کے سیاہ اور سچائی سے دور ہوتے ہیں۔ان کے روبرو سچائی کو اس کی مرارت اور تلخی کے ساتھ ظاہر کرنا اس نتیجہ خیر کا منتج ہوتا ہے۔کہ اسی وقت ان کا مداہنہ دور ہوجاتا ہے۔اور بالجہر یعنی واشگاف اور علانیہ اپنے کفر اور کینہ کو بیان کرنا شروع کردیتے ہیں۔گویا ان کی دق کی بیماری محرقہ کی طرف انتقال کرجاتی ہے۔سو یہ تحریک جو طبیعتوں میں سخت جوش پیدا کرتی ہے۔اگرچہ ایک نادان کی نظر میں سخت اعتراض کے لائق ہے۔مگر ایک فہیم آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہی تحریک رو بحق کرنے کے لئے پہلا زینہ ہے۔جب تک ایک مرض کے مواد مخفی ہیں۔تب تک اس مرض کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا۔لیکن مواد کے ظہور اور بروز کے وقت پر ایک طور کی تدبیر ہوسکتی ہے انبیاء نے جو سخت الفاظ استعمال کئے تو حقیقت میں ان کا مطلب تحریک ہی تھا۔تا خلق اللہ میں ایک جوش پیدا ہو جائے۔اور خواب غفلت سے اس ٹھوکر کے ساتھ بیدار ہوجائیں۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 30،31)

پس ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر الفاظ مخالفین اسلام کے متعلق استعمال ہوئے ہیں۔سب اظہار واقعہ کے طور پر ہیں۔ان میں سے ایک بھی غلط اور خلاف واقعہ نہیں۔اور جب تک ان الفاظ کا خلاف واقعہ ہونا ثابت نہ کیا جائے۔(جو ناممکن ہے) تب

تک ان پر کوئی اعتراض شائستہ اعتنا نہیں ہوسکتا۔مگر افسوس کہ رسالہ ''الاسلام'' لاہور کے مضمون نگار کو اس سے انکار ہے۔اس کے نزدیک انبیاء بسا اوقات حق اور سچی بات کو لوگوں کی ناراضگی کے خوف سے بیان نہیں کرتے تھے۔

مضحکہ خیز تاویل:: مضمون نگار لکھتا ہے''اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کفار کے جذبہ نفرت کا ذکر کرتا ہے۔جو انہیں قرآن حکیم سے ہے تو فرماتا ہے۔ **کانھم حمر مستنفرہ فرت من قسورۃ** کہ یہ قرآن کی دعوت سے ایسا بدکتے ہیں۔جیسا شیر سے گدھے لیکن اس آیت کے یہ معنی نہیں کہ قرآن نے تمام نہ ماننے والوں کو گدھا کہا ہے''(الاسلام لاہور بابت ماہ جون صفحہ 15)اس مضحکہ خیز عبارت کو پڑھ کر ہر صاحب عقل انسان حیران ہوگا کہ ان علماء کی عقلوں کو کیا ہو گیا۔کہ ایک ہی فقرہ میں اقرار بھی ہے۔اور انکار بھی۔کیا مضمون نگار کے خیال میں وہ لوگ جن کے متعلق آیت میں کانھم حمر (گویا وہ گدھے ہیں) کہا گیا ہے۔انہوں نے یہ سن کر یہی سمجھا کہ ہمیں ''گدھا قرار نہیں دیا گیا''۔اور کیا اس کو پڑھ کر وہ خوش ہوتے ہوں گے ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا یہ بیان بالکل درست ہے۔کیونکہ وہ لوگ فی الواقعہ قرآن مجید سے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح شیر سے گدھا۔اب خواہ وہ اسی تشبیہ کو''قابل اعتراض''اخلاق سے گری ہوئی اور''سخت'' گالی قرار دیں۔مگر اس میں کلام نہیں کہ یہ ان کی حالت کا صحیح صحیح نقشہ ہے۔لہٰذا گالی نہیں۔

مخالفین چوپائے:: اسی طرح قرآن مجید میں جو یہ آتا ہے۔کہ **ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا** (انفال ع7) بدترین حیوان اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے نبی کا انکار کیا۔اس کے متعلق مضمون نگار لکھتا ہے۔''نہ ماننے والوں کو حیوان کہنا۔بلکہ اس سے بھی بدتر قرار دینا بطور گالی کے نہیں بلکہ ان کے جمود کے لحاظ سے ہے۔''گویا محض سخت الفاظ

کوگالی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جب تک کہ ان کو امر واقعہ کے خلاف ثابت نہ کیا جائے۔

حق برزبان جاری:: مضمون نگار نے انتہائی کوشش کی ہے۔ کہ کسی طرح سچے مگر تلخ الفاظ کو گالی ثابت کرے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نور کو ظلمت قرار دینا کوئی آسان کام نہیں۔ اس آیت کے متعلق جس میں خدا تعالیٰ نے مکذبین احکام الٰہی کو بندر اور سؤر قرار دیا ہے مضمون نگار لکھتا ہے:۔ ''بنی اسرائیلی کی ایک جماعت کو ان کے بڑے اخلاق کی وجہ سے صورۃً یا معنیً مسخ کر دینا گالی نہیں بلکہ ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ گویا اگر واقعہ کا ذکر نہ ہوتا۔ تو اس صورت میں اس بیان کو گالی قرار دیا جاسکتا تھا۔ مگر چونکہ یہ ''اظہار واقعہ'' ہے۔ اس لئے گالی نہیں۔ بس یہی وہ اصل ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازالہ اوہام میں اور خاکسار نے اپنے مضمون'' گالی اور اظہارِ واقعہ میں فرق'' میں پیش کیا۔ اور جس کی تردید کے لئے مضمون نگار نے رسالہ ''الاسلام'' میں مضمون شائع کرایا۔

معاملہ صاف ہوگیا:: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ علماء کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ اس کے متعلق حضور نے خود تحریر فرما دیا ہے۔ **لیس کلامنا ھذا فی اختیارھم بل القول فی اشرارھم** (الہدیٰ صفحہ 68)

گویا صرف وہ علماء مخاطب ہیں۔ جو فی الواقعہ شریر ہیں۔ شریف لوگوں کے متعلق یہ کلام نہیں ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''شریر'' کو ''شریر'' قرار دیا ہے۔ ہاں انہی لوگوں کو جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار سے **علماءھم شر من تحت ادیم السماء** کا لقب ملا (المشکوٰۃ صفحہ 38 کتاب العلم) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حدیث کا نرم سے نرم ترجمہ ''بدذات فرقہ مولویاں'' کیا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر میں ہرگز کوئی گالی نہیں بلکہ ایک واقعہ کا ذکر ہے۔

فمثله کمثل الکلب

میں نے اپنے مضمون میں قرآن مجید اعراف ع23 کی یہ آیت بھی درج کی تھی۔ فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث ذالك مثل القوم الذین کذبوا بأیٰتنا کہ اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تو ان حملہ کرے۔ تو زبان لٹکائے۔ اور اگر اس کو چھوڑ دے۔ تو وہ پھر بھی زبان لٹکائے۔ یہ ہے مثال اس قوم کی جو خدا کی آیات کا انکار کرے۔ اس کے متعلق مضمون نگار لکھتا ہے۔

''خدا نے منکروں کی ایک مخصوص جماعت کو کتے کی اس عادت لهث سے تشبیہ دی ہے جس سے وہ بہر حال زبان نکالے رہتا ہے یعنی ان لوگوں نے رسالت مآب کی تشریف آوری سے پہلے شور مچا رکھا تھا۔...... کہ آفتاب درخشاں کی ضرورت ہے۔ اور جب وہ...... جلوہ گر ہو گیا۔ تو اب یہ شکایت ہے کہ روشنی سے آنکھیں چندھیا گئی ہیں بعینہٖ کتے کی طرح کہ تکلیف میں بھی بھونکتا رہتا ہے۔ اور راحت میں بھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ گالی ہے!'' (صفحہ 15)

گو یا لوگ ہر حالت میں اسی طرح معترض تھے جس طرح کتا ہر حال میں بھونکتا رہتا ہے۔ اس لئے ان کو کتے سے تشبیہ دینا گالی نہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ گالی نہیں۔ بلکہ اظہار واقعہ ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے مضمون میں صاف طور پر لکھ دیا تھا۔ کہ

''جھوٹا ہے وہ جو کہے کہ خدا کے برگزیدہ نبیوں نے اپنے مخالفوں کو گالیاں دیں۔ ان کے سخت الفاظ آئینہ دار حقیقت تھے۔ جن میں مخالفین کی اندرونی مشکلوں کو بے نقاب کیا گیا تھا۔ اس لئے ہم ایسے الفاظ کو گالی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ گالی اور اظہار واقعہ میں فرق ہے۔ مگر نادان معترض اس میں فرق نہیں کرتا۔

یہودیانہ تحریف:: مضمون نگار لکھتا ہے۔ ''ذهب الله بنورهم وترکهم فی

ظلمات لا یبصرون یعنی منافقین ورطۂ حیرت میں گم ہیں۔ ان کی مثال ایسے آدمی کی طرح ہے۔ جس کی آنکھیں ضائع ہوجائیں۔ اور وہ جنگل میں بھٹکتا پھرے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ انہیں اندھا کہا گیا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مضمون نگار نے تھوڑی سی یہودیانہ تحریف سے کام لیا ئے۔ اگر اس آیت سے ذرا اگلے الفاظ نقل کر دیتا۔ تو یقیناً اسے یہ لکھنے کی جرات نہ ہوتی کہ انہیں اندھا قرار نہیں دیا گیا۔ اگلے الفاظ یہ ہیں۔ صم بکم عمی فہم لا یرجعون کہ وہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں۔ سو وہ باز نہیں آتے۔ ظاہر ہے کہ انہیں بہرہ گونگا اور اندھا کہا گیا ہے۔ مگر یہ گالی نہیں، بلکہ اظہار واقعہ ہے۔ کیونکہ وہ فی الواقعہ روحانیت کے لحاظ سے بہرے گونگے اور اندھے تھے۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب اور مخالفت میں انصاف وعدل و دیانت کو بھی خیر باد کہہ جاتے ہیں۔ اور ایک ذرہ بھر بھی خدا کا خوف ان کے دلوں میں نہیں رہتا۔

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو	کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

لفظ ’’زنیم‘‘ کی تحقیق

مضمون نگار نے لفظ ’’زنیم‘‘ کے متعلق لکھا ہے۔

’’اس کے معنے حرامزادہ کے نہیں۔ بلکہ کمینہ معروف بالشر اور ذلیل کے ہیں۔‘‘

اگر مضمون نگار ہی کی بات کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس پر سوال ہوتا ہے۔ کہ کیا کسی مخالف کو کمینہ اور ذلیل قرار دینا اس مخالف کے لئے خوشی اور انبساط کا موجب ہوگا۔ یا وہ اسے اپنی دلآزاری اور توہین قرار دے گا؟ خواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاندین لاکھ سر پٹکیں۔ حقیقت یہی ہے کہ انبیاء دنیا میں حق کے سب سے بڑے علمبردار ہوتے ہیں۔ اور چونکہ

الحق مر ٌ کے مطابق ان کی حق گوئی میں فطرتی مرارت ہوتی ہے۔اس لئے ان کے مخالفین ان پر گالیاں دینے کاالزام لگاتے ہیں۔حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’دشنام دہی اور چیز ہےاور بیان واقعہ گووہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو۔دوسری شے ہے۔ہر ایک محقق اورحق گوکا فرض ہوتا ہے کہ وہ سچی بات کو پورے طور پرمخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچائے۔پھراگروہ سچ کوسنکرافروختہ ہو۔توہوا کرے؟‘‘ (ازالہ اوہام صفحہ 20)

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ’’زنیم‘‘ کے معنے ازالہ اوہام میں حرامزادہ کئے ہیں اور خاکسار نے اپنے مضمون میں یہی ترجمہ کیا ہے۔مضمون نگار کواس ترجمہ سے اختلاف ہے۔مگرافسوس کہ اس نے میں ان حوالہ جات اوراقتباسات پرایک ذرہ بھی بحث نہیں کی جومختلف کتب لغت وتفسیر سے’’زنیم‘‘ کے ترجمہ کے متعلق ہم نےنقل کئے تھے۔ جس سے ہراہل حق پرصاف طور پر واضح ہوجائے گا۔کہ مخالفین اس امر کا ہرگز انکارنہیں کر سکتے۔کہ" زنیم" کے معنی حرامزادکےضرور ہیں۔

(1) المنجد میں جولغت کی مشہور کتاب ہے۔’’زنیم ‘‘ کے معنی’’اللئیم‘‘اور ’’الدّعی‘‘ لکھے ہیں۔(صفحہ 201) اور’’اللئیم‘‘ کے معنی اسی لغت میں صفحہ 511 پر ’’الدنی الاصل‘‘بدذات لکھے ہیں۔گویا’’زنیم‘‘ کے معنی ہیں۔بدذات

قرآنی لغت کا استعمال:: پس حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اس ترجمہ سے اختلاف ہے۔مگرافسوس کہ اس نے ان حوالہ جات اورانقتباسات پرایک ذرہ بھی بحث نہیں کی جومختلف کتب لغت وتفسیر سے"زنیم کے ترجمہ کے متعلق ہم نےنقل کئے تھے۔جن سے ہراہل حق پرصاف طور پرواضح ہوجائے گا کہ مخالفین اس امر کا ہرگز انکارنہیں کرسکتے۔کہ’’زنیم‘‘ کے معنی حرامزادکےضرور ہیں۔

المنجد میں جو لغت کی مشہور کتاب ہے۔ ''زنیم'' کے معنی ''اللیم'' اور ''الدعی'' لکھتے ہیں وع (۳) اور الیم کے معنی اسی لغت میں صفحہ 11 پر" الدکی الاصل بدفات دیکھے ہیں۔گویا زنیم" کے معنی ہیں۔ یہ ذات قرآنی لغت کا استعمال پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ''بدذات فرقہ مولویاں'' لکھا ہے تو وہ قرآنی لغت ہی کا استعمال ہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا۔

(2) پھر ''زنیم'' کے دوسرے معنی ہیں۔ ''الدعی'' چنانچہ مضمون نگار نے بھی صفحہ 15 پر حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کر کے ایک روایت ''الکامل للمبرد'' کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''زنیم'' کے معنی ''الدعی'' اسی طرح قاموس میں بھی ''الزنیم'' کے معنی ''الدعی'' لکھے ہیں۔ نیز تاج العروس میں بھی لکھا ہے کہ واما الدعی فھو زنیم پس ثابت ہوا کہ زنیم کے معنی الدعی کے ہیں۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ لفظ ''دعی'' وہ شخص ہے جس کی نسب میں کوئی شک ہو۔ کیا اس تحقیق کے پیش نظر کوئی اہل انصاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترجمے کو غلط قرار دے سکتا ہے؟

(3) تاج العروس میں لفظ زنیم کے ماتحت لکھا ہے۔ الزنیم، اللئیم یعنی زنیم کے معنی اللئیم اور اسی لغت میں اللئیم کے متعلق لکھا ہے لئیم دعی الاصل'' (تاج العروس مفصل لام مع المیم) لئیم کے معنی بدذات اور ''بداصل'' کے ہیں۔

(4) عربی لغات فیروزی صفحہ 140 پر لکھا ہے زنیم حرامزادہ۔

(5) علامہ فخر الدین رازی اپنی مشہور تفسیر میں آیت عتل بعد ذالک زنیم (القلم ع 1) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''الحاصل ان الزنیم ھو ولد الزنا الملحق بالقوم فی النسب ولیس منھم"

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 265 مطبع دار الطباعت القاہرہ مصری)

ساری کی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ زنیم وہ ہوتا ہے جو ''حرامزادہ'' ہو۔ جو کسی قوم کے ساتھ نسب میں منسوب ہو جائے۔ حالانکہ ان میں سے نہ ہو۔ پس ثابت ہوا۔ کہ زنیم کا وہی ترجمہ درست ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے۔

و من تلبیسهم قد حرفوا الالفاظ تفسیراً
وقد بانت ضلالتهم ولو القو المعاذیرا
(المسیح الموعود)

ناروا الزام

مضمون نگار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگایا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کا طرز کلام درجہ ثقاہت سے گرا ہوا تھا۔ حالانکہ ہم نے اپنے مضمون میں بخاری کی حدیث پیش کی تھی۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے (جب قریش مکہ کا سفیر عروہ بن مسعود صلح کی شرائط طے کر رہا تھا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔ **امصص ببظر اللات** (بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد جلد 2 صفحہ 75 مطبع الہیہ مصر) اس کا ترجمہ تجرید بخاری مترجم اردو شائع کردہ مولوی فیروز الدین میں یہ لکھا ہے۔ کہ ''حضرت ابوبکرؓ نے عروہ سے کہا کہ لات (دیوی) کی شرمگاہ چوس۔ یہ عرب میں نہایت ہی سخت گالی سمجھی جاتی تھی۔'' (تجرید بخاری جلد 2 صفحہ 13) اور بخاری میں لکھا ہے کہ عروہ یہ الفاظ سن کر سخت برافروختہ ہوا۔ مضمون نگار صاحب نے اگر بخاری نہیں پڑھی۔ تو ہمارے مضمون میں اس حوالہ کو ضرور ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ پھر تعجب ہے کہ وہ اس واقعہ کو بالکل نظر انداز کر گئے ہیں۔

ایک اور حدیث:: اگر مضمون نگار صاحب یہ کہیں کہ یہ قول تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا

ہے۔ وہ نبی نہیں اور ہمارا یہ من گھڑت قاعدہ ہے کہ عام طور پر حکماء اور راہبران امت جلال میں آ کر وہ کچھ کہہ جاتے ہیں۔ جس سے بسا اوقات قوم کی دل شکنی ہوتی ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام" اس سے مستثنٰی ہیں تو ایک اور حدیث ملاحظہ کریں۔ جو یہ ہے۔ عن ابی بن کعب قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من تعزی جزاء الجاھلیٰ فاعضوہ بھن ابیه ولا تکنوا '' (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب المفاخر والعبیۃ صفحہ 356 مطبع انصاری)

اس کا ترجمہ اگر خود نہ جانتے ہوں۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب سے پوچھ لیں اور پھر بتائیں۔ اسے کس قسم کا طریق کلام دیتے ہیں۔

(الفضل 12 اگست 1934ء صفحہ 8 تا 10)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمی معجزہ
تفسیرِ قرآن لکھنے کا چیلنج

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

(المسیح الموعود)

(1) خدا تعالیٰ نے عرب کے ریگستان میں رسول کریم ﷺ پر جو کتاب نازل کی وہ علوم سماوی کا ایک بے بہا خزانہ ہے انسانی زندگی کے لئے ایک کامل نصاب اور کفر و شرک اور ہوا و ہوس کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کے لئے چمکتا ہوا سورج ہے۔ وہ کائنات عالم کے ذرہ ذرہ کو بنانے والے قادر و توانا خدا کا اپنے پیدا کردہ انسانوں کے نام محبت کا پیغام ہے غرضکہ یہ وہ

عظیم الشان کتاب جس کا حامل محمد عربی ﷺ کو بنایا گیا۔ یہ کتاب صرف نوع انسان کی روحانی بیماریوں کو بیان کر کے ان کا علاج ہی بیان نہیں کرتی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ صدق و کذب اور حق و باطل کے درمیان ''فرقان'' بھی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے اس کو سچ اور جھوٹ کے پرکھنے کا کھلا کھلا معیار بنایا۔ اس کا انداز بیان بے نظیر اس کی کی زبان اور اسلوب بیان عدیم المثال ہے۔ وہ ایک لحاظ سے آسان ترین کتاب ہے کہ اس کی تعلیم کے اصول ہر کس و ناکس کی سمجھ میں بآسانی آسکتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ عام انسانی کلاموں کی طرح محدود معانی اور محدود معارف پر مشتمل کتاب نہیں بلکہ اسرار حقیقت اور رموز معانی کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ ایک ایسا سمندر جس کی تہ میں حقائق و معارف کے بے انتہاء موتی موجود ہیں۔ ان دُرَرِ بے بدل اور لائی بے بہا کے حصول کے لئے ظاہری علوم کے غواصوں کی ضرورت نہیں، بلکہ وہاں تک رسائی کے لئے طہارت و پاکیزگی کے سمندر کا تیراک ہونا ضروری ہے۔ ان معانی اور معارف کا حصول دنیوی اور ناپائیدار خشک علم کے ذریعہ ممکن نہیں۔ بلکہ اس کے لئے پاک و مطہر ہونے کی شرط لازمی و لابدی ہے۔

(2) خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے۔ **لا یمسه الا المطهرون** کہ قرآن مجید کے مطالب و معانی اور حقائق و معارف انہی پر کھولے جاتے ہیں۔ جو پاک اور مطہر ہوتے ہیں کیونکہ کلام الٰہی کے سمجھنے کے لئے اس کے متکلم (خدا) کے ساتھ تعلق کا ہونا لازمی ہے جب تک حکم کے طریق کلام اور اسلوب بیان کا علم نہ ہو۔ کلام کا کامل مفہوم معلوم نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے معارف اور حقائق کو سب سے زیادہ جاننے والا طہارت اور پاکیزگی کا مجسمہ اور تمام نبیوں کا سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھا۔ خود خدا تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کا معلم اعظم قرار دیا ہے۔ فرمایا **هو الذی بعث فی الامیین**

رسولاً منهم يتلوا عليهم أياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكم

(الجمعہ ع 1) کہ نبی امی ﷺ کا کام صرف قرآن مجید کو پڑھ کر سنا دینا ہی نہیں۔ بلکہ اس کے حقائق و معارف اور معانی و مطالب کی تعلیم دینا بھی آپ ہی کا کام ہے چونکہ نبی کریم ﷺ تمام انسانوں سے بڑھ کر تقویٰ و طہارت کی راہوں پر قدم مارنے والے تھے۔اس لئے قرآن مجید کی حقیقی تفسیر بھی آپ ہی کا حصہ تھی۔اور آپ کے بعد بھی قرآن مجید کے مندرجہ بالا فرمان کے مطابق اس کے حقائق و معارف اس پر کھولے جاتے ہیں۔ جو خدا کا محبوب ہو، پاک اور بے عیب ہو۔ یہ ایک زبردست معیار ہے۔ جو صادق اور کاذب میں فرق کر دیتا ہے؟

(3) ہمارے زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے۔ کہ میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے خدا کے فضل سے نبی کا خطاب پایا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے بے شمار علوم کے دروازے مجھ پر کھولے ہیں۔اور قرآن مجید کے حقائق و معارف پر مجھے اطلاع دی ہے۔ مَیں نے یہ علوم اپنے ذاتی کمالات کی بناء پر حاصل نہیں کئے بلکہ اس معلم اعظم سے میں نے خاص تعلیم حاصل کی

وگر استاد را نامے ندانم	کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

(المسیح الموعود)

حضرت مرزا صاحب نے اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت کے طفیل مجھ کو قرآن مجید کے حقائق و معارف کا علم دیا ہے۔اور اس لحاظ سے دنیا کا کوئی عالم، مولوی پیر، سجادہ نشین میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ نے کئی اشتہارات اور انعامی چیلنج شائع کئے تا کوئی عربی یا عجمی عالم یا ادیب تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے آپ کے سامنے

آئے، مگر خدا تعالیٰ کے اس جری کے بالمقابل تمام لاف گزاف مارنے والوں کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔اورانہوں نے اپنی خاموشی سے یہ ثابت کردیا۔کہ ان لوگوں کا خدا کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں۔اور یہ کہ خدا کا پیارا مسیح موعود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کا حقیقی علمبردار ہے مسیح قادیانی نے اپنے مخالفین سے صاف اور کھلے الفاظ میں مطالبہ کیا۔کہ اگر خدا تعالیٰ کا ان سے ایک ذرہ بھی تعلق ہے۔تو وہ یقیناً اس علمی مقابلہ میں انکی مدد کرے گا۔اوران کوذلت اور رسوائی سے بچائے گا۔مگر ممکن نہیں کہ قرآن مجید کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری نہ ہو کہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسولی (مجادلہ ع3) کہ خدا تعالیٰ نے لکھ دیا۔اور مقدر کر چھوڑا ہے۔ کہ وہ اوراس کے رسول ہی ہمیشہ غالب رہیں گے۔پس قرآن مجید کے اس خادم مسیح موعود کے بالمقابل اپنے تقدس اور پاکیزگی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے تمام ملاؤں، پیروں اور گدی نشینوں کے قلم ٹوٹ گئے۔اور قلم اور دوات نے ایک دفعہ پھراسی طرح شہادت دی میں طرح آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل دی تھی کہ زمینی اور ناپائیدار خشک علوم آسمانی علم کا مقابل نہیں کرسکتے۔اور دنیا کے مولویوں اور عالموں کا کوئی بڑے سے بڑا استاد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاگرد کے بالمقابل ٹھہر نہیں سکتا۔**ن-والقلم وما یسطرون**۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ اسلام نے اپنی 80 کے قریب کتابوں کو قرآن مجید کے علوم ومعارف سے بھر دیا۔قرآن مجید کے ان اوراق اور مشکل مقامات کی ایمان پرور اور عرفان بخش تفسیر لکھی۔جنکو مولوی لاینحل سمجھ کر منسوخ قرار دے چکے تھے۔یا ان کی ایسی غلط اور مضحکہ خیز تفسیر کرتے تھے۔کہ مخالفین اسلام آریہ اور عیسائی ان پر ہزار ہزار ناقابلِ تردید اعتراض کرکے مسلمانوں کو شرمندہ کرتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ کس طرح قرآن مجید کے علوم کے

دروازے خدا کے اس مقدس رسول پر کھولے گئے ہیں۔مشکل سے مشکل مضمون کو سادہ اور سلیس چند فقرات میں حل کر دیا ہے۔آپ نے قرآن مجید کی تفسیر کے اصول بتائے۔اور خود ان اصولوں کے مطابق آیات قرآنی کی تفسیر کر کے بتا دیا۔کہ آسمانی علوم آسمان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں ہی کا حصہ ہوتے ہیں۔محض ضرب، **یضرب ضرباً** کی گردان رٹ لینے اور عربی سیکھ لینے سے قرآن مجید نہیں آجاتا اگر قرآن مجید کے حقائق ومعارف کے سمجھنے کا معیار محض عربی زبان کا جاننا ہی ہوتا۔تو جرجی زیدان یا اس جیسے عیسائی دھریہ اور یہودی جو زبان عربی کے مسلم استاد اور ادیب ہیں۔وہ قرآن مجید کے حقائق ومعارف اور معانی ومطالب کے سب سے بڑے مفسر ہوتے۔مگر خدا تعالیٰ نے **لا یمسہ الا المطھرون** فرما کر بتا دیا کہ قرآن مجید کے علوم کو وہی مس کر سکتے ہیں۔جو پاک اور مطہر ہوں گے۔گویا جتنی جتنی طہارت و پاکیزگی زیادہ ہوگی۔اتنا اتنا علوم قرآنی کا دروازہ کھلتا چلا جائے گا۔

(4) پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے علوم قرآنی کے مقابلہ میں تمام دنیا کے علماء، فضلاء، فصحاء و بلغا کا صاف طور پر عاجز آجانا آپ کے صادق اور راستباز ہونے پر ناقابل تردید گواہ ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

''میرا خدا جو آسمان وزمین کا مالک ہے میں اس کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے۔اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے۔تو میں جھوٹا ہوں۔اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اتر سکے۔تو میں جھوٹا ہوں۔اگر قرآن کے نکات اور معارف کے بیان کرنے میں میرا کوئی ہم پلہ ٹھہر سکے۔تو میں جھوٹا ہوں۔اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ان میں کوئی میری برابر کر سکے۔تو میں خدا کی طرف

سے نہیں ہوں۔

''پھر ایک اور پیشگوئی نشانِ الٰہی ہے۔ جو براہین کے صفحہ 238 میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے ''الرحمٰن علّم القرآن'' اس آیت میں علم قرآن کا وعدہ دیا تھا۔ سو اس وعدہ کو اپنے طور پر پورا کیا کہ اب کسی کو معارف قرآنی میں مقابلہ کی طاقت نہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مولوی اس ملک کے تمام مولویوں میں سے معارف قرآنی میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہے۔ اور کسی سورۃ کی ایک تفسیر میں لکھوں۔ اور کوئی اور مخالف لکھے۔ تو وہ نہایت ذلیل ہوگا۔ اور مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود اصرار کے مولویوں نے اس طرف رخ نہیں کیا۔ یہ ایک عظیم الشان نشان ہے مگر ان کے لئے جو انصاف اور ایمان رکھتے ہیں''

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 7)

''جب میری طرف سے متواتر دنیا میں اشتہارات شائع ہوئے کہ خدا تعالیٰ کے تائیدی نشانوں میں سے ایک یہ نشان مجھے دیا گیا ہے کہ فصیح بلیغ عربی میں قرآن شریف کی کسی سورۃ کی تفسیر لکھ سکتا ہوں اور مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے علم دیا گیا کہ میرے مقابل اور بالمواجہ بیٹھ کر کوئی دوسرا شخص خواہ وہ مولوی ہو یا کوئی فقیر گدی نشین ایسی تفسیر ہرگز نہیں لکھ سکے گا۔''

(نزول المسیح صفحہ 53)

''اب کس قدر ظلم ہے کہ اس قدر نشانوں کو دیکھ کر پھر کہے جاتے ہیں۔ کہ کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔ اور مولویوں کے لئے تو خود ان کی بے علمی کا نشان کافی تھا۔ کیونکہ ہزار ہا روپے کے انعامی اشتہار دیئے گئے کہ اگر وہ بالمقابل بیٹھ کر کسی سورۂ قرآنی کی تفسیر عربی فصیح بلیغ میں میرے مقابل پر لکھ سکیں تو وہ انعام پائیں، مگر وہ مقابلہ نہ کر سکے۔ تو کیا یہ نشان نہیں تھا۔ کہ خدا نے ان کی ساری علمی طاقت سلب کر دی۔ باوجودیکہ وہ ہزاروں تھے۔ تب بھی کسی کو حوصلہ نہ

پڑا۔ کہ سیدھی نیت سے میرے مقابل پر آوے۔ اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ اس مقابلہ میں کس کی تائید کرتا ہے‘‘ (نزول المسیح صفحہ 30)

’’نشان کے طور پر قرآن اور زبان قرآن کی نسبت دو طرح کی نعمتیں مجھ کو عطا کی گئی ہیں۔ (1) ایک یہ کہ معارف عالیہ فرقان حمید بطور خارق عادت مجھ کو سکھلائے گئے جن میں دوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (2) دوسرے یہ کہ زبان قرآن یعنے عربی میں وہ بلاغت اور فصاحت مجھے دی گئی کہ اگر تمام علماء مخالفین باہم اتفاق کر کے بھی اس میں مرا مقابلہ کرنا چاہیں تو ناکام و نامرد رہیں گے۔ اور وہ دیکھ لیں گے۔ کہ جو حلاوت اور بلاغت اور فصاحتِ لسان عربی مع التزام حقائق و معارف و نکات میری کلام میں ہے، اور وہ ان کو اور ان کے دوستوں اور ان کے استادوں اور ان کے بزرگوں کو ہرگز حاصل نہیں۔ اس الہام کے بعد میں نے قرآن شریف کے بعض مقامات اور بعض سورتوں کی تفسیریں لکھیں۔ اور نیز عربی زبان میں کئی کتابیں نہایت بلیغ و فصیح تالیف کیں۔ اور مخالفوں کو ان کے مقابلہ کے لئے بلایا بلکہ بڑے بڑے انعام ان کے لئے مقرر کئے۔ اور ان میں سے جو نامی آدمی تھے۔ جیسا کہ میاں نذیر حسین دہلوی اور ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ ان لوگوں کو بار بار اس امر کی طرف دعوت دی گئی کہ اگر کچھ بھی علم قرآن میں ان کو دخل ہے۔ یا زبان عربی میں مہارت ہے۔ یا مجھے میرے دعویٰ مسیحیت میں کاذب سمجھتے ہیں۔ تو ان حقائق و معارف پر از بلاغت کی نظیر پیش کریں۔ جو میں نے اپنی کتابوں میں اس دعوے کے ساتھ لکھے ہیں۔ کہ وہ انسانی طاقتوں سے بالاتر اور خدا تعالیٰ کے نشان ہیں مگر وہ مقابلہ سے عاجز آ گئے۔ نہ تو وہ ان حقائق و معارف کی نظیر پیش کر سکے جن کو میں نے بعض قرآنی آیات اور سورتوں کی تفسیر لکھتے وقت اپنی کتابوں میں تحریر کیا تھا۔ نہ ان بلیغ اور فصیح کتابوں کی طرح دو سطر بھی لکھ سکے۔ جو میں نے عربی میں

تالیف کر کے شائع کی تھیں۔(تریاق القلوب تقطیع کلاں صفحہ 47)

''خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ کے ذریعہ سے تین نعمتیں اپنے کامل بندے کو عطا فرماتا ہے۔ اول ان کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور قبولیت سے اطلاع دی جاتی ہے۔ دوم اس کو خدا تعالیٰ بہت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔سوم اس پر قرآن شریف کے بہت سے علوم حکمیہ بذریعہ الہام کھولے جاتے ہیں۔پس جو شخص اس عاجز کا مکذب ہو کر پھر یہ دعوے کرتا ہے۔کہ یہ ہنر مجھ میں پایا جاتا ہے۔میں اس کو خدا تعالے کی قسم دیتا ہوں کہ ان تینوں باتوں میں میرے ساتھ مقابلہ کرے اور فریقین میں قرآن شریف کے کسی مقام کی ساتھ آئتیں تفسیر کے لئے بالاتفاق منظور ہو کر ان کی تفسیر دونوں فریق لکھیں گے۔''(انجام آتھم حاشیہ صفحہ 19)

''میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بنائیں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جائے۔اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں۔ان کی تفسیر میں بھی عربی میں لکھوں اور میرا مخالف بھی لکھے۔پھر اگر میں حقائق و معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں۔''(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 20)غرض سب کو بلند آواز سے اس بات کی طرف مدعو کیا کہ مجھے علم حقائق اور معارف قرآن دیا گیا ہے۔تم لوگوں میں سے کسی کی مجال نہیں۔کہ میرے مقابل پر قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کر سکے۔سو اس اعلان کے بعد میرے مقابل ان میں سے کوئی بھی نہ آیا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 27)''ہم ان کو اجازت دیتے ہیں۔کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسن بھین وغیرہ کو بلالیں بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔''(ضمیمہ اربعین نمبر 4 صفحہ 6)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علوم قرآن کے مقابلہ کے لئے تمام دنیا

کے علما کو للکارا۔ مگر انہوں نے اپنی خاموشی سے اس بات پر مہر ثبت کر دی کہ خدا کا پیارا مسیح موعود آسمانی علوم دنیا میں لے کر آیا تھا۔ جن کے بالمقابل ان کے خشک زمینی علوم کی حیثیت جہالت سے بڑھ کر نہ تھی۔ کیا حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق یہ کوئی معمولی دلیل ہے۔ (الفضل 6 نومبر 1934ء صفحہ 5-6)

''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔''
ہر احمدی کا نصب العین ہے

الفضل کے گزشتہ پرچوں میں چند مضامین شائع ہوئے ہیں جنہیں مضمون نگار حضرات نے اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے جماعت کے لئے ایک سے موٹو یا نصب العین تجویز کیا ہے۔ پہلے مضمون میں استبقوا الخیرات کو بطور موٹو تجویز کیا گیا۔ دوسرے مضمون میں ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' کو جماعت احمدیہ کا نصب العین قرار دیا گیا۔ اور تیسرے مضمون میں گو اس امر کو تسلیم کر لیا گیا۔ کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔'' اسلام اور احمدیت کا نچوڑ ہے لیکن پھر بھی میرے محترم عزیز کے نزدیک یہ جملہ ایک احمدی کا ''ماٹو'' یا ''نصب العین'' نہیں ہوسکتا۔ اظہارِ خیالات کرنے والے ''تینوں بزرگوں کا ہمیں بجا طور پر شکر گزار ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اپنے نہایت قیمتی اور مفید خیالات سے ہمیں مستفید فرمایا۔ لیکن چونکہ یہ ایک نہایت دلچسپ اور اہم علمی موضوع ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں بھی اپنے ناقص خیالات کا اظہار کروں۔

بعثت انبیاء کا مقصد: قرآن مجید کے پڑھنے سے صاف اور صریح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے قبل اصطلاح خداوندی میں تمام دنیا مردہ ہو چکی ہوتی

ہے۔اور وہ اپنے انفاس قدسیہ کے ذریعہ مردہ زمین کو ازسرنو زندہ کرتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اللہ یحی الأرض بعد موتھا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہے۔قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے احي الموتی باذن اللہ اور رسول عربی ﷺ کے متعلق یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاء کم لما یحیکم کے الفاظ موجود ہیں۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتیٰ فرما کر اللہ تعالیٰ سے اسی کیفیت احیاء موتی کی تفصیلات کا علم حاصل کرنے کی درخواست کی تھی۔غرض کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کی آمد کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ آکر مردہ دنیا کو ازسرنو زندہ کریں۔گو دنیا ان کے آنے سے قبل بھی آباد ہوتی ہے ۔تجارت،صنعت وحرفت، زراعت،علم، دولت، طاقت،شجاعت، ذہانت،فطنت غرض کہ ہر قسم کے ظاہری ساز وسامان دنیا میں موجود ہوتے ہیں لیکن ان کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا کہ دنیا اپنے تمام ساز وسامان کے باوجود پھر بھی مردہ ہے اور ہم نے اس نبی کو بھیجا ہے۔تا وہ اس کو زندہ کرے۔

یہاں طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ وہ کونسی چیز تھی۔جس کی کمی کے باعث خدا تعالیٰ نے تمام ساز وسامان سے بھری ہوئی دنیا کو مردہ قرار دیا۔جسے پورا کرنے کے لئے ایک نبی مبعوث کیا گیا۔

دنیا سے ہٹا کر دین کی طرف لگانا:: تاریخ عرب کے پڑھنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں اعلیٰ سے اعلیٰ شاعر، بہادر سے بہادر جری،عظیم الشان تاجر بے نظیر صاحب فن موجود تھے۔جو ہر سال عکاظ کے میدان میں اپنے اپنے کمال و ہنر کا مظاہرہ کر کے خراج تحسین موصول کرتے تھے لیکن ان سب امور کے

باوجود خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ **استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم** کہ اے لوگو! تم ابھی مردہ ہو۔ اور ہم نے محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے تا کہ وہ تم کو زندہ کرے۔ پس یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ انبیاء آ کر دنیا کے کسی سامان میں اضافہ نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ تو اُن سے قبل بھی موجود ہوتا ہے۔ ان کی آمد کا باعث صرف یہ ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ دنیا ہر قسم کے ظاہری ساز و سامان سے لیس ہوتی ہے۔ پھر بھی ایک عظیم نشان اور بے بہا چیز کی کمی کے باعث وہ الٰہی اصطلاح میں مردہ کہلاتی ہے۔ وہ کمی یہ ہے کہ دنیا کے لوگ اپنی تمام توجہات اور کوششوں کا مرکز دنیا کی لذات کا حصول سمجھتے ہیں۔ اور ان کی ہر ایک سعی و کوشش محض دنیا کے لئے ہوتی ہے خدا کے انبیاء آ کر ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ اگر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم تم سے دنیا کی چیزوں کو نہیں چھڑاتے تمہیں صنعت و حرفت، تجارت و زراعت وغیرہ ذرائع سے مال و دولت کمانے سے منع نہیں کرتے۔ صرف یہ کہتے ہیں۔ کہ تم نیت بدل لو یعنی تمہاری غرض اپنے کاروبارِ زندگی سے حصول دنیا نہ ہو۔ بلکہ محض خدا کی رضاء کو حاصل کرنا ہو۔ بلکہ محض خدا کی رضا کو حاصل کرنا ہو۔ کیونکہ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** تمہارے ہر فعل میں یہی روح کام کر رہی ہو۔ کہ خدا تعالیٰ کی رضا دُنیا کی ہر چیز پر مقدم ہے۔ گویا انبیاء دنیا کو جس نصب العین کی طرف لانا چاہتے ہیں۔ وہ قرآن مجید نے ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔ **قُلْ اِنَّ صَلاتِیْ ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین** کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت ۔غرضکہ میری ہر حرکت اور ہر سکون محض خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

یہی وہ چیز تھی۔ جس کا انبیاء کی بعثت سے قبل فقدان تھا۔ اور جس کے باعث خدا تعالیٰ نے دنیا کو مردہ قرار دیا۔ انبیاء علیہم السلام دنیا میں صرف اسی لئے آتے ہیں کہ تا دنیا کے لوگوں کی

توجہ کو دنیا کی طرف سے ہٹا کر خدا کی طرف لگا دیں۔ اور جب یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک عظیم الشان جماعت اس نصیب العین پر قائم ہو جاتی ہے تو الٰہی اصطلاح میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ دنیا جو پہلے مردہ تھی۔ اب زندہ ہوگئی۔ یہی مومن کا نصب العین ہے۔ یہی وہ عظیم الشان مقصد ہے جس کے لئے تمام انبیاء مبعوث ہوئے۔ **قل ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین** ۔ انسانی زندگی کی ابتداء سے لے کر اس کی انتہاء تک ہر شعبہ زندگی میں انسان کے لئے مشعل راہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت :: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ نے انسانوں کی توجہ کو دنیا کی طرف سے ہٹا کر خدا کی طرف لگا دیا۔ اور معجزانہ طور پر مردہ زمین کو از سرِنو زندہ کر دیا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کنتم امواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔ کہ اے لوگو۔ تم مردہ تھے۔ خدا نے تم کو زندہ کیا ہے لیکن تم پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ تم پھر مر جاؤ گے۔ یعنی ایسا وقت آجائیگا کہ تمہاری توجہات خدا کی طرف سے ہٹ کر پھر دنیا کی طرف جا لگیں گی۔ اور دنیا کا ظاہری حسن تمہیں بے طرح مست کر دے گا۔ لیکن خدا تمہاری اس حالت کو زیادہ دیر تک قائم نہیں رہنے دے گا۔ بلکہ اس نے تمہارے لئے یہ مقدر کیا ہے کہ پھر ایک نبی کے ذریعہ وہ تم کو از سرِنو زندہ کرے گا۔ اور تم پر پھر وہ زمانہ آجائے گا۔ کہ تمہاری توجہ اور تمہارا رجوع دنیا کی طرف سے ہٹا کر خدا کی طرف لگا دیا جائیگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

یہی وہ پاک مقصد تھا۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کی بعثت کے وقت دنیا کی کیا حالت تھی۔ اس کا ذکر حضور نے یوں فرمایا ہے۔

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش دیار نیست ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

یعنی اہل دنیا سب کے سب اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر شخص نصب العین لذاتِ دنیوی کا حصول ہے۔ خدا اور اس کے دین کی طرف کسی کی توجہ نہیں رہی۔ حضور نے آ کر پھر اسی نصب العین کو پیش فرمایا۔ جو آپ کے آقا نے 1300 برس قبل دنیا کے سامنے پیش فرمایا تھا۔ یعنی ’’میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا‘‘

یہ فقرہ دراصل آیت قرآنی **قل ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین** کا نہائت مختصر اور عام فہم ترجمہ ہے۔

اسلام کا نچوڑ:: ’’میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا‘‘ کس قدر پیارا جملہ ہے۔ کتنا مختصر مگر کس قدر جامع ہے۔ ہوش سنبھالنے سے لے کر موت تک انسان کا کوئی ایک فعل بھی ایسا نہیں جس پر یہ فقرہ حاوی نہ ہو۔ یہ اسلام کا نچوڑ ہے یہ احمدیت کا مغز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اور ہر مومن کا حقیقی معنوں میں نصب العین یعنے ’’ماٹو‘‘ ہے۔

جو شخص کامل طور پر دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے۔ ہر حالت میں دنیا کو دین کے لئے چھوڑتا ہے۔ ہم اسے ادنیٰ درجہ کا مومن یا جھوٹے مقام کا احمدی نہیں کہہ سکتے۔ کامل طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے تو صرف انبیاء اور ان کے خلفاء ہی ہوتے ہیں۔ ان کے بعد دوسرے مومن علی حسب المراتب دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ کا مومن وہی ہے جو دین کامل طور پر دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا۔ بلکہ کبھی کبھی ٹھوکر کھا جاتا۔ اور اپنے اس نصب العین کو بھول جاتا ہے اس کے بالمقابل **واستبقوا الخیرات** ایک عظیم الشان صداقت کا حامل اور نیکی کے میدان میں گوئے سبقت لے جانے کا سبق لئے ہوئے ہے۔ مگر پھر بھی میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا کے مفہوم پر حاوی نہیں بلکہ اس کا ایک جزو ہے کیونکہ جو

شخص دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بجائے دنیا کو دین پر مقدم کرتا ہے؟ کبھی سابق بالخیرات نہیں ہوسکتا۔ اسے تو اپنے ذاتی آرام وآسائش کا خیال بیوی بچوں کی پرورش کی فکر اور دنیوی لذات کا حصول مقدم ہے۔ وہ کب سابق بالخیرات ہوسکتا ہے؟

پس ہر احمدی کا نصب العین یا ''ماٹو'' یہی ہے کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔'' اسی کی طرف سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوتے وقت ہر احمدی کو متوجہ کیا جاتا ہے۔ اور تاوقتِ مرگ اس پر ثابت قدم و برقرار رہنے کا اقرار لیا جاتا ہے۔ پس اگر کوئی اصل الاصول ایسا ہے۔ جو ہر احمدی کے لئے ہر لمحۂ زندگی میں مشعل راہ ہوسکتا ہے۔ تو وہ صرف یہی ہے کہ:

''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا''

خاکسار کی تجویز یہ ہے کہ احباب چوکھٹے پر نہائت خوبصورت اور موٹے الفاظ میں ''قل أن صلوٰتی ونسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العالمین'' لکھوائیں اور اس کے نیچے بجائے ترجمہ کے بالفاظِ جلی ''مَیں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' کا جملہ لکھا ہوا ہو۔

(الفضل 4 ستمبر 1936ء صفحہ 5،9)

ضرورتِ زمانہ کی

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر زبردست گواہی

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

(المسیح الموعود)

کسی مدعی نبوت کا عین ضرورت کے وقت مبعوث ہونا اس کے دعوے کی صداقت پر

بذاتِ خود ایک دلیل ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جیسی حکیم وخبیر ہستی کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ دنیا میں روحانی معالج (نبی) کو ایسے وقت میں بھیجے۔ جبکہ دنیا اس کی محتاج نہ ہو۔ ممکن نہیں۔ بعینہٖ اسی طرح ایسے زمانہ میں جبکہ چاروں طرف فسق و فجور۔ کفر و شرک۔ بدی اور بدکاری کا دور دورہ ہو۔ مخلوق اپنے خالق سے کلی طور پر روگردان ہو چکی ہو۔ یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی روحانی اصلاح کے لئے کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجے گا۔ خدا تعالیٰ کی شان کے متعلق حد درجہ کی گستاخی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کی بعثت کی ضرورت کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:- **وان كَانُوا مِنۡ قَبۡلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِيۡنٍ** (الجمعہ ع 1) کہ دنیا کی کھلی کھلی گمراہی مقتضی تھی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے محمد عربی ﷺ ایک چمکتے ہوئے سورج (سراج منیر) کی طرح نمودار ہوں۔ تاکہ کفر و معصیت کی تاریکیاں اُجالے کی صورت میں مبدل کر دی جائیں:۔

ایک عذرِ نامعقول اور اس کا جواب:: آج مخالفین احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کی طرف سے آنکھیں بند کرنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جب ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے۔ ہمیں آنحضرت ﷺ پر ایمان ہے۔ ہم صوم و صلوٰۃ کے قائل ہیں۔ تو پھر ہمیں کسی نبی کی کیا ضرورت ہے۔

اس سوال کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایک نبی کی آمد کے تو تم بھی قائل ہو۔ اگر کسی نبی کی ضرورت نہیں تھی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی کیا ضرورت ہے پس تمہارا مسیح ناصری کا انتظار کرنا خود اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی اہلِ جہاں کو ایک نبی کی احتیاج ہے۔ اس ضرورت کے سوال میں احمدی و غیر احمدی دونوں متفق ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ غیر احمدی اس ضرورت کو حضرت موسیٰ علیہ

السلام کی امت میں سے پورا کرنے کے متمنی ہیں۔ مگر احمدیوں کا ایمان یہ ہے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خود ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی امت سے حضور ہی کے ایک غلام کو منتخب کیا جانا مقدر تھا۔ کیونکہ بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی تمام انبیاء کا فیضان ختم ہو چکا۔ اب ہر ایک خیر و برکت کو اپنے اندر جمع کرنے والی یہی خیر الامم ہے۔ جسے سید الانبیاء و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن فضیلت کے ساتھ حقیقی وابستگی کا شرف حاصل ہے۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(المسیح الموعود)

علاوہ ازیں قرآن مجید کے رو سے ثابت ہے۔ کہ نبی کے لئے تشریعی ہونا شرط نہیں۔ نہ یہ ضروری ہے کہ نبی صرف اسی وقت مبعوث ہو جبکہ پہلی الہامی کتاب محرف و مبدل ہو چکی ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا (مائدہ ع 7) کہ ہم نے تورات کو نازل کیا۔ اس کے بعد تورات کے مصدق جو انبیاء آتے رہے وہ تورات ہی سے فیصلے کرتے تھے۔ خود نئی شرائع لیکر نہیں آتے تھے۔ اگر واقعات کو دیکھا جائے تو بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی۔ اس کے نزول کے وقت وہ کوہ طور پر تھے۔ مگر حضرت ہارون علیہ السلام اس وقت اپنی قوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلافت کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ ان پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ علیٰ ھذا القیاس۔ حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یحیٰ، حضرت زکریا۔ عرضکہ ہزاروں انبیاء علیہم السلام

ایسے گزرے ہیں۔جن پر کوئی نئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ان انبیاء کا کام صرف پہلی شریعت پر عمل کرانا۔لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینا۔اور مخلوق کا اپنے خالق کے ساتھ تعلق قائم کرانا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے: اِنَّ الرَّسُولَ لَا یَجِبُ أَن یکُونَ صَاحِبَ شَرِیعٍ جَدِیدٍ مُسْتَقِلٍّ فَإِنَّ أَوْلَادَ إِبْرَاهِیمَ کانوا علی شریعتہ۔

(روح المعانی جلد 5 صفحہ 186)

کہ نبی کے لئے کسی نئی مستقل شریعت کا لانا ضروری نہیں۔کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی اولاد اپنے باپ ہی کی شریعت پر عامل تھی۔

غرضکہ ہمارا ایمان ہے۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا۔کیونکہ قرآن کریم اکمل واتم اور ناممکن التحریف والتبدیل کتاب ہے۔ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بگڑی ہوئی۔جادۂ استقامت سے بھٹکی ہوئی۔قرآن مجید کو مجوراً چھوڑنے والی۔شر من تحت ادیم السَّمَاء علماء کے بے پناہ قبضۂ اقتدار میں پھنسی ہوئی۔یہود نامسعود کے شبر ابشبر (قدم بقدم) چلنے والی اور 73 فرقوں پر منقسم ہوجانے والی امت کی اصلاح کے لئے ہاں اس کو پھر قرآن مجید کی پاک تعلیم پر عمل کرانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوہ حسنہ پر چلانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے فیضان سے ایک فارسی الاصل فتح نصیب جرنیل کا کھڑا ہونا۔دربارِ محمدی سے ایک حکماً عدلاً کا سرٹیفکیٹ پانے والے ''نبی'' کا مبعوث ہونا مقدر تھا۔جس نے دنیا کو پکار پکار کر کہا کہ یہ مقام میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل پیروی سے حاصل کیا ہے۔

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدادہم	یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

(المسیح الموعود)

غیر احمدی زعماء کی شہادت:: پس جب یہ ثابت ہو جائے کہ تمام دنیا کی عموماً اور امت محمدیہ کی خصوصاً موجودہ حالت خود اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ خدا کی طرف سے ایک ربانی مصلح مبعوث ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی صداقت سمجھنے میں بہت حد تک آسانی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب باوجود قرآن مجید کے موجود ہونے کے مسلمانوں نے اس پر عمل چھوڑ دیا ہے۔ اور باوجود آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کے حضور کے احکام اور ارشادات کی تعمیل حضورؐ کے اُسوہ حسنہ کا تتبع ترک کر دیا ہے۔ باوجود صوم وصلوٰۃ کے اقرار کے اس کی حقیقت سے وہ عاری ہو چکے ہیں۔ تو پھر ان حقائق کی موجودگی میں یہ کہنا کہ تمہیں کسی ہادی اور رہنما کی ضرورت نہیں۔ کس قدر افسوسناک ہے۔

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا	کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

1۔ مولوی ظفر علی صاحب (سنی) اپنی نظم ''آنحضرت ﷺ سے خطاب'' میں لکھتے ہیں۔

چھوڑ دی ہے جب سے لیکن ملت بیضا کی راہ	ہم مسلمان ہو گئے دنیا کی قوموں میں ذلیل

2۔ نواب صدیق حسن خانصاحب آف بھوپال (وہابی) فرماتے ہیں:۔

''اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں ۔لیکن ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں'' (اقتراب الساعۃ صفحہ 12)

3۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال ''آزاد خیال مسلمان'' جن کی جسمانی روحانی واقتصادی پریشانیاں ان کے افلاسِ تخیل کے اس مظاہرہ میں منتج ہوئی ہیں۔ جو حال ہی میں انہوں نے احرار کی بے ہنگم شورش سے دب کر جماعت احمدیہ کے خلاف ایک مضحکہ خیز بیان کی صورت میں ظاہر کیا

ہے۔مسلمانوں کی موجودہ حالت کو''جواب شکوہ''میں اس طرح بیان فرماتے ہیں :۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور بھی اسی قسم کے بیسیوں حوالجات ہیں جن میں غیر احمدی زعماء نے موجودہ مسلمانوں کی اسلام سے بیگانگی اور عملاً علیحدگی کا رونا رویا ہے۔مختصر یہ کہ مسلمانوں کی عملی حالت خود اس بات کی مقتضی تھی کہ موعودِ کل ادیان پیغمبر اس زمانہ میں مبعوث ہو۔جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔''افسوس! یہ نہیں سوچتے کہ یہ دعویٰ بے وقت نہیں۔اسلام اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر فریاد کر رہا تھا کہ میں مظلوم ہوں۔اور اب وقت ہے کہ آسمان سے میری مدد ہو۔''(اربعین نمبر3،4صفحہ 3)

''نہ صرف یہ کہ میں زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں۔بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے۔''(پیغام صلح آخری صفحہ)

انصاف پسند مسلمانوں سے سوال:: قرآن مجید کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کی اخلاقی۔روحانی و دنیوی پستی کا جو عالم ہے۔وہ محتاج تشریح نہیں۔ہر شخص اپنے دل کو ٹٹول کر خود اس کا جواب دے سکتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو مخاطب فرماتے ہوئے ان کے دل سے یہی سوال کیا ہے۔ہم اس سوال کو اس جگہ درج کرتے ہوئے انصاف پسند غیر احمدی دوستوں سے انصاف کے نام پر اپیل کرتے ہیں۔کہ آج جبکہ مسلمانوں کا روحانی اور اخلاقی زوال اپنے کمال کو پہنچ چکا ہے۔کیا اس کے پیش نظر خدا تعالیٰ کی سنت قدیمہ اور عادتِ مستمرہ کا تقاضا یہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔کہ وہ ان کی اصلاح کے لئے ایک مصلح مبعوث فرماتا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

''جس اسلام کو یہ مخالف مولوی اور ان کا گروہ غیر مذہب کے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ وہ صرف پوست ہے نہ مغز اور محض افسانہ ہے۔ نہ حقیقت! پھر کوئی کیونکر اس کو قبول کرے۔ اور جس بیماری سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک شخص مذہب کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہی بیماری اس دوسرے مذہب میں بھی ہے۔ تو اس تبدیلی سے کیا فائدہ؟ یوں تو برہمو بھی دعوئے کرتے ہیں۔ کہ ہم خدا کے قائل ہیں۔ مگر خدا کا قائل وہی ہے۔ جس کی یقین کی آنکھ کھلی ہے۔ اور وہی گناہ سے بچ سکتا ہے۔ جو یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھتا ہے۔ باقی سب جھوٹے قصے ہیں اور سب کفارے باطل! سو وہی زندہ خدا اس آخری زمانہ میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ تا لوگ ایمان لائیں اور ہلاک نہ ہوں۔ قرآن شریف خدا کا کلام تو ہے۔ بلکہ سب سے بڑا کلام مگر وہ تم سے بہت دور ہے۔ تمہاری آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ اب وہ تمہارے ہاتھ میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تورات یہودیوں کے ہاتھ ہیں۔ اسی وجہ سے اگر تم انصاف کرو۔ تو گواہی دے سکتے ہو کہ بباعث اس کے کہ اس پاک کلام کے یقینی انوار تم سے پوشیدہ ہیں۔ تم اس سے باطنی تقدس کا کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور اگر واقعات خارجیہ کی شہادت کچھ چیز ہے تو تم انصافاً آپ ہی شہادت دے سکتے ہو کہ اس موجودہ زمانہ میں تمہاری کیا حالتیں ہیں؟ سچ کہو کہ کیا تم گناہوں سے اور تمام ان حرکات سے جو تقویٰ کے برخلاف ہیں ایسے ڈرتے ہو۔ جیسا کہ ایک زہر ہلاہل کے استعمال سے انسان ڈرتا ہے۔ سچ کہو کہ کیا تم اس تقویٰ پر قائم ہو جس تقویٰ کیلئے قرآن شریف میں ہدایت کی گئی تھی سچ کہو کہ وہ آثار جو سچے یقین کے بعد ظاہر ہوتے ہیں وہ تم میں ظاہر ہیں کہ تم اس وقت جھوٹ نہ بولو اور بالکل سچ کہو کہ کیا وہ محبت جو خدا سے کرنی چاہئے اور وہ صدق وثبات جو اس کی راہ میں دکھانا چاہئے۔ وہ تم میں موجود ہے؟ تم خدائے عزوجل کی قسم کھا کر کہو۔ کہ اس مردار دنیا کو جس صفائی

سے ترک کرنا چاہئے۔کیاتم اس صفائی سے ترک کر چکے ہو؟ اور جس اخلاص اور توحید وتفرید سے خدائے واحد لاشریک کی طرف دوڑنا چاہئے۔کیاتم اسی اخلاص سے اس کی راہ میں دوڑ رہے ہو؟ ریا کاری سے بات مت کرو۔اور لاف زنی سے لوگوں کو خوش کرنا مت چاہو۔کہ وہ خدا درحقیقت موجود ہے۔جو تمہارے ہر ایک قول اور فعل کو دیکھ رہا ہے۔تم بات کرتے وقت اس قادر کا خیال کرلو۔جس کا غضب ایک کھا جانے والی آگ ہے۔وہ جھوٹی شیخیوں کو ایک دم میں جہنم کا ہیزم کرسکتا ہے۔سوتم سچ سچ کہو۔کہ تمہارے قدم دنیا کی خواہشوں یا دنیا کی آبروؤں یا دنیا کے مال ومتاع میں پھنسے ہوئے ہیں یا نہیں؟ اور قریب تھا کہ دنیا اس زہر سے مر جاتی۔ اگر خدا یہ آسمانی سلسلہ اپنے ہاتھ سے قائم نہ کرتا اور اگر تم چالاکی سے کہو۔کہ ہم ایسے ہی ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا۔اور ہم میں گناہ کی کوئی تاریکی نہیں۔اور پورے یقین کے انجمن سے ہم کھینچے جارہے ہیں۔توتم نے جھوٹ بولا ہے۔اور آسمان اور زمین کے بنانے والے پر تہمت لگائی ہے۔اسلئے قبل اسکے جوتم مروخدا کی لعنت تمہاری پردہ دری کرے گی۔یقین اپنے نوروں کے سمیت آتا ہے۔کوئی آسمان تک نہیں پہنچا سکتا مگر وہی جو آسمان سے آتا ہے۔اگر تم جانتے کہ خدا کا تازہ بتازہ اور یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریوں کا علاج ہے۔توتم اس سے انکار نہ کرتے۔جو عین صدی کے سر پر تمہارے لئے آیا۔اے غافلو! یقین کے بغیر کوئی عمل آسمان پر جا نہیں سکتا۔اور اندرونی کدورتیں اور دل کی مہلک بیماریاں بغیر یقین کے دور نہیں ہوسکتیں جس اسلام پر تم فخر کرتے ہو۔یہ رسم اسلام ہے نہ حقیقتِ اسلام۔حقیقی اسلام سے شکل بدل جاتی ہے اور دل میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور سفلی زندگی مرجاتی ہے۔اور ایک اور زندگی پیدا ہوتی ہے جس کو تم نہیں جانتے۔یہ سب کچھ یقین کے بعد آتا ہے۔اور یقین اس یقینی کلام کے بعد جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔'' (نزول المسیح صفحہ 93،94)

''جو شخص مجھے قبول کرتا ہے۔ وہ تمام انبیاء اوران کے معجزات کو بھی نئے سرے قبول کرتا ہے۔ اور جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا۔ اس کا پہلا ایمان بھی کبھی قائم نہیں رہے گا۔ کیونکہ اس کے پاس نرے قصے ہیں نہ مشاہدات! خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں۔ جو شخص میرے پاس آئے گا۔ اور مجھے قبول کرے گا۔ وہ نئے سرے اس خدا کو دیکھ لے گا۔ جس کی نسبت دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصے باقی ہیں۔'' (نزول المسیح صفحہ 84)

قارئین کرام! یہ وہ دل کی شہادت ہے جس کی بناء پر ہم انصاف کے نام پر آپ سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ آپ سلسلہ احمدیہ کی تعلیمات پر غور فرمائیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ آپ پر حق کھول دے تو اس کو قبول کر کے خدا کی خوشنودی اور رضا حاصل کریں۔

(الفضل 9 جون 1935ء صفحہ 3-4)

قرآن مجید اور واقعات کی شہادت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی استقامت واولوالعزمی

قرآنی معیار: خدا تعالیٰ نے اپنے ازلی اور ابدی قانون کی رو سے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (مجادلہ رکوع 2) جب ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ دنیوی سلطنتیں اور حکومتیں اپنے باغی کو کبھی بس میں ہوتے بے سزا نہیں چھوڑتیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخص خدائی سلطنت کا باغی ہو۔ خود بخود الٰہی سلطنت کا حکمران اور فرمانروا بننے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہو یعنی نبوت کا جھوٹا مدعی ہو۔

اس کو اللہ تعالیٰ بے سزا چھوڑ دے؟ خدا تعالیٰ کا اٹل قانون ہے کہ وہ جھوٹے مدعیٔ الہام و ماموریت کو 23 برس کے عرصہ کے اندر اندر نیست و نابود تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ ایک مثال بھی اس کے خلاف پیش نہیں کی جاسکتی۔ کہ کسی شخص نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا ہو اور از خود جھوٹا الہام بنا کر خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہو۔ پھر اس کے بعد 23 برس تک زندہ رہا ہو۔ قرآن مجید میں سورۃ الحاقہ پارہ 29 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ** (الحاقہ ع2) کہ اگر وہ اپنے پاس سے بعض جھوٹے اقوال بنا کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے۔ چنانچہ اہل سنت کے عقائد کی معتبر کتاب شرح عقائد نسفی صفحہ 100 پر لکھا ہے کہ یہ عقلی طور پر محال اور غیر ممکن ہے کہ ایک شخص جھوٹا دعویٰ نبوت کرے ثم یمھلہ ثلاثا وعشرین سنۃ۔ پھر خدا تعالیٰ اس کو 23 برس کی مہلت دے کیونکہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستبازوں کے سردار تھے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ راستبازوں کے سردار کو جو 23 برس کی مہلت عطا فرمائی۔ وہی مہلت ایک جھوٹے بدکردار اور مفتری کو بھی مل جائے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا اٹل قانون یہی ہے کہ وہ جھوٹے مدعیان ماموریت و الہام کو 23 برس کی مہلت نہیں دیا کرتا۔

انبیاء کی جماعتوں کی ترقی تدریجی ہوتی ہے۔:: جہاں خدا تعالیٰ کا جھوٹے مدعیان نبوت و ماموریت کے متعلق یہ قانون ہے کہ وہ ان کو 23 برس کی مہلت نہیں دیتا۔ بلکہ انہیں ناکام و نامراد اور خائب و خاسر کر کے ہلاک کرتا ہے۔ وہاں اس کا اپنے سچے نبیوں کے متعلق یہ قانون بھی ہے۔ کہ وہ ان کو دنیا میں کامیاب و کامران مظفر و منصور کرتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ان کے ماننے والوں کو تدریجی طور پر بڑھاتا چلا جاتا ہے یہی ان کی صداقت کی دلیل ہے۔

جیسا کہ فرمایا أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ (انبیاء آیت45) کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم منکرین کو چاروں طرف روز بروز آہستہ آہستہ کم کرتے چلے آتے ہیں۔کیا اب بھی ان کو گمان ہے کہ وہ غالب آجائیں گے۔غرض کہ صادق اور راستباز مدعیٔ نبوت کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اور اس کی جماعت اس کے دشمنوں کی آنکھوں کے سامنے آہستہ آہستہ بتدریج بڑھتے چلے جاتے ہیں۔اگر جھوٹا ترقی کرے بھی تو وہ یکدم فوری طور پر ترقی کر جاتا ہے۔مگر فوراً ہی اسی سرعت اور تیزی کے ساتھ ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے وقت میں ہوا کہ ایک لاکھ کے قریب لوگ ایک سال میں اس کے ساتھ ہو گئے مگر ایک ہی سال میں وہ سب اس سے علیحدہ ہو گئے۔اور وہ انتہائی ذلت وخواری کے ساتھ قتل ہوا۔مختصر یہ کہ سچے مدعی نبوت کی نشانی یہ ہے کہ ہے کہ اس کے ماننے والے اس کے دشمنوں کے دیکھتے دیکھتے ہر روز آہستہ آہستہ ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔اور خدا تعالیٰ ان کے مخالفین کو خوب موقعہ دیتا ہے۔کہ وہ اس الٰہی سلسلہ کو مٹانے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر لیں،آج بھی کوشش کر لیں کل بھی کوشش کر لیں۔پھر کر لیں۔پھر کر لیں۔اکیلے بھی اور جمع ہو کر بھی اس کو مٹانے کے منصوبے سوچ لیں۔تا ان کو اس صادق مدعیٔ نبوت کی کامیابی کے متعلق یہ اشتباہ پیدا کرنے کا موقعہ نہ رہ جائے کہ یہ ترقی محض اتفاقی طور پر ہوگئی۔ورنہ اگر ہم اپنی ساری قوت صرف کرتے یہ سلسلہ یقیناً تباہ ہو جاتا۔پس خدا تعالے نے سچے گروہ کی نشانی ہی یہ رکھی ہے۔کہ وہ اپنے دشمنوں کی کوششوں کے باوجود آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔دنیا اس کو مٹانا چاہتی ہے۔لیکن مٹا نہیں سکتی۔الا ان حزب اللہ ھم الغالبون (مائدہ ع8)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ:: حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ

اسلام نے آج سے نصف صدی قبل قادیان کی مقدس سرزمین سے اصلاح خلق کے کام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کیا۔ چاروں طرف سے آپ کو مٹانے کے لئے آوازیں بلند ہوئیں۔ اور علماء عوام نے مل کر خدا کے اس جری کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ آپ کا دعویٰ یہ تھا۔ کہ میں نے اپنے رسول مقتدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کر کے آپ کی غلامی قرآن مجید کی اطاعت و فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ سے نبی کا لقب پایا ہے۔ میرا مشن دنیا میں کسی نئی شریعت کو قائم کرنا نہیں بلکہ قرآن مجید کی تکمیل اشاعت کا کام خدا تعالیٰ نے میرے سپرد فرمایا ہے۔ قیامت تک کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ جو قرآن کریم کو منسوخ کرے۔ اور اب کوئی انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کے بغیر کوئی روحانی درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درجہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے آپ کو یہ قوت قدسی عطا فرمائی ہے۔ کہ آپؐ کی پیروی اور اطاعت کے نتیجہ میں نبوت کا مقام بھی رکھا ہے اور یہ کمال بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی موجودہ قابل رحم حالت پر رحم کھایا ہے۔ اور ایسے وقت میں کہ ایک طرف کفر و شرک، ضلالت و گمراہی اور بدعملی اسلام کو کھا رہے تھے۔ تو دوسری طرف عیسائیت کا دیو مہیب اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم اور آپ کے پاک نمونہ کو از سر نو دنیا میں قائم کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس دعویٰ کا جو بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ آپ نے ابتدائے دعویٰ ہی میں جبکہ آپ ایک فرد واحد یکہ و تنہا تھے۔ اللہ تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی شائع فرمائی کہ پہلے پہلے دنیا مجھ کو قبول نہیں کرے گی بلکہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ میرا مقابلہ کرے گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھکو

کامیاب وکامگار کرے گا۔فان ان تعان وتعرف بین الناس یعنی وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ تیری مدداورنصرت کی جائے۔اور تیری شہرت دنیا میں پھیلائی جائے۔**وسع مکانك ولا تسئم عن الناس** اپنے مکانوں کو وسیع کر دے۔تیرے پاس کثرت سے لوگ آئیں گے۔دیکھ! لوگوں کی کثرت سے گھبرا نہ جانا! **یاتون من کل فج عمیق ویاتیك من کل فج عمیق** کہ تیرے پاس دور دراز ملکوں سے اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ سڑکوں میں ''گڑھے'' پڑ جائیں گے۔

I shell give you large Party of Islam

میں تجھے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت عطا کروں گا۔غرضیکہ یہ وہ الٰہی وعدے تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1880ء میں اپنی کتاب براہین احمدیہ میں شائع فرمایا۔آپ اس وقت ایک فرد واحد اور احدٌ من الناس تھے۔اس زمانہ کی نسبت حضرت خود تحریر فرماتے ہیں۔

''میرے پر ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ بجز چند گاؤں کے لوگوں کے اور کوئی مجھ کو نہیں جانتا تھا۔ یا کچھ اردگرد کے دیہات کے لوگ مجھ کو روشناس تھے۔اور میری یہ حالت تھی۔کہ کبھی سفر سے اپنے گاؤں میں آتا۔تو کوئی مجھکو نہ پوچھتا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ اور اگر میں کسی مکان میں اترتا۔تو کوئی سوال نہ کرتا۔کہ تو کہاں اترا ہے۔اور میں اس گمنامی اور اس حال کو بہت اچھا جانتا تھا۔اور شہرت اور عزت اور اقبال سے پرہیز کرتا تھا۔پھر میرے رب نے مجھے عزت اور برگزیدگی کے گھر کی طرف کھینچا۔اور مجھے اس بات کا علم نہ تھا۔کہ وہ مجھے مسیح موعود بنائیگا۔اور اپنے عہد مجھ میں پورے کرے گا۔اور میں اس بات کو دوست رکھتا تھا۔کہ گمنامی کے گوشہ میں چھوڑا جاؤں۔''(ریویو اُردو فروری 1903ء صفحہ 58)

پھر فرماتے ہیں

میں تھا غریب وبیکس وگمنام بے ہنر	کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
لوگوں کی اس طرف کوذرا بھی نظر نہ تھی	میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا	اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

مندرجہ بالا پیشگوئیوں کو براہین احمدیہ میں پڑھو۔ جو 1880ء تا 1884ء کی چھپی ہوئی ہے۔ اور پھر قادیان آ کر ان کو حرف بحرف پورا ہوتے دیکھ لو اور پھر خدارا غور کرو کہ دنیا میں آج بھی نبوت کے بیسیوں جھوٹے مدعی موجود ہیں۔ ان کو اس قدر قبولیت کیوں نصیب نہیں ہوتی؟ ان کے مقام اور شہر کیوں ''مرجع خواص'' نہیں بنتے؟

وہاں لوگوں کی آمد و رفت کی کثرت کے باعث سڑکوں میں گڑھے کیوں نہیں پڑتے اور سب سے بڑھکر یہ کہ دوسرے فرقوں کی طرف سے ان پر کفر کے فتوے کیوں نہیں لگتے۔ ان کے خلاف ''احرار'' کانفرنسیں کیوں نہیں منعقد ہوئیں؟ کیا اس کی یہی وجہ نہیں کہ ان کے دامِ تزویر کو تار تار کر کے رکھ دینے والا خدا کا جری صرف قادیان کی سرزمین میں پیدا ہوا۔ دوسرے مدعیان نبوت کے متعلق ان کو تسلی ہے کہ چونکہ ان کے پاس صداقت نہیں۔ اس لئے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ خطرہ صرف اسی کی طرف سے ہے۔ جو حق و صداقت کا علمبردار اور خدا کے پیاروں کی جماعت کا ایک ممتاز فرد ہے۔ جن کے ساتھ ٹھٹھا، تمسخر اور استہزاء کرنا نسل انسانی کی پرانی عادت ہے۔ یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ○ (سورة یٰسین آیت 31) افسوس ان بندوں پر کہ ان کے پاس ایک بھی ایسا نبی نہیں آیا۔ جس کے ساتھ انہوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔

دعویٰ کے بعد بانی سلسلہ احمدیہ کی 36 سال زندگی:: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے خلافت مخالفت کا ایک طوفان اٹھا۔تمام دنیاوی طاقتیں آپ اور آپ کے جاں نثار غلاموں کے خلاف متحد ہوگئیں تمام ظاہری ساز وسامان آپ کے مخالفوں کی حمایت میں تھے لیکن ایک فوق الطاقت ہستی آپ کے ساتھ تھی۔ایک وفا شعار مالک جس نے اپنے بھیجے ہوئے جاں نثار غلام کی مدد ونصرت کر کے اسے تمام دنیا پر غالب کر دیا۔1290ھ میں آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ ومخاطبہ کے شرف سے مشرف ہوئے۔اور 1326ھ میں آپ نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق وفات پائی۔گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلسلہ الہامات کے بعد 36 سال تک زندہ رکھا۔آپ نے اپنے دعاوی کو کتابی صورت میں 1880ء میں شائع فرمایا۔اور اس کے بھی 28 برس بعد تک آپ زندہ رہے۔گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو 23 برس سے زیادہ مہلت دے کر اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ آپ فی الواقع خدا کی طرف سے تھے۔کیونکہ جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے ہیں۔ایک مثال بھی اس امر کی پیش نہیں کی جاسکتی۔کہ کسی جھوٹے مدعی نبوت و ماموریت نے اپنی طرف سے جھوٹے الہامات بنا کر خدا کی طرف منسوب کئے ہوں۔اور اس کے بعد وہ 23 برس تک زندہ رہا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحدی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت نے بھی گزشتہ انبیاء کی جماعتوں کے طرح تدریجاً ترقی کی۔اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔مخالفین کی مخالفانہ سرگرمیاں نہ اس کا پہلے کچھ بگاڑ سکیں۔اور نہ آئندہ کچھ بگاڑ سکیں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔’’مجھے اس خدائے کریم وعزیز کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کو نیست ونابود کرنے والا ہے۔اور اس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں۔اور اس کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں۔اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے۔اور وہ

مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا۔ جب تک وہ اپنے تمام کام کو پورا نہ کر لے۔ جس کا اس نے ارادہ فرمایا ہے۔'' (اربعین نمبر 2 صفحہ 3)

''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔ اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 68) ''ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو۔ گالیاں دو جس قدر چاہو۔ اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو۔ اور میرے استیصال کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھا دیگا۔ کہ اس کا ہاتھ غالب ہ۔'' (اربعین نمبر 3 صفحہ 17)

''یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو نابود نہیں کر سکتے۔ اس کا ہمیشہ بول بالا ہے اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ اور اس سلسلہ کو بے قدری سے مت دیکھو۔ جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لئے پیدا ہوا۔ اور یقیناً سمجھو۔ کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا۔ اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا۔ تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا۔ اور ایسا مفتری ایسی جلدی ہلاک ہو جاتا۔ کہ اب تک اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ملتا۔ اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو۔ کم سے کم یہ تو سوچو کہ شاید غلطی ہو گئی ہو۔ اور شاید یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو؟'' (اربعین نمبر 4 صفحہ 27)

''مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں۔ اور ان کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام ونشان نہ رہے۔ مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے۔ اور نامرادی سے مریں گے۔ اور بہتیرے ان میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے۔ اور قبر میں حسرتیں لے گئے۔ مگر خدا

میری تمام مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں ۔تو میں کیوں ضائع ہونے لگا۔اور کون ہے ۔جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔''(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 139)

''دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی مگر وہ مجھ کو جانتا ہے۔جس نے مجھے بھیجا ہے یہ ان لوگوں کی غلطی اور سراسر بد قسمتی ہے۔کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔میں وہ درخت ہوں۔جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے۔جو اخیر وقت تک میرے ساتھ وفا کرے گا۔اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک سجدے کرتے کرتے تمہارے ناک گھس جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعائیں نہیں سنے گا۔ اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے تمام کام کو پورا نہ کرلے۔پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں۔اور صادقوں کے اور۔خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا ہے۔''(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 13)

''مجھے ایسی حالت سے ہزار دفعہ مرنا بہتر ہے کہ وہ جو اپنے حسن و جمال کے ساتھ میرے پر ظاہر ہوا ہے۔میں اس سے برگشتہ ہو جاؤں۔دنیا کب تک اور یہ دنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفاداری کریں گے۔تا میں ان کے لئے اس یار عزیز کو چھوڑ دوں .... مجھے ڈراتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں لیکن مجھے اس عزیز کی قسم ہے جس کو میں نے شناخت کر لیا ہے۔کہ میں ان لوگوں کی دھمکیوں کو کچھ چیز نہیں سمجھتا۔مجھے اس کے ساتھ غم بہتر ہے۔بہ نسبت اس کے کہ دوسرے کے ساتھ خوشی ہو۔مجھے اس کے ساتھ موت بہتر ہے۔بہ نسبت اس کے کہ اس کو چھوڑ کر لمبی عمر ہو۔جس طرح آپ لوگ دن کو دیکھ کر اس کو رات نہیں کہہ سکتے اسی طرح وہ نور

جو مجھے دکھایا گیا میں اس کو تاریکی نہیں خیال کر سکتا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 131)

''دیکھو! صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت سے نکل کر ہماری جماعت سے ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر وفریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو۔ کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بد دعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں؟ اے خدا تو اس امت پر رحم کر۔''

(ضمیمہ اربعین نمبر 4 صفحہ 7)

''ہر ایک مخالف کو چاہیے کہ جہاں کا ممکن ہو اس سلسلہ کو نابود کرنے کی کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگائے۔ اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا؟ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بدقسمت وہ جو اسے شناخت نہ کرے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 130)

خدارا غور کرو: پیارے بھائیو! ہم آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ آپ ذرا ٹھنڈے دل سے خدا تعالیٰ کی اس سنت قدیمہ پر جو جھوٹوں کے متعلق اس کی ہے ایک نظر ڈالیں۔ 23 سالہ معیار پر غور فرمائیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے، آپ کے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور اس کے بالمقابل آپ کی استقامت اور اولوالعزمی کو دیکھیں، اور پھر ان مخالف اور بظاہر نامساعد حالات میں جماعت احمدیہ کی تدریجی ترقی پر غور کریں۔ تو یقیناً آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حق کسی طرف ہے؟ اور وہ کون فریق ہے جو خدا

تعالیٰ کی بے شمار نصرتوں سے دن رات مؤید ومنصور ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور آپ کو حق قبول کرنے کی توفیق دے۔ (الفضل 8 ستمبر 1936 صفحہ 6 تا 8)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فضیلت کے دعویٰ کا جھوٹا الزام

احراریوں کے مایہ ناز اعتراض کا جواب

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

(المسیح الموعود)

(1) ایک صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ صفحہ 40 پر تحریر فرمایا ہے کہ ’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تین ہزار معجزات ظہور میں آئے۔‘‘ مگر اپنی نسبت تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 62 پر تحریر فرماتے ہیں کہ۔ ’’اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔‘‘ لہٰذا ثابت ہوا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ کیا ہے۔ چونکہ یہ اعتراض عام طور پر احرار کی طرف سے عوام کو جماعت احمدیہ کے خلاف مشتعل کرنے کے لئے پیش ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جواب کسی قدر تفصیل کے ساتھ دیا جائے۔ اگر معترض کی محولہ بالا عبارتوں کو غور سے پڑھا جائے۔ تو بہت تک ان میں سے ہی جواب مل جاتا ہے۔ کیونکہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 40 کی عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت ’’معجزات‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ مگر تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 62 کی عبارت میں اپنی نسبت ’’نشانات‘‘ کا لفظ رکھا ہے۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا

ہے کہ دونوں عبارتوں میں تخالف کا کوئی پہلو پایا نہیں جاتا۔ کیونکہ معجزات اور نشان میں فرق ہے۔ ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یعنی ہر معجزہ نشان ہوتا ہے۔ مگر ہر نشان معجزہ نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نشان اس امر مشہود کو کہتے ہیں۔ جس سے کسی مامور من اللہ کی شناخت ہو سکے۔ مگر معجزہ کسی مامور من اللہ کے نشانات کے اس حصہ کو کہتے ہیں جن کا مقابلہ کرنے سے اس زمانہ کے تمام موجود انسان عاجز آ جائیں۔ مثلاً کسی نبی کی بعثت کے وقت زمانہ میں ضلالت وگمراہی اور فسق وفجور کا بکثرت پایا جانا اس کی صداقت کا ایک نشان ہوتا ہے۔ مگر یہ اس کا معجزہ نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اس میں اس نبی کی اپنی ذات کا کسی لحاظ سے تعلق نہیں۔ چنانچہ اسی حقیقۃ الوحی میں جس کے تتمہ کا حوالہ معترض نے دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے تین لاکھ نشانات کی جو اقسام بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک قسم نشانات کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ’’بعض نشان زمانہ کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ زمانہ کسی امام کے پیدا ہونے کی ضرورت تسلیم کرتا ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی صفحہ 97)

پس صاف طور پر ثابت ہے کہ معجزہ اور نشان میں فرق ہے۔ ’’نشان‘‘ کا لفظ عام ہے مگر لفظ ’’معجزہ‘‘ خاص۔ اس لئے معترض کی پیشکردہ دونوں عبارتوں سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نشانات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشانات سے زیادہ بتایا ہے۔ اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نے اپنے معجزات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مقابلہ کیا ہے۔

(2) مندرجہ بالا فریق کے علاوہ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے نشانات کی قسموں میں سے ایک قسم نشانات کی اپنی پیشگوئیوں کو بھی

قرار دیا ہے۔(صفحہ 67) نیز تفصیلی طور پر جہاں نمبر وار اپنے بعض نشانات کا نمونۂ تحریر فرمائے ہیں۔ان میں اکثر حضور کی اپنی پیشگوئیاں ہیں۔جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جن تین ہزار معجزات کا ذکر فرمایا ہے۔ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئیاں شامل نہیں اس ضمن میں دوسرا مگر سب سے ضروری امر جو قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام معجزات کی مجموعی تعداد نہیں بلکہ وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان معجزات کی تعداد ہے جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشم دید شہادت سے ثابت ہیں۔مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس کے علاوہ جو معجزات ہیں۔وہ تین ہزار کی بیان کردہ تعداد میں شامل نہیں ہیں۔

چنانچہ مندرجہ بالا دونوں عبارتوں کا ثبوت خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی تحریر سے ملتا ہے۔حضور فرماتے ہیں۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں۔وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں۔صرف معجزات جو صحابہ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ تین ہزار معجزہ ہے اور پیشگوئیاں تو دس ہزار سے بھی زیادہ ہوں گی۔جو اپنے وقتوں پر پوری ہوگئیں۔اور ہوتی جاتی ہیں۔ماسوائے اس کے بعض معجزات اور پیشگوئیاں قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ ہمارے لئے بھی اس زمانہ میں محسوس و مشہود کا حکم رکھتی ہیں۔اور کوئی ان سے انکار نہیں کرسکتا۔“

(ایک عیسائی پادری عبداللہ جیمز کے تین سوالوں کا جواب رسالہ موسومہ بہ تصدیق النبی صفحہ 20)

مندرجہ بالا عبارت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 40 کی عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جن معجزات کا ذکر فرمایا ہے۔وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام معجزات نہیں بلکہ حضور کے معجزات کا ایک حصہ ہیں۔کیونکہ حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار سے کہیں زیادہ ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کی مجموعی تعداد معین کی ہی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ حضور کے معجزات ابھی تک ختم نہیں ہوئے اور ان کا دائرہ وقوع قیامت تک ممتد ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف ان تین ہزار معجزات کے بیان پر اکتفا کیا۔ جن کا وقوع صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوا۔ مندرجہ بالا عبارت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کی وہ لاتعداد پیشگوئیاں جو قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی۔ وہ تین ہزار کی تعداد میں شامل نہیں ہیں۔

(3) ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ معجزہ اور نشان میں فرق ہے نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار سے بہت زیادہ ہے اور یہ بھی کہ ان معجزات کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیاں دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ گویا اگر آنحضرت ﷺ کے نشانات گنے جائیں تو ان کی تعداد نہ معلوم کہاں تک پہنچے۔ لیکن اگر اب بھی کوئی معترض اس بات پر مصر ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے نشانات کی بیان کردہ تعداد آنحضرت ﷺ کے نشانات سے زیادہ بنتی ہے۔ تو اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تحریر تتمہ حقیقۃ الوحی سے ہی پیش کی جاتی ہے۔

’’اسلام تو آسمانی نشانوں کا سمندر ہے۔ کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی ﷺ سے کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات اُن کے مرنے کے ساتھ ہی مر گئے مگر ہمارے نبی ﷺ کے معجزات اب تک ظہور میں آرہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ سب آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔‘‘ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 35)

یہ حوالہ اس قدر واضح ہے کہ میں سمجھتا ہوں اس کے بعد تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر معترض ہماری مندرجہ بالا معروضات کی بناء پر ''معجزہ'' اور ''نشان'' میں فرق تسلیم نہ کرے۔ اور نشان کو بھی معجزہ ہی قرار دے۔ تو بھی اسے تسلم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تمام نشانات و معجزات کو جو خواہ تین لاکھ ہوں یا دس لاکھ آنحضرت ﷺ ہی کا ''معجزہ'' قرار دیا ہے۔ اور تحفہ گولڑویہ صفحہ 40، نیز تصدیق النبی صفحہ 30 پر آنحضرت ﷺ کے ان معجزات کو جو صحابہ کی زندگی میں ظاہر ہوئے تین ہزار قرار دیا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کو دس ہزار سے زیادہ بتایا ہے۔ پس اگر تمام ''نشانات'' اور ''پیشگوئیوں'' کو ''معجزہ'' کہنا درست ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کے معجزات اور نشانات، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات سے بہت ہی زیادہ ثابت ہوئے۔ پس معترض کا یہ اعتراض کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نعوذ باللہ اپنے معجزات کی تعداد آنحضرت ﷺ کے معجزات سے زیادہ قرار دی ہے باطل ثابت ہوا۔ چنانچہ ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ ''یہ سہولتِ کامل (نشر و اشاعت) پہلے کسی نبی اور رسول کی ہرگز نہیں دی گئی۔ مگر ہمارے نبی ﷺ اس سے باہر ہیں۔ کیونکہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ انہیں کا ہے۔''

(نزول المسیح حاشیہ صفحہ 23)

(4) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ جو کچھ مجھ سے ظاہر ہوا وہ سب آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔ یہ محض انکسار کے طور پر نہیں۔ بلکہ ایک حقیقت ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالکل وضاحت اور صراحت کے ساتھ فرمادیا ہے۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور اور بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوت قدسیہ کا ایک زبردست پرتو تھی اور بموجب پیشگوئی وآخرین منھم لما یلحقوا بھم یہ فارسی الاصل توحیدِ خالص کا علمبردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی بعثت ثانیہ کا موجب تھا۔ پس جو کچھ ہمارے اس دور میں ظاہر ہوا یا ہو رہا ہے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی قوتِ قدسیہ کا اثر ہے چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں۔

”مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین وآخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات

کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ 115۔116)

یہ تو اصولی پہلو تھا لیکن اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات کا تجزیہ کیا جائے۔اور ان کو الگ الگ دیکھا جائے تو آپ کا ہر ایک نشان آنحضرت ﷺ کی صداقت کا نشان ثابت ہوگا۔ یہ ایک بہت لمبا مضمون ہے۔مثال کے طور پر اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقۃ الوحی میں مندرجہ چند نشانات پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کا پہلا نشان اس طریق پر تحریر فرمایا ہے۔

’’1۔ پہلا نشان۔ قال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم انّ اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کُلّ مائۃ سنۃ من یجدّ دلھا دینھا ۔رواہ ابوداؤد یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اِس اُمّت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اُس کے لئے دین کو تازہ کرے گا اور اب اِس صدی کا چوبیسواں سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ میں تخلّف ہو۔‘‘ (حقیقۃ الوحی صفحہ 193)

ان الفاظ کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا مبعوث ہونا اور عین چودھویں صدی کے سر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مبعوث ہونا آنحضرت ﷺ کی صداقت کا نشان نہیں؟

اسی طرح ’’دوسرا نشان‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث کسوف و خسوف کو قرار دیا ہے۔(دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ 194)

اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا نشان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیسرا نشان (بموجب حدیث مندرجہ حجج الکرامہ صفحہ 250) ستارہ ذوالسنین کا نکلنا، اور چوتھا نشان واذا العشار عطلت اور ولیترکن القصلاص فلا یسعیٰ علیہا کی پیشگوئی کے مطابق نئی سواریوں کی ایجاد اور پانچواں نشان واذا الصحف نشرت کے مطابق کثرت اشاعت اور چھٹا نشان واذا البحار فجرت کے ماتحت نہروں کا نکلنا قرار دیا ہے۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 194)

اسی طرح سلسلۂ نشانات چلتا چلا گیا ہے اور ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ تمام نشانات جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے نشان ہیں۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے زبردست نشان ہیں۔ کیونکہ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں ہیں۔ جو ہمارے زمانہ میں پوری ہوئیں۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور پیشگوئیاں خصوصاً جن میں تبشیر کا پہلو پایا جاتا ہے وہ قرآنی پیشگوئی ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون کے ماتحت ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا نشان ہیں۔اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الہامات اور پیشگوئیاں جن میں انذار کا رنگ پایا جاتا ہے۔ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشگوئی کے ماتحت ہیں کہ ’’مسیح موعود کے دم سے اس کے دشمن ہلاک ہوں گے۔‘‘ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملاعلی قاری جلد 5 صفحہ 197) اس طرح وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا نشان ہیں۔ اور بعض خاص خاص نشانات کے متعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص پیشگوئیاں ہیں۔ مثلاً قتل لیکھرام اور موت

عبد اللہ آتھم اور ولادت پسر موعود کے متعلق۔غرض کہ سب نشانات درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے نشانات ہیں۔اوراس وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ ''جو کچھ مجھے دیا گیا وہ انہی کا ہے۔'' (نزول المسیح حاشیہ صفحہ 23) واقعات کی روشنی میں بھی بالکل درست ہے۔

(5) یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس جس جگہ اپنے نشانات کو گذشتہ انبیاء کے نشانات کے بالمقابل ذکر فرمایا ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر اس سے مستثنیٰ کر لیا ہے۔ چنانچہ چند حوالجات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

''صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سبقت لے گئی ہیں............ اگر شک ہو تو خدا تعالیٰ کا خوف کر کے ایک جلسہ کرو اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو۔ اور ہمارے گواہوں کی شہادت رویت جو حلفی شہادت ہو قلم بند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو۔ تو باستثنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو۔ لیکن نہ قصوں کے رنگ میں رویت کے گواہ پیش کرو۔ کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔'' (نزول المسیح صفحہ 84) ''اُس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اِس قدر معجزات دکھائے ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اُس نے اِس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے'' (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 136)

''مخالف خواہ عیسائی ہو خواہ بگفتن مسلمان میری پیشگوئیوں کے مقابل پر اس شخص کی پیشگوئیوں کو جس کا آسمان سے اترنا خیال کرتے ہیں۔ صفائی اور یقین اور بداہت کے مرتبہ پر

زیادہ ثابت کر سکے تو میں اس کو نقد ایک ہزار روپیہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ مگر ثابت کرنے کا طریق یہ نہیں ہوگا کہ وہ قرآن شریف کو پیش کرے............ میرا صرف یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف سے قطع نظر کر کے محض میری پیشگوئیوں اور یسوع کی پیشگوئیوں پر عدالتوں کی عام تحقیق کے رنگ میں نظر ڈالی جائے۔'' (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 41، 42)

''یہ سہولتِ کامل پہلے کسی نبی یا رسول کو ہرگز نہیں ہوئی۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے باہر ہیں۔ کیونکہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے وہ انہی کا ہے۔'' (نزول المسیح حاشیہ صفحہ 23)

غرض کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی اپنے معجزات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور اپنے نشانات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشانات اور اپنی پیشگوئیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں سے زیادہ تو کجا برابر بھی قرار نہیں دیا۔

کیونکہ آپ کے تمام دعاوی کی بنیاد ہی اس حقیقت پر تھی۔ **کل برکة من محمد** صلی اللہ علیہ وسلم **فتبارك من علم و تعلم** کہ ہر ایک خیر و برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی حاصل ہوئی ہے اور آپ آخری دم تک یہی اعلان فرماتے رہے کہ

وگر استاد را نا مے ندانم	کہ خواندم در دلبستان محمدؐ

پس یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ تھا۔ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

(الفضل 16 نومبر 1935ء صفحہ 4 تا 6)

خدا کا برگزیدہ مسیح موعودؑ صداقت احمدیہ پر آسمانی شہادت

(1) دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں ان میں سے ہر ایک کے پیرو اس بات کے مدعی ہیں کہ وہی سچا مذہب ہے اور حقیقی نجات اور ابدی آرام صرف اس کی تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہو سکتا ہے۔ ویدک دھرم اس بات کا مدعی ہے کہ تناسخ اور آوا گون کے نہ ختم ہونے والے چکر سے نجات صرف وید ہی کی تعلیم کے نتیجہ میں حاصل ہو سکتی ہے اس کے بالمقابل عیسائیت کا دعوی ہے کہ انسان گنہگار ہے اور خدا کا عدل مقتضی ہے کہ ہر انسان کو اس کے گناہ کی پاداش میں سزا دی جائے مگر خدا کے رحم کا تقاضا ہے کہ وہ انسان کی کمزوریوں سے اغماض کرے اور اس صفت سے کوئی انسان فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جب تک وہ اس بات پر ایمان نہ لائے کہ خدا کا ''اکلوتا بیٹا'' یسوع ہمارے لیے صلیب پر جان بحق تسلیم ہوا۔ اب جو کوئی اس عجیب وغریب کفارہ پر ایمان لاتا ہے۔ وہی نجات پا سکتا ہے۔ علیٰ ہذاالقیاس جس قدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں سب کے سب نجات اور فلاح کو اپنے ہی دامن کے ساتھ وابستہ قرار دیتے ہیں ان تمام مذاہب کے بالمقابل اسلام کا دعویٰ ہے ان الدین عند اللہ الاسلام و من یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ کہ خدا کے نزدیک صحیح اور سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ مذہب کیا ہے؟ مذہب وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان اپنی زندگی کے مقصد یعنی خدا کو پالے۔ پس صحیح اور سچا مذہب وہی ہو سکتا ہے جس کی تعلیم پر عمل کرنے سے یہ گوہر مقصود ہاتھ آئے دنیا کا ہر مذہب اپنی تائید میں منطقی استدلالات اور دفاع میں عقلی محالات پیش کرتا ہے۔ ہر مذہب کا دعوی ہے کہ عقلی محک امتحان پر صرف وہی پورا اتر سکتا ہے اور جس قدر مذاہب اس کے علاوہ ہیں سب کے سب باطل اور ان کی تعلیمی عقلی طور پر ناقابل

تسلیم ہے اسلام اپنے دعوی صداقت میں دوسرے مذاہب کے اس طرز عمل کا تتبع نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی صداقت کے پرکھنے کے لیے ایک ایسا طریق پیش کرتا ہے جس سے نہایت آسانی کے ساتھ سچے اور جھوٹے مذہب میں امتیاز ہوسکتا ہے۔ اور ایک حق پسند کے لیے کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہتا۔

(2) اسلام کہتا ہے خدا جو تمام جہان کا خالق ہے۔ وہ جمال حقیقی اور حسن دلآراء کا منبع ہے۔ اس لیے انسانی روح خودبخود اس کی طرف کھنچی جاتی ہے۔ یہ بات فطرت انسانی میں داخل ہے کہ یہ حسن انسانی روح کو اپنی طرف جذب کرتا ہے کیا ایک خوبصورت پھول کو دیکھ کر انسان کا دل اس کی طرف بے اختیار کھنچا نہیں جاتا؟ مناظر قدرت اور نیچر کی نیرنگیاں حیات انسانی کے مادی حصہ کی اساس ہیں۔ پس کس طرح ممکن ہے کہ انسانی دل اس نور حقیقت اور منبع حسن و جمال ہستی کے وصال کی تڑپ میں بے قرار نہ ہوجائے۔ اور اس کے حصول کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار نہ دے؟ بدقسمت ہے وہ انسان جو دنیا کے حسن فانی کا گرویدہ اور نازنینان جہان کی الفت میں سرشار ہے۔ مگر اس منبع حسن و جمال اور زمین و آسمان کے نور سے بے خبر ہے۔ کس قدر نادان ہے وہ انسان جو سورج کے ہوتے ہوئے چراغ کی روشنی سے مستفید ہونا چاہتا ہے۔ اور ایک پائی کے لیے ایک بے بہا خزانے کو چھوڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے وصال الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

اسلام کہتا ہے۔ تمام مذاہب کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کی تعلیم پر عمل کرنے سے خدا مل جاتا ہے۔ محض ایک دعویٰ ہے۔ جس کی کوئی دلیل نہیں۔ لیکن میرا دعویٰ کے ان الدین ان اللہ الاسلام خدا کے نزدیک سچا مذہب اسلام ہی ہے۔ ایک ایسا دعویٰ ہے۔ جس کی صداقت واضح اور جس کا انکار .... اور حقائق کا انکار ہے۔ کیوں اس لیے کہ و من یبتغ غیر

الاسلام دینا فلن یقبل منه جاؤ! میرے سوا جس قدر صداقت کا دعویٰ کرنے والے مذاہب ہیں۔ان کے پیروؤں سے پوچھو۔کہ اگر تمہارا مذہب واقعی خدا کا مذہب ہے۔تو کیا خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کلام کر کے تم کو بتا دیا ہے کہ تم سچائی پر ہو۔اور خدا کی رضا اور خوشنودی تمہیں حاصل ہے اگر نہیں تو جان لو کہ تمہارا دعویٰ صداقت ایک دھوکے سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتا۔

پھر فرمایا مثلاً کلمة طیبه کشجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها کہ اسلام کی مثال ایک ایسے درخت کی ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط ہو اور اس کی شاخیں آسمان تک بلند ہوتی چلی گئی ہو اور وہ ایسا درخت ہے کہ ہر موسم اور ہر زمانہ میں پھل دیتا ہے یعنی اسلام زمین اور آسمان کے درمیان واسطہ ہے۔اس کا ایک سرا زمین میں پیوست ہے اور دوسرا آسمان تک پہنچا ہوا ہے گویا زمین کی تہ میں گرے ہوئے لوگوں کو جو روحانی لحاظ سے زمینی مٹی میں مل کر مٹی ہو چکے ہیں۔اٹھا کر فضائے روحانیت کی بلندیوں کو طے کراتا ہوا فلک بریں تک پہنچا دیتا اور اس کا تعلق اس بلند و بالا وارفع واعلیٰ ہستی کے ساتھ قائم کرا دیتا ہے جو کہ اللہ ہے۔اس بات کا ثبوت کہ یہی مذہب قیامت تک کے لیے واجب العمل ہے۔یہ ہے کہ اس کی تعلیم پر عمل کر کے قیامت تک انسان اس ترقی اور بلندی کو حاصل کر لیتا ہے۔کیونکہ یہ ایسا درخت ہے جو ہر موسم میں پھل دیتا ہے۔

(3) محبوب کی محبت کا دعویٰ کر لینا آسان ہے۔مگر محبوب کی محبت کو حاصل کرنا مشکل ہے۔ ہر انسان یہ دعوی کر سکتا ہے کہ وہ خدا کی محبت میں سرشار ہے۔مگر اس دعوے کی صداقت اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک یہ محبت غذا کی محبت کو اپنے اندر جذب نہ کر لے۔اسلام کہتا ہے آؤ! ہم تم کو ایسا طریق بتاتے ہیں۔جس سے تمہارا محبوب بھی تم سے محبت کرنے لگے گا۔فرمایا

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم خدا کے ساتھ محبت کرتے ہو۔تو محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن کو مضبوط پکڑ لو اوراس کی کامل اتباع اور پیروی کرو۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کو خدامل جائے گا اور تمہاری محبت کے نتیجہ میں وہ بھی تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اس بات کا ثبوت کہ اسلام کی اتباع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے نتیجہ میں خدا کی محبت حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ ہے کہ انسان اسی دنیا میں خدا کا تسلی اور تسکین دینے والا کلام سن لیتا ہے اور خود خدا اس کو بتاتا ہے کہ وہ اس پر راضی اور اس کے طریق کار پر خوش ہے۔جس طرح اس نے اس دنیا میں خدا کا کلام سن کر تسلی پائی۔اسی طرح موت کے بعد بھی وہ نجات ابدی اور راحت دائمی کو حاصل کرنے والا ہوگا۔

فرمایا۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا و لا تحزنوا کہ جولوگ اسلامی توحید پر کاربند ہوں گے۔اور پھر خدا کی راہ میں دنیاوی تکالیف اور مصائب وشدائد کا استقامت کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ان پر اسی دنیا میں خدا کے فرشتے نازل ہوں گے۔جو ان کو کہیں گے کہ اے خدا کی تعلیم پر عمل کرنے والو! کوئی خوف اور حزن نہ کرو۔تم نجات یافتہ ہو۔خداتم پر خوش ہے اور تم اس پر خوش ہو!

پس سچے مذہب کی شناخت کا معیار یہی ہے کہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے والوں پر خدا کا الہام نازل ہوتا ہے۔یہی اسلام کی صداقت کی دلیل ہے۔

(4) گزشتہ 13 صدیوں میں لاکھوں انسانوں نے اسلام کی تعلیم پر عمل کر کے خدا کا کلام سنا جس نے ان کو تسکین دی کہ جس تعلیم پر وہ عمل کر رہے ہیں۔وہی خدا کی تعلیم ہے اور آج چودھویں صدی میں بھی خدا نے اسلام کی سچائی کو ثابت کرنے کے لیے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو قادیان کی سرزمین میں مبعوث کیا۔آپ نے دعویٰ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی پاک تعلیم پر عمل اور اس کے نتیجہ میں خدا کی طرف سے کثرت مکالمہ ومخاطبہ کی نعمت سے مشرف ہو کر نبی کا لقب پایا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے۔ جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کو شناخت کیا۔ تمام دنیا کا وہی خدا ہے۔ جس نے میرے پر وحی نازل کی۔ جس نے میرے لیے زبردست نشان دکھائے۔ جس نے مجھے اس زمانہ کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں .... ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی۔ ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔'' (کشتی نوح صفحہ 18، 19)

پھر فرمایا۔ ''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 68)

پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے خدا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''اے میرے خدا! اے میرے ہادی! رہنما! اگر یہ تیرا کلام نہیں۔ اگر تو نے ہی مجھے خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ اگر تو نے ہی میرا نام عیسیٰ نہیں رکھا اور تو نے ہی میرا نام آدم نہیں رکھا۔ تو مجھے زندوں سے کاٹ ڈال۔ لیکن اگر میں تیری طرف سے ہوں۔ اور تیرا ہی ہوں۔ تو میری مدد کر۔ جیسا کہ تو ان کی مدد کرتا ہے۔ جو تیری طرف سے آتے ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 599 مرقومہ مارچ 1893ء)

جب آپ نے یہ دعویٰ کیا۔ تو تمام مذاہب کے ماننے والے پادری، پنڈت، علماء، صوفیا اور گدی نشین آپ کے دشمن ہو گئے علماء نے آپ پر کفر کے فتوے دیے اور درحقیقت ازل سے یہی مقدر تھا کہ خدا کے اس برگزیدہ مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ دیا جاتا جیسا کہ آج سے کئی سو

سال پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ جب مسیح موعود آئے گا تو علماءِ وقت اس کی تعلیم کو اسلام کے خلاف قرار دے کر اس کی مخالفت کریں گے۔

(مکتوبات جلد 2 صفحہ 107 مکتوب نمبر 55)

اسی طرح حجج الکرامہ صفحہ 363 پر لکھا ہے۔''علماء وقت کے خوگر تقلید فقہاء واقتداء مشائخ و آباءِ خود باشند گویند کے ایں شخص خانہ برانداز دین وملت ماست و بمخالفت برخیزند و بحسب عادت خود حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند۔ کہ جب مسیح موعود امام مہدی آئیں گے تو اس وقت کے علماء جو ہمیشہ آباء واجداد اور مشائخ وفقہاء کی پیروی کرتے ہیں۔ کہیں گے کہ یہ شخص مسیح موعود اسلام کو مٹانے والا اور دشمن دین ہے اس کی مخالفت کریں گے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چودھویں صدی کے علماء کے متعلق فرمایا کہ علماء ہم شر من تحت ادیم السماء (مشکوۃ کتاب العلم) کہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق یہی علماء ہوں گے۔ پس ان علماء کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ دینا آپ کی صداقت کو مشتبہ نہیں کرتا۔ بلکہ اور زیادہ واضح کرتا ہے۔

(5) جماعت احمدیہ کی صداقت کی یہی بہت بڑی دلیل ہے کہ اس میں ہزاروں انسان آج بھی ویسے موجود ایسے موجود ہیں۔ جو روز وشب خدا کا تسلی بخش کلام اپنے کانوں سے سنتے ہیں اور خود خدا تعالیٰ ان کو تسکین دیتا ہے کہ تم ہی صداقت پر ہو اور تمہارے دشمن اس روشنی سے محروم ہیں جو خدا کے راستباز بندوں پر نازل ہوتی ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب خدا کی طرف سے نہ ہوتے۔ تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ اپ کی تعلیم پر عمل کرنے والوں پر خدا کا کلام نازل ہو۔ اور خود خدا کی سریلی مگر دل میں پیوست ہو جانے والی آواز وہ اپنے کانوں سے سنیں۔ پس آج ہم ان تمام لوگوں کو جو خدا کی محبت کا دعویٰ اور اس کے وصال کی تڑپ اپنے

دل میں رکھتے ہیں۔ علیٰ وجہ البصیرت دعوت دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر خود تجربہ کریں کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے وہ دروازے جواب ان پر بند ہیں ان پر کھولے جاتے ہیں۔ مبارک وہ جو قیمتی وقت کو ضائع نہ کریں اور جلد خدا کے پیارے رسول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر حصول محبت الٰہی کے اس نسخہ کو آزمائیں۔

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

(الفضل 25 جولائی 1933ء صفحہ 5-6)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں کوئی تناقض نہیں

مخالفین جماعت احمدیہ کے ایک مایۂ ناز اعتراض کا جواب

معاندین احمدیت نے بھی مخالفین انبیاء گذشتہ کی عادت قدیمہ کی اتباع میں جن تنکوں کا سہارا لیا ہے۔ ان میں سے ایک تنکا وہ مزعومہ اور موہومہ ''تناقضات'' ہیں جن کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ اس مسئلہ پر اصولی بحث تو چونکہ خاکسار نے اپنی کتاب تبلیغی پاکٹ بک ایڈیشن پنجم میں کی ہے۔ اس لئے اس جگہ اس کے تکرار کی ضرورت نہیں۔

ایک اعتراض:: اس موقعہ پر مخالفین احمدیت کے پیش کردہ ایک تناقض کی حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے۔ جن پر ان کی طرف سے حد سے زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایام الصلح اردو کے صفحہ 147 پر تحریر فرمایا ہے کہ ''کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی شخص سے میں نے قرآن حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔'' لیکن

دوسری جگہ کتاب البریہ صفحہ 149 پر رقم فرماتے ہیں کہ ''جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔جس سے میں نے قرآن کریم پڑھا۔(ملخصاً)

اعتراض یہ ہے کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقص ہے۔اول الذکر میں کسی شخص سے قرآن کریم پڑھنے کی نفی کی گئی ہے۔مگر مؤخر الذکر میں ایک شخص سے قرآن کریم پڑھنے کا اثبات ہے۔

جواب:اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ اعتراض کرتے وقت علماء بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے از راہ تحریف ایام الصلح 147 کی نصف عبارت پیش کی جاتی ہے اب اصل حقیقت کو واضح کرنے کے لئے عبارت متنازعہ کا مکمل فقرہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔''سو آنے والے کا نام جو''مہدی'' رکھا گیا تو اس میں یہی اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا۔اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ کسی شخص سے میں نے قرآن حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔پس یہی مہدویت ہے جو نبوت محمدیہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے۔اور اسرارِ دین بلا واسطہ میرے پر کھولے گئے۔''(ایام الصلح صفحہ 147)

معترض کی پیش کردہ عبارت کے سیاق میں ''علم دین'' اور سیاق میں ''اسرارِ دین'' کے الفاظ صاف طور پر مذکور ہیں۔جن سے ہر اہل انصاف پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس عبارت میں قرآن کریم کے ناظرہ پڑھنے کا سوال نہیں بلکہ اس کے معانی و مطالب حقائق و معارف کے سیکھنے کا سوال ہے۔اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے موعود کا نام جو مہدی رکھا تو وہ اس لحاظ سے کہ وہ علوم و اسرار دین کسی انسان سے نہیں سیکھے گا۔گویا حقائق و معارف قرآن

مجید میں اس کا کوئی استاد نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ اس لحاظ سے میرا بھی کوئی استاد نہیں۔ جس سے میں نے ''علم دین'' یا ''اسرارِ دین'' کی تعلیم پائی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کا بلا ترجمہ وتشریح کسی شخص سے پڑھنا علم و اسرار دین سیکھنے کے مترادف نہیں ہے۔ کیونکہ ''الفاظ قرآن'' اور ''علم قرآن'' میں خود قرآن مجید نے فرق کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ و یز کیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔** (الجمعہ ع 1) کہ رسول عربی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ آپ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات (یعنی الفاظ قرآن) پڑھتے۔ ان کا تزکیہ نفس کرتے۔ اور ان کو کتاب (یعنی قرآنِ مجید) اور حکمت کا ''علم'' بھی دیتے ہیں۔

اس آیت میں **یتلوا علیھم ایاتہ** کے الفاظ میں ''الفاظ قرآن'' کا ذکر فرمایا ہے اور **یعلمھم الکتاب** فرما کر قرآن مجید کے مطالب و معانی اور حقائق و معارف کا تذکرہ فرمایا ہے۔ پس مندرجہ بالا آیت سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ صرف ''الفاظِ قرآن'' کا پڑھنا ''علم قرآن'' حاصل کرنا نہیں ہے۔ یا یوں کہو کہ الفاظ قرآن کے کسی شخص سے پڑھنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ علم دین بھی اس شخص سے حاصل کیا گیا۔

دوسری عبارت جو معترضین کتاب البریہ صفحہ 140 سے پیش کرتے ہیں۔ اس میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ چھ برس کی عمر میں ایک استاد سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید پڑھا۔ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضور نے ''علم دین'' یا ''اسرارِ دین'' یا قرآن مجید کے حقائق و معارف یا معانی و مطالب کسی شخص سے پڑھے ہیں تا یہ خیال ہو سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں عبارتوں میں تناقض ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ کتاب البریہ کی

عبارت میں چھ برس کی عمر میں ایک استاد سے قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور ایام الصلح صفحہ 147 کی عبارت میں کسی شخص سے قرآن مجید کے مطالب ومعارف سیکھنے کی نفی کی گئی ہے۔ گویا جس چیز کی نفی ہے وہ اور ہے اور دوسری جگہ جس چیز کا اثبات ہے وہ اور ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:: ممکن ہے کوئی معترض یہ کہے کہ سیاق وسباق دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ دونوں عبارتوں میں قرآن مجید ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہم تو دونوں جگہ اس کے ایک ہی معنے لیں گے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک جگہ ایک لفظ بول کر اس کی نفی ہو اور دوسری جگہ اسی لفظ کا استعمال کر کے اس کا اثبات کیا گیا ہو۔ مگر اس کے باوجود مفہوم اس لفظ کا دونوں جگہ مختلف ہو۔ بغرض تشریح دو مثالیں لکھتا ہوں۔

ایک مثال 1۔ قرآن مجید کی رو سے بحالتِ روزہ بیوی سے مباشرت ممنوع ہے۔ مگر بخاری مسلم اور مشکوٰۃ تینوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل روایت درج ہے۔ **عن عائشہ رضی اللہ عنھا قالت کان النبی ﷺ یقبل و یباشر وھو صائم و کان املکم لاربہ** (بخاری جلد 1 کتاب الصوم ومشکوٰۃ صفحہ 176 مطبوعہ اصح المطابع باب تنزیہ الصوم) کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ روزہ میں اپنی ازواج کے بوسے لے لیا کرتے تھے۔ اور ان سے مباشرت کرتے تھے۔ اس حالت میں کہ آپ کا روزہ ہوتا تھا۔ مگر آپ اپنی خواہش پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔

اب کیا قرآن مجید کے حکم لاتباشروھن کو مندرجہ بالا روایت کے الفاظ یباشر وھو صائم کے بالمقابل رکھ کر کوئی ایماندار شخص یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے۔

کہ دونوں جگہ ایک ہی چیز کی نفی اور ایک ہی چیز کا اثبات کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث مندرجہ بالا میں ''مباشرت'' سے مراد مجامعت نہیں بلکہ محض عورت کے قریب ہونا

ہے۔اوراس پر قرینہ اسی روایت کا اگلا جملہ **وکان املکم لاربہ** ہے لیکن اس کے برعکس قرآن مجید میں جہاں لفظ مباشرت آیا ہے وہاں اس سے مراد ''مجامعت'' ہے۔ پس گو دونوں جگہ لفظ ایک ہی استعمال ہوا ہے۔ مگر اس کا مفہوم دونوں جگہ مختلف ہے۔ اور سیاق و سباق عبارت سے ہمارے لئے اس فرق کا سمجھنا نہایت آسان ہے۔

دوسری مثال:: دوسری مثال قرآن مجید ہی میں ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ما ضل صاحبکم و ما غویٰ** (سورۃ النجم ع1) کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ضال'' نہیں ہوئے۔ اور نہ راہ راست سے بھٹکے لیکن دوسری جگہ فرمایا۔ ''**ووجدك ضالاً فهدىٰ**'' (سورۃ الضحیٰ ع1) کہ اے رسول! ہم نے آپ کو ''ضال'' پایا اور آپ کو ہدایت دی۔ دونوں جگہ ''ضال'' ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ اس کی نفی کی گئی ہے مگر دوسری جگہ اس کا اثبات ہے کیا کوئی ایماندار کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقص ہے ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہر اہل علم دونوں عبارتوں کے سیاق و سباق سے سمجھ سکتا ہے کہ دونوں جگہ لفظ ''ضال'' ایک معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ دونوں جگہ اس کا مفہوم مختلف ہے۔ ایک جگہ اگر ''گمراہ'' مراد ہے اور اس کی نفی ہے۔ تو دوسری جگہ تلاش کرنے والا قرار دینا مقصود ہے۔ اور اس امر کا اثبات ہے۔ پس ہمارے مخالفین کا یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرنا کہ ''لفظ دونوں جگہ ایک ہی ہے۔ سیاق و سباق عبارت دیکھنے کی کیا ضرورت ہے'' حد درجہ کی ناانصافی ہے۔

قرآن کریم کا ترجمہ حضرت مسیح موعود نے کسی سے نہیں پڑھا

ہم معترض کی پیش کردہ دونوں عبارتوں پر ان کے سیاق و سباق کے لحاظ سے جب غور کرتے ہیں۔ تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کتاب البریہ کی عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ میری چھ سات سال کی عمر میں میرے والد صاحب نے

میرے لئے ایک استاد مقرر کیا جن سے میں نے قرآن مجید پڑھا۔ اب ہر عقل مند انسان بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ چھ سات کے عرصہ میں بچہ قرآن مجید کے معانی و مطالب اور حقائق و معارف سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ پس یہ امر تسلیم ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ حضرت کے والد بزرگوار نے چھ سات سال کی عمر کے بچے کو معارف قرآنیہ سکھانے کے لئے ایک استاد مقرر کیا ہو۔ پس اس عبارت میں چھ سات سال کی عمر کا ذکر ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ حضور نے اس حوالہ میں قرآن مجید کے مجرد الفاظ کا استاد سے پڑھنا تسلیم فرمایا ہے مگر حضور کی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں کہ قرآن مجید کا ترجمہ یا قرآنی مطالب بھی حضور نے خدا کے سوا کسی استاد سے پڑھے ہوں۔ اس کے بالمقابل معترض کی پیش کردہ عبارت از ایام الصلح میں حضرت نے صاف لفظوں میں یہ فرمایا ہے۔ ''علم دین'' اور ''اسرار دین'' کے لحاظ سے قرآن مجید کسی سے نہیں پڑھا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ جس کی نفی کسی دوسری عبارت میں نہیں کی گئی۔

اس امر کے ثبوت میں کہ ایام الصلح کی عبارت میں قرآن مجید کے الفاظ کا ذکر نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کے معانی و مطالب کے کسی انسان سے سیکھنے کی نفی ہے ہم ایام صلح کی عبارت کا سیاق و سباق اور اس کا مضمون دیکھتے ہیں۔ ایام صلح کے دیکھنے سے علوم ہوگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس موقعہ پر اپنے دعویٰ مہدویت کی صداقت کے دلائل کے ضمن میں ایک دلیل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

''آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا اس میں یہی اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن و حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی شخص سے میں نے قرآن و حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔ پس یہی مہدویت ہے جو نبوت محمدیہ کے منہاج پر مجھے حاصل

ہوئی ہے۔اور اسرار دین بلاواسطہ میرے پر کھولے گئے۔'' (صفحہ 147)

(ب) اس مضمون پر بحث کرتے ہوئے ذرا آگے چل کہ فرماتے ہیں:۔

''مہدویت سے مراد وہ بے انتہا معارف الٰہیہ اور علوم حکمیہ اور علمی برکات ہیں جو آنحضرت ﷺ کو بغیر واسطہ کسی استاد کے علم دین کے متعلق سکھائے گئے۔(صفحہ 149)

اس عبارت میں بعینہٖ وہی مضمون ہے جو معترض کی پیش کردہ عبارت میں ہے اور اس کے ساتھ ہی اس میں ان الفاظ کی مکمل تشریح بھی موجود ہے۔جن کے اجمال سے معترض نے ناجائز فائدہ اٹھانے نے کی ناکام کوشش کی ہے۔

(ج) اگلے صفحہ پر اسی مضمون کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سہ کرر دہرایا ہے۔

''روحانی اور عرفانی برکتیں جو ہدایت کاملہ اور قوتِ ایمانی کے عطا کرنے اور معارف اور لطائف اور اسرارِ الٰہیہ اور علوم حکمیہ کے سکھانے سے مراد ہے۔ان کے پانے کے لحاظ سے وہ مہدی کہلائے گا۔''(صفحہ 150)

اس عبارت میں بھی ''مہدویت'' کی تعریف کو دہرایا گیا ہے ''معارف''،''لطائف'' اسرار الٰہیہ اور علوم حکمیہ کے الفاظ اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ معترض کی پیش کردہ صفحہ 147 والی عبارت میں بھی انہی امور کا ذکر ہے۔

قرآن مجید کے الفاظ کے پڑھنے کا ذکر نہیں جیسا کہ اسی عبارت میں ''علم دین'' اور ''اسرار دین'' کے الفاظ اس پر گواہی دے رہے ہیں اور جن کے متعلق اوپر لکھا جا چکا ہے۔

(د) اسی دلیل کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کرتے ہوئے صفحہ 156 پر حضرت فرماتے ہیں:۔''ہزار ہا اسرار علم دین کھل گئے۔قرآنی معارف اور حقائق ظاہر ہوئے۔کیا ان باتوں کا پہلے نشان تھا۔''اس عبارت میں بھی حضور نے جن چیزوں کے خدا تعالیٰ سے سیکھنے کا

ذکر فرمایا ہے وہ ’’قرآنی معارف وحقائق‘‘ ہیں نہ کہ الفاظ قرآنی!

(ر) آگے چل کر بطور نتیجہ تحریر فرماتے ہیں ’’سو میری کتابوں میں ان برکات کا نمونہ بہت کچھ موجود ہے۔ براہین احمدیہ سے لے کر آج تک جس قدر متفرق کتابوں میں اسرار اور نکات دین خدا تعالیٰ نے میری زبان پر باوجود نہ ہونے کسی استاد کے جاری کئے ہیں .... اس کی نظیر اگر موجود ہے۔ تو کوئی صاحب پیش کریں۔‘‘ (ایام الصلح صفحہ 158)

(ز) پھر فرماتے ہیں۔ ’’جو دینی اور قرآنی معارف، حقائق اور اسرار مع لوازم بلاغت و فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ اگر ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کے لئے آئے تو مجھے غالب پائے گی۔ (صفحہ 159)

(س) اس عبارت پر حاشیہ میں لکھتے ہیں ’’مہوتسو کے جلسہ میں بھی اس کا امتحان ہو چکا ہے۔‘‘

(ش) اسی طرح صفحہ 160 پر بھی ’’حقائق معارف اور نکات اور اسرار شریعت‘‘ کے الفاظ موجود ہیں۔

غرضیکہ ایام الصلح کے مندرجہ بالا اقتباسات سے جو سب کے سب معترضین کی پیش کردہ عبادت کے ساتھ ملحق ہیں۔ یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی انسان سے جس چیز کے پڑھنے کی نفی فرمائی ہے۔ وہ قرآنی الفاظ نہیں بلکہ حقائق و معارف قرآنیہ ہیں۔ حضرت نے ایام الصلح یا کسی اور کتاب میں ایک جگہ بھی یہ تحریر نہیں فرمایا کہ میں نے قرآن مجید ناظرہ بھی کسی شخص سے نہیں پڑھا۔ نہ یہ چیلنج دیا ہے کہ میں باوجود استاد نہ ہونے کے قرآن مجید کے الفاظ خوب اچھی طرح سے پڑھ لیتا ہے ہوں اور یہ کہ فنِ قرأت میں میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہاں حضور نے یہ ضرور دعویٰ فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف، مطالب اور نکات حضور کے الہام الرحمن علم القرآن کے مطابق حضور کو براہ

راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئے اور اس لحاظ سے یقیناً حضور نے قرآن مجید کسی انسان سے نہیں پڑھا۔ اور اسی امر کا دعویٰ حضور نے ایام الصلح صفحہ 147 پر بھی کیا ہے۔ جس کو معاندین جماعت احمدیہ انتہائی ناانصافی سے بطور اعتراض پیش کر کے ناواقف لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

و من تلبیسھم قد حرفوا الفاظ تفسیراً

وقد بانت ضلالتھم ولو القوا المعاذیراً

(المسیح الموعود) (الفضل 28 جولائی 1938ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انگریزی الہامات پر اعتراضات کے جواب

معترضین کی زبان انگریزی سے ناواقفیت

اس میں شک نہیں کہ انسان کو اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے لئے علم کلام اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ خلق الانسان و علمه البیان۔ اسی سے وہ کلام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو ہر عیب سے منزہ اور ہر غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ کلام خداوندی کو انسان کے خود تراشیدہ قواعد کا پابند قرار دیتے ہوئے اس کو ان قواعد کے محک پر پرکھنا بھی صد درجہ کی نادانی ہے۔ اس غلط طریق کار پر چل کر مخالفین اسلام نے قرآن مجید کی عربی پر اعتراض کرنے میں ٹھوکر کھاتی ہے کہ

قرآن مجید کی ایک آیت پر اعتراض

چنانچہ انہوں نے قرآن مجید کی آیت إِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ (سورۃ طٰہٰ) پر یہ اعتراض

کیا ہے۔ کہ اس آیت میں حرف اِنۡ اِنَّ کا مخفف استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ از روئے قواعدِ عربی یہ جائز نہیں اور اگر جائز ہو بھی۔ تو پھر بھی یہ عبادت قواعد نحو کی رو سے درست نہیں۔ کیونکہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ جو اسم کو نصب دیتا ہے۔ لہذا اس قاعدہ کے مطابق ہٰذان کی بجائے ہٰذین کہنا چاہیے تھا۔ مگر اس کے برخلاف آیت میں بجائے ہٰذین کے ہٰذان ہی رکھا گیا ہے۔ جو از روئے قواعد نحو درست نہیں۔ (دیکھو نبراس ص439)

ایک اور آیت پر اعتراض ::اسی طرح ایک اور آیت قرآنی **و لما سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ** (اعراف ع18) کے متعلق روح المعانی میں لکھا ہے۔ **وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ أَنَّ هٰذَا التَّرْكِيبَ لَمْ يُسْمَعْ قَبْلَ نُزُولِ الْقُرْآنِ وَلَمْ تَعْرِفْهُ الْعَرَبُ وَلَمْ يُوجَدْ فِي أَشْعَارِهِمْ وَكَلَامِهِمْ** (روح المعانی جلد 3 صفحہ 127) کہ بعض لوگوں نے کہا۔ یہ ترکیب قرآن مجید کے نزول سے قبل نہیں سنی گئی۔ اور نہ اس کو اہل عرب جانتے تھے۔ اور نہ ان کے اشعار یا کلام میں یہ ترکیب پائی جاتی تھی۔

لیکن باوجود اس کے ہمارا ایمان ہے کہ مخالفین اسلام کا اعتراض سراسر باطل ہے کیونکہ انسان کے بنائے ہوئے قواعد کو اللہ تعالیٰ کے کلام پر حکم ٹھہرانا انتہائی جہالت کا مظاہرہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے انگریزی الہامات پر اعتراض

معاندین جماعت احمدیہ نے بھی علماء قریش کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر قواعدِ زبان کے اعتبار سے اعتراض کئے ہیں۔ جن کے تسلی بخش جوابات دیئے جاتے رہے ہیں۔ اس وقت میں صرف ان اعتراضات کو لونگا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انگریزی الہامات پر کئے جاتے ہیں۔ مکتوبات جلد 1 صفحہ 68 پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بایں الفاظ شائع ہوا ہے:

You have to go Amritsar

(یوہَیوٹوگوامرتسر) یعنی تمہیں امرتسر جانا ہوگا۔ اس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ لفظ go اور امرتسر کے درمیان لفظ to ہونا چاہیے تھا۔ یعنی عبارت اس طرح ہونی چاہیئے تھی۔

You have to go to Amritsar

اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ لفظ to کا اس الہام میں رہ جانا محض سہو کتابت کا نتیجہ ہے۔ اصل میں الہام سے مفقود نہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اسی جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''فقرات کی تقدیم تاخیر کی صحت بھی معلوم نہیں۔ اور بعض الہامات میں فقرات کا تقدم تأخر بھی ہوجاتا ہے۔ اس کو غور سے دیکھ لینا چاہئیے'' (مکتوبات جلد 1، و تذکرہ صفحہ 119)

پھر فرماتے ہیں: ''چونکہ یہ غیر زبان میں الہام ہے۔ اور الہام الٰہی میں ایک سرعت ہوتی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض الفاظ کے ادا کرنے میں کچھ فرق ہو۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 304 حاشیہ) اس امر کا ثبوت کہ لفظ 'go' کے بعد لفظ 'To' کا رہ جانا محض سہو کتابت سے ہے۔ یہ ہے کہ اس الہام سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس الہام سے بالکل مشابہ ایک اور الہام ہو چکا ہے۔ جس میں لفظ "To" کو go کے بعد استعمال کیا گیا ہے۔ وہ الہام براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 469، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3 و تذکرہ صفحہ 54) پر ہے۔

Then will you go to Amritsar) دَین وِل یو گوٹو امرتسر) یعنی تب تم امرت سر بھی جاؤ گے۔ اس الہام میں فقرہ go to Amritsar استعمال ہوا۔ جس سے معلوم سے ہوا کہ مہم) اللہ تعالیٰ) کو تو "go to" کا محاورہ معلوم تھا۔ مگر اس کے لکھنے میں سہو کتابت کے باعث لفظ to رہ گیا۔ اور اس قسم کا سہو اس قدر عام ہے۔ کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی ۔ لیکن ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے ایک دوسرے الہام کو بطور

دلیل پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ معترضین کا اعتراض سراسر غلط ہے۔

لفظ ''ضلع'' کا استعمال انگریزی میں

مندرجہ بالا الہام سے اگلا الہام ہے He halts in the Zilla Peshawar کہ وہ ضلع پشاور میں قیام کرتا ہے۔ (تذکرہ صفحہ 119) اس الہام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انگریزی میں لفظ ''ضلع'' استعمال نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں خاکسار نے پچھلے سال ایک مختصر سا نوٹ الفضل میں شائع کرایا تھا۔ جس میں (دی پبلک سرونٹس انکوائریز ایکٹ)

The Public Servants Inquiries Act Sect:-8

کے حوالہ سے ثابت کیا تھا۔ کہ انگریزی میں لفظ ''ضلع'' استعمال ہوتا ہے۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں آکسفورڈ ڈکشنری صفحہ 933 پر لفظ ''ضلع'' موجود ہے۔

''بائی'' بمعنی ''ساتھ'': حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے:۔

''God is Comming by his army''

(گاڑ از کمنگ بائی ہز آرمی'') (تذکرہ صفحہ 63) یعنی خدا اپنی فوج کے ساتھ آرہا ہے اس الہام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں لفظ by کا استعمال درست نہیں۔ اس کی بجائے لفظ with استعمال ہونا چاہیے تھا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اعتراض انگریزی زبان کے نہ جاننے کے باعث پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ انگریزی زبان میں لفظ by (بائی) with کے معنے میں استعمال ہوتا ہے ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو۔ انگلش ڈایالکٹ ڈکشنری مصنفہ جوزف رائٹ صفحہ 470۔ اس میں لکھا ہے:۔

By:- together with, in company with. I will go if you go by me; Came along by me "

یعنی لفظ ''بائی'' کے معنی ہیں، ساتھ، ہمراہ، جیسا کہ کہتے ہیں۔ مَیں تب جاؤں گا اگر تم بھی میرے ساتھ (بائی) جاؤ گے تم میرے ''ساتھ'' آؤ۔

محولہ بالا ڈکشنری وہ ڈکشنری ہے جس کے متعلق لکھا ہے:۔

Complete vocabualery of all English dialect

کہ یہ انگریزی زبان کے تمام محاورات کا خزینہ ہے:۔

پس انگریزی زبان میں لفظ By، With کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام انگریزی زبان کے محاورہ سے بالکل بامحاورہ اور درست ہے۔

ایکسچینج بمعنی چینج:: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے:۔

''words of God Cannot exchange''

(ورڈز آف گاڈ کین ناٹ ایکسچینج) (تذکرہ صفحہ 101، 119) یعنی خدا کے الفاظ تبدیل نہیں ہو سکتے۔

اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں لفظ exchange (ایکسچینج) لفظ change (چینج) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ بلحاظ قواعد و اسلوب اہل زبان یہ لفظ change کے معنی میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ اگر الہام میں لفظ ایکسچینج کی بجائے ''چینج'' ہوتا تو درست ہوتا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ بھی محض انگریزی زبان سے ناواقفیت کے باعث پیدا ہوا ہے۔ ورنہ انگریزی میں exchange کا لفظ change کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ انگریزی زبان کی مشہور اور مروّج لغت آکسفورڈ ڈکشنری میں لفظ exchange کے معنی change لکھے ہیں۔

علاوہ ازیں Murray Dictionary میں لفظ exchange کے ماتحت لکھا ہے: کہ یہ لفظ change کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے استعمال کے ثبوت میں بطور مثال یہ فقرہ لکھا ہے:

I return again just to the time not with the time exchanged

یعنی: میں وقت مقررہ پر واپس آیا ہوں تبدیل شدہ وقت پر نہیں۔ پس انگریزی زبان میں ''ایکسچ چنج'' کا لفظ چینج کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں ہوا۔ اور اس پر اعتراض کرنا انگریزی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت ہے:۔

ایک اور مفہوم

علاوہ ازیں ایکسچینج کا لفظ مسلمہ طور پر interchange کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس لحاظ سے الہام کے الفاظ کو دیکھا جائے تو الہام کے معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ آپس میں بدل نہیں سکتے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس قدر افصح اور ابلغ ہوتا ہے کہ اس کا ہر لفظ اپنی جگہ پر نہایت موزون ہو کہ بیٹھتا ہے۔ اور جو لفظ جہاں استعمال ہو۔ وہ وہاں ہی صحیح معنی دیتا ہے۔ اور اگر کسی لفظ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اسکی جگہ دوسرا لفظ وہاں پر رکھا جائے تو عبارت کا مفہوم بگڑ جائے گا۔ چنانچہ ہر اعلیٰ کلام کی یہ خصوصیت مسلم ہے کہ اس کا ہر لفظ بامعنی اور برمحل ہوتا ہے۔ خصوصاً قرآن مجید کا علم رکھنے والے جانتے ہیں۔ کہ اس میں بلاغت کا یہ کمال اس قدر نمایاں ہے۔ کہ اگر اس کا ایک لفظ بھی بدل دیا جائے۔ تو آیت کا مفہوم اس قدر بگڑ جاتا ہے۔ کہ سیاق وسباق عبارت اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں خواہ لفظ ایکسچینج کو چینج کے معنی میں لیا جائے۔ خواہ interchange کے معنی میں الہام کی زبان بالکل درست اور محاورہ اہل زبان

کے عین مطابق ہے اور اس پر اعتراض کرنے سے بجز اس کے کہ معترض کی اپنی علمی پردہ دری ہو۔ اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ (الفضل 8 اگست 1936ء صفحہ 4-5)

خلافت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی صداقت

غیر مبایعین حضرات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت کے منکر ہیں۔ اور باب نبوت کو مسدود قرار دیتے ہیں اس وقت ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔ اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم واندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وبشر الصابرین............ واولئک ھم المھتدون۔ یعنی ہمارا یہی قانونِ قدرت ہے کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالتے ہیں۔ اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھلتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔ دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسال مرسلین ونبیین اور آئمہ واولیاء وخلفاء رہے۔ تا ان کی اقتداء اور ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔ پس اول اس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لئے بشیر (اول) کو بھیجا۔ تا بشر الصابرین کا سامان مومنوں کے لئے تیار کر کے اپنی بشریت کا مفہوم پورا کرے .... اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے (یعنی ارسال مرسلین و نبیین و آئمہ واولیاء وخلفاء) اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا............ اور خدا

تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا۔ کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یخلق اللہ ما یشاء" (سبز اشتہار صفحہ 16۔17 حاشیہ)

''پس مصلح موعود کا نام الہٰی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے، اور ایک اور الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے،،

(سبز اشتہار صفحہ 21 حاشیہ)

''دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا۔ کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے۔ اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ (سبز اشتہار صفحہ 7 حاشیہ)

ان تمام حوالوں سے جو ''سبز اشتہار'' سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لکھے ہوئے الفاظ میں نقل کئے گئے ہیں۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ

(1) ''ارسال مرسلین و نبیین و آئمہ و اولیاء و خلفاء کا سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں خدا تعالیٰ کے وعدہ اور ارادہ کے ماتحت جاری ہوگا۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ''اولاد'' میں سے نبی، رسول آئمہ اولیاء و خلفاء ہوں گے پس امکان نبوت ثابت ہوا۔

(2) ''دوسری قسم رحمت کی ''تکمیل'' کے لئے آنے والا اولوالعزم محمود بشیر ثانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ ثانی ہوگا'' اور ہر ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا

ہے۔''(دیکھو عبارت محولہ بالا) اب اگر کوئی غیر مبایع دوست یہ کہے کہ پیش کردہ عبارت تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ولادت سے قبل کی ہے۔اور اس میں جو کچھ مذکور ہے محض پیشگوئی کے رنگ میں ہے کہ ایسا لڑکا ضرور پیدا ہوگا۔ یہ کیسے ثابت ہوا۔کہ وہ لڑکا فی الواقع پیدا ہو بھی گیا۔ کیونکہ ممکن ہے۔ابھی تک اس کا پیدا ہونا معرض التواء میں ہو۔تو اس کے جواب میں مندرجہ ذیل عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

ا۔''محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے۔اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا۔ پیشگوئی کی گئی۔ اور سبز رنگ اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا۔کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا ....پھر جبکہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی۔تب خدا تعالیٰ کے فضل سے 12 جنوری 1889ء کو مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔''(تریاق القلوب صفحہ 42)

ب۔''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا۔اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہارات شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں۔اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔اور اب نویں سال میں ہے۔''(سراج منیر صفحہ 21)

ج۔"سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔سو محمود پیدا ہو گیا۔کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے خدا کا خوف ہے تو پاک دل سے سوچو''(سراج منیر صفحہ 31 حاشیہ) د۔''تب خدا تعالےٰ نے مجھے بشارت دے کر فرمایا۔کہ جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا۔تب میں نے سبز رنگ اشتہار میں ہزارہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ

پیشگوئی شائع کی اورابھی ستر دن بھی پہلے لڑکے کی موت پرنہیں گزرے تھے۔کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا۔اوراس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 217)

ر۔''میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔جس کا دوسرا نام محمود ہے۔اوراگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے۔پیدانہیں ہوا۔مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندرضرور پیدا ہوگا۔زمین وآسمان ٹل سکتے ہیں۔پراس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔''

یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ 7 کی۔جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا ۔جس کا نام محمود ہے۔اوراب تک بفضلہٖ تعالی زندہ موجود ہے۔اورسترھویں سال میں ہے۔" (حقیقۃالوحی صفحہ 360)

پس مندرجہ بالا عبارات سے (1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ''ارسال مرسلین ونبیین'' ثابت ہوا اور (2) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کی صداقت واضح ہوگئی۔(الفضل 10 جولائی 1934ء صفحہ 7)

جلال الدین کوہاٹی کے متعلق ''احسان'' کے چیلنج کی حقیقت
نمائندہ ''الفضل'' جھوٹے کے گھر تک

اخبار''احسان''اور''زمیندار'' کی اس فریب کاری اوردھوکہ دہی کا راز فاش کرنے پر کہ ان میں احمدیت کے خلاف جلال الدین کوہاٹی کے نام سے جومضامین شائع ہورہے ہیں۔وہ اس کے لکھے ہوئے نہیں ہیں بلکہ کوئی اور شخص خودلکھ کراس کی طرف منسوب کررہا ہے۔ ''زمیندار'' نے تو خاموشی اختیار کرلی۔لیکن''احسان'' (25 فروری) نے تلملا کرلکھا۔''ہم

''الفضل'' کوچیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ اپنا نمائندہ بھیج کر مولانا جلال الدین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط و مراسلات کی تصدیق کر لے۔ نیز ہم مولانا جلال الدین سرحدی کوہاٹی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ قادیانی الفضل کے اس دجل کا بنفس نفیس جواب دیں۔''

اس پر ایک طرف تو جلال الدین نے ''احسان'' کو اپنا بیان بھیج دیا۔ جو الفضل کے گزشتہ سے پیوستہ پرچہ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اور دوسری طرف ہم نے جھوٹے کے گھر تک پہنچنے کے لئے اپنے نمائندہ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے سے کہا کہ وہ ''احسان'' کے دفتر میں پہنچ کر خطوط کے اصل مسودات دیکھیں اور ان کی حقیقت سے مطلع فرمائیں۔ اس پر ملک صاحب کو دفتر ''احسان'' میں جانے پر جو حالات پیش آئے۔ وہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ ان سے ثابت ہے کہ عملۃً ''احسان'' کو چیلنج دینے کی وجہ سے سخت شرمندہ اور نادم ہونا پڑا۔ اور وہ کوئی مسودہ پیش نہ کر سکے۔

ملک صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

مکرمی و معظمی جناب ایڈیٹر صاحب ''الفضل''! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے حکم کے مطابق میں کل 8 مارچ قبل از نماز جمعہ دفتر اخبار ''احسان'' میں گیا۔ اور اخبار مذکور کے ایڈیٹر مرتضیٰ احمد خان صاحب سے ملاقات کی۔ میرے ساتھ دو اور احمدی دوست بھی تھے۔ خاکسار نے ایڈیٹر صاحب سے مطالبہ کیا کہ وہ مجھے اپنے اعلان کے مطابق جلال الدین کوہاٹی کے مضامین کے اصل مسودات دکھائیں۔ ایڈیٹر صاحب نے جواب دیا کہ اس کے متعلق اخبار ''احسان'' 9 مارچ میں ماسٹر نظام الدین کوہاٹی کا مضمون شائع ہو گیا ہے۔ اس لئے اب اصل مسودات دیکھنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ میں نے کہا کہ ماسٹر نظام الدین صاحب کا مضمون میں نے پڑھا ہے۔ اس میں تو الفضل کے الفاظ کی پوری پوری

تائید پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ مولوی جلال الدین ایک مفلوک الحال آدمی ہے۔اس کے پاس کوئی پیسہ نہ تھا۔اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے جوتا بھی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں مولوی جلال الدین کا لباس وغیرہ بوسیدہ تھا بستر ہ قادیانیوں کے ہاں رہ گیا تھا۔ان کو نئے کپڑے اور نیا جوڑہ پاپوش اور نیا بسترہ میں نے خود بنوا کر دیا۔ابھی تک وہ رقوم واجب الادا ہیں۔مولوی صاحب کے پورانے کپڑے اور پورانی کھیڑیاں ڈاکٹر شاہ آف کوہاٹ کے مکان پر پڑے ہیں۔لاہور جا کر مولوی صاحب نے مجلس احرار سے کچھ رقم بطور امداد لی۔اور مجھ سے کچھ رقم خرچ کے لئے منگوائی۔''اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ آج تک تو''احسان'' اور''زمیندار'' میں مولوی جلال الدین کوہاٹی کو''مولوی فاضل'' اور''مبلغ جماعت احمدیہ'' کہا جاتا تھا مگر اب''احسان'' اعلان کرتا ہے۔کہ''مولوی جلال الدین صاحب لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دینے کے لئے گئے۔'' پس 9 مارچ کے احسان کے مضمون نے''الفضل'' میں شائع شدہ گزشتہ ایڈیٹوریل نوٹ کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے۔

پھر میں نے کہا کہ چونکہ مجھے ایڈیٹر صاحب''الفضل'' نے ہدایت کی ہے کہ''الفضل'' کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے آپ کے اعلان کے مطابق مولوی جلال الدین کے مضامین کے اصل مسودات دیکھوں۔اس لئے حاضر ہوا ہوں۔اس پر ایڈیٹر صاحب''احسان'' نے فرمایا۔''آج ہمیں مولوی جلال الدین صاحب کوہاٹی کی ایک اور چٹھی موصول ہوئی ہے۔ یہ کہہ کر ایڈیٹر صاحب نے وہ چٹھی میرے ہاتھ میں دی۔ میں نے اسے پڑھا۔ اس میں ایڈیٹر صاحب''احسان'' کو مولوی جلال الدین صاحب کوہاٹی نے یہ لکھا تھا کہ آپ نے اخبار ''احسان'' میں اعلان کیا ہے کہ وہ چٹھی جو''الفضل'' میں چھپی ہے۔وہ میری نہیں ہے اور یہ کہ میں بذات خود اس کے متعلق آپ کو جواب دوں۔سو اس کے جواب میں میں بذات خود

جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کے اخبار ''احسان'' اور ''زمیندار'' میں جس قدر مضامین میرے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز میں نے نہیں لکھے۔ اور نہ وہ میرے ایماء سے لکھے گئے۔ میں آپ کو اور ماسٹر نظام الدین کوہاٹی کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ اگر ہمت ہے تو میرے دستخطی یا میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے مضامین دکھائیں۔ اور آپ میری یہ چٹھی ''احسان'' میں شائع کر دیں۔ یہ چٹھی 3 مارچ کی لکھی ہوئی تھی۔ اور اس کے نیچے ''محمد جلال الدین کوہاٹی بقلم خود'' کے الفاظ تھے۔ میں نے ایڈیٹر صاحب ''احسان'' سے پوچھا کیا آپ اس کو اخبار میں شائع کریں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ ''نہیں''

ایڈیٹر صاحب نے فرمایا۔ آپ کل (ہفتہ) کو بارہ بجے کے بعد تشریف لائیں۔ آپ کو اصل مسودات دکھا دیئے جائیں گے۔ اس پر ہم وہاں سے چلے آئے۔ 9 مارچ ایک بجے کے قریب میں پھر دفتر ''احسان'' میں گیا۔ ایڈیٹر صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے نائب کو ''اشرف صاحب'' کہہ کر آواز دی اور ان سے کہا۔ ''کیا آپ نے جلال الدین صاحب کوہاٹی کے مضامین کے اصل مسودات تلاش کئے ہیں؟'' انہوں نے کہا۔ ہاں میں نے وہ مسودات تلاش کر کے نکالے ہیں۔ ماسٹر نظام الدین کوہاٹی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مضامین نکلے ہیں۔ اور ایک ان میں سے وہ بھی جو مولوی جلال الدین صاحب کے نام سے شائع ہوا ہے ایڈیٹر صاحب نے انہیں وہ مضمون لانے کے لئے کہا۔ اور اشرف صاحب چلے گئے۔ قریباً نصف گھنٹہ کے بعد آئے اور کہا کہ میں تلاش کر رہا ہوں۔ (اس دوران میں ایڈیٹر صاحب نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا دراصل انہوں نے پہلے تلاش نہیں کیا تھا۔ اب تلاش کر رہے ہیں۔ انہوں نے یونہی کہہ دیا تھا کہ میں نے وہ مضامین نکالے ہوئے ہیں۔ اشرف صاحب پھر چلے گئے۔ قریباً نصف گھنٹہ کے بعد دروازے میں کھڑے ہو کر ایڈیٹر صاحب کو

باہر بلا کر لے گئے۔ جب کچھ مشورہ کے بعد ایڈیٹر صاحب واپس آئے۔ تو مجھے مخاطب کر کے کہا۔ ''افسوس ہے کہ وہ مضامین نہیں ملتے۔ بہت تلاش کی۔ مگر نہیں ملے۔'' میں نے عرض کیا آپ یہ لکھ دیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ''لائیے میں لکھ دیتا ہوں'' مگر جب وہ لکھنے لگے۔ تو انہی اشرف صاحب نے (جو مضامین کی تلاش میں کافی سرگردانی فرما چکے تھے) ایڈیٹر صاحب نے فرمایا ''کوئی حرج نہیں۔ میں لکھ دیتا ہوں۔'' اشرف صاحب نے کہا آپ یہ لکھ دیں کہ جب مسودات ملیں گے دکھا دیں گے۔'' میں نے کہا کہ اگر مہینہ کے بعد مسودات مل سکتے ہیں۔ تو آج ضرور مل جانے چاہئیں۔ کیونکہ ایک مہینہ کے بعد تو ''مسودات کا انبار'' اور بڑھ جائے گا۔ مگر شنوائی نہ ہوئی۔ اور ایڈیٹر صاحب نے لکھ دیا۔

''مکرم! کوشش کے باوجود اصل مراسلہ ردی کے انبار سے نہیں ملا۔ نکلوانے کی کوشش کی جائے گی۔ مل گیا تو دکھا دیا جائے گا۔ مرتضیٰ احمد خان۔''

اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ ہاں یہ لکھنا رہ گیا کہ کل 8 مارچ دوران گفتگو میں ایڈیٹر صاحب ''احسان'' نے یہ بھی کہا کہ اب جبکہ مولوی جلال الدین صاحب اس تحدی کے ساتھ لکھ رہے ہیں کہ وہ مضامین ہرگز ان کے لکھے ہوئے نہیں تو ہمیں بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضامین ان کے لکھے ہوئے نہیں ہوں گے۔ ماسٹر نظام الدین صاحب نے ہی لکھ کر بھیج دیئے ہوں گے۔ مگر ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں جب انہوں نے ایک دفعہ اعلان کر دیا کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ تو پھر اگر ان کی طرف سے اس قسم کے مضامین لکھے گئے تو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا۔ ''صرف بددیانتی'' غرض یہ ہے روائیداد خاکسار کی ایڈیٹر صاحب ''احسان'' کے ساتھ ملاقات کی۔ جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جلال الدین کوہاٹی کے نام سے مضامین شائع کرنے میں ایڈیٹر صاحب ''احسان'' اور ''زمیندار'' نے سراسر مغالطہ دہی

اور فریب کاری سے کام لیا ہے۔(احقر ملک عبدالرحمٰن خادم بی اے۔ گجراتی از لاہور)

(الفضل 16 مارچ 1935ء صفحہ 7)

احمدیت کے متعلق چند مفید حوالے

(1) حیدرآباد کے سفر میں مجھے ایک کتب خانہ آصفیہ میں سے ''فردوس الاخبار'' کے ایک قلمی نسخہ کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔''دیلمی'' ان متقدمین میں سے ہیں جنہوں نے بذات خود مستقل طور پر احادیث کو جمع کیا۔''دیلمی'' اپنے زمانہ میں فن حدیث کے امام تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی اپنی مشہور و معروف کتاب تذکرۃ الحفاظ میں ان کو......حدیث میں شامل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ھوحسن...... فی الحدیث کہ وہ علم حدیث کے عالم تھے نیز''کشف......جلد 1 صفحہ 182 پر بھی ان کا ذکر ہے۔''دیلمی'' کی وفات 807ھ ہوئی۔ان کی دو تصانیف بہت مشہور ہیں۔(1) فردوس الاخبار (2) تاریخ ہمدان ''دیلمی'' کے معتبر ہونے کا ایک یہ ثبوت بھی ہے کہ ''مشکوٰۃ'' نے ان سے احادیث لی ہیں۔نیز سیوطی جیسے عالم نے بھی۔

''فردوس الاخبار'' کا قلمی نسخہ جو کتب خانہ آصفیہ حضور نظام میں موجود ہے۔اس کا نمبر 214 فن حدیث ہے۔اس نسخہ میں سے جو مفید حوالہ جات ہیں جماعت کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔ان کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔چونکہ ''دیلمی'' کا یہ نسخہ عام نہیں بلکہ قریباً قریباً نایاب ہے۔ اس لیے میں نے احتیاطاً تمام حوالے اصل کتاب سے نقل کر کے ان پر مہتمم صاحب کتب خانہ آصفیہ سے تصدیق کرا کر ان کے دستخط لے لیے۔جس کی نقل درج ذیل ہے۔نقل عبارت فردوس الاخبار صحیح ہے۔مقابلہ کیا گیا (دستخط) سید عباس حسین مہتمم کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی۔ 22 جمادی الاول 1352ء حیدرآباد دکن''

قبل اس کے کہ میں حوالہ جات نقل کروں میں برادرم سیٹھ معین الدین صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے...... کتاب کے مطالعہ کے لیے ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزا۔**

انت منی و انا منك

غیر احمدی علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا الہام پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ آپ نے ایک ہی وقت میں خدا کا باپ اور بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے قرآن مجید، بخاری، مشکوٰۃ اور دوسری کتب سے متعدد حوالے پیش کیے جاتے ہیں۔ کہ **انت منی و انا منك** عربی زبان کا محاورہ ہے۔ جس سے مراد اظہار محبت اور اتحاد مقاصد ہوتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ **یا علی انت منی و انا منك** (بخاری جلد 2 کتاب الصلح باب کیف یکتب ھذا و مشکوٰۃ باب المناقب المجتبائی صفحہ 564) کہ اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ مگر اس پر غیر احمدی علماء اور ان کی کاسہ لیسی میں پادری عبدالحق جیسے عیسائی مناظر کہا کرتے ہیں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کو اگر **انت منی و انا منك** کہے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی جنس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کسی انسان کو ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ انسان خدا کا ہم جنس نہیں ہے گو ان کا یہ عذر حد درجہ غیر معقول ہے۔ لیکن پھر بھی اسے توڑنے کے لیے ''دیلمی'' کی مندرجہ زیل احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(1) **انا من اللہ عزوجل والمومنون منی فمن اذی مومنا فقد اذانی ومن اذانی فقد الاذی اللہ عزوجل۔** (دیلمی صفحہ 11 باب الالف راوی حضرت

عبداللہ بن جرارؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں خدائے عزوجل سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔ پس جو شخص کسی مومن کو ایذا دیتا ہے وہ مجھ کو ایذا دیتا ہے اور جو مجھ کو ایذا دیتا ہے۔ اس نے گویا خدا کو ایذا پہنچائی۔

(2) اس سے بھی زیادہ واضح مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

''یقول اللہ عزوجل السخی منی وانا منہ'' (دیلمی صفحہ 291 سطر نمبر 4 باب الیاء۔ راوی حضرت انس بن مالکؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سخی مجھ سے ہے اور میں سخی سے ہوں۔

اس حوالہ میں اللہ تعالیٰ نے ''من'' کا محاورہ انسانوں کے لیے استعمال کیا ہے۔

حیض: غیر احمدی علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ''یریدون ان یروا طمثك۔'' کہ دشمن چاہتے ہیں تیرا ''حیض'' دیکھیں پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مرد کو حیض کا کیا مطلب۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے روح البیان جلد 1 صفحہ 236 کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ''کما ان النساء محیضا ...... فکذالك للرجال محیض فی الباطن۔'' جس طرح عورتوں کو ظاہر میں حیض آتا ہے اسی طرح مردوں کو بھی باطن میں حیض آتا ہے۔ نیز تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فریدالدین عطار کے باب 71 صفحہ 450 کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

کہ ''جس طرح عورتوں کو حیض آتا ہے اسی طرح ارادت کے راستہ میں مریدوں کو حیض آتا ہے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ یہ اقوال صوفیاء کے ہیں۔ ہمیں کسی نبی کا قول دکھاؤ۔ جس میں اس نے مردوں کے متعلق ''حیض'' کا لفظ استعمال کیا ہو۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل

حدیث پیش کی جاتی ہے۔

”الکذب حیض الرجل والاستغفار طھارتہ۔“(دیلمی صفحہ 161 سطر نمبر 17 راوی حضرت سلمانؓ) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ مرد کا حیض اور استغفار اس کی طہارت ہے۔ پس حضرت مسیح موعود کے الہام کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مخالف تجھ کو جھوٹ یا کسی اور بدی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن خدا کے فضل سے تجھ میں کوئی بدی اور گندگی نہیں۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود نے اربعین نمبر 4 صفحہ 19 پر اس الہام کے متعلق لکھا ہے۔”یعنی ناپاکی اور خباثت کی تلاش میں ہیں۔“

تقدیر مبرم:: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم میں مرزا سلطان محمد کی موت کو تقدیر مبرم قرار دیا ہے۔ غیر احمدی علماء یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ تقدیر مبرم وہ ہوتی ہے جو کسی صورت میں بھی ٹل نہ سکے۔ پھر مرزا سلطان محمد کی توبہ اور استغفار سے یہ تقدیر کس طرح ٹل گئی۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روح سے یہ ثابت ہے کہ تقدیر بعض حالات اور شرائط کے ساتھ مشروط ہونے کی صورت میں تقدیر مبرم بنتی ہے۔ اور جب تک وہ شرط یا شرائط پوری نہ ہو۔ اس وقت تک اس تقدیر کے ”قطعی“ ”مبرم“ ہونے کا تحقق نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آتھم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

”اب آتھم صاحب قسم کھا لیویں۔ تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے۔“ (ضیاء الحق صفحہ 16)

گویا آتھم کی موت ”تقدیر مبرم“ اس صورت میں ہوگی جبکہ وہ قسم کھا لے گا۔ قسم نہ کھانے کی صورت میں تقدیر مبرم نہ ہوگی۔ پس جس طرح اس تقدیر مبرم کے ساتھ ”قسم

کھانے'' کی شرط ہے اسی طرح سلطان محمد کی موت کے ساتھ توبہ نہ کرنے کی شرط ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

''اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے۔تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔''

(ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء مشمولہ آئینہ کمالات اسلام)

یہ تحریر 1886ء کی ہے۔گویا ان ابتدائی ایام کی جبکہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔اور محمدی بیگم کا نکاح بھی مرزا سلطان محمد سے نہیں ہوا تھا۔اس تحریر کے الفاظ ''اگر وہ توبہ نہ کریں گے'' صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ مرزا سلطان محمد وغیرہ کی موت کا تقدیر مبرم ہونا'' توبہ نہ کرنے کی شرط سے مشروط ہے۔جس طرح آتھم کی موت کا تقدیر مبرم ہونا ''قسم کھانے'' کے ساتھ مشروط تھا۔تقدیر مبرم کا دعا اور صدقہ سے ٹل جانا احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔چنانچہ حدیث میں ہے۔

1۔''اکثر من الدعا فان الدعا یرد القضاء المبرم۔''(کنز العمال جلد 1 صفحہ 167 کتاب الصواب) کہ کثرت سے دعا کر کیونکہ دعا تقدیر مبرم کو بھی ٹلا دیتی ہے۔

2۔روی ان النبی ﷺ قال ان الصدقة لتدفع البلاء المبرم النازل من السماء۔''(روض الریاحین بر حاشیہ قصص الانبیاء صفحہ 264)

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ بلاء مبرم کو بھی آسمان سے نازل ہونے والی ہو آسمان سے نازل ہونے والی ہو روک دیتا ہے۔

3۔الدعا جند من اجناد اللہ مجندہ یرد القضاء لیدان یبرم۔''

(فردوس الاخبار ''دیلمی'' صفحہ 107 آخری سطر راوی ابوموسیٰؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دعا خدا تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک جرار لشکر ہے جو قضاء کو اس کے مبرم ہو جانے کے بعد بھی ٹلا دیتی ہے۔

حجر اسود منم

بعض مخالفین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضور نے اپنے آپ کو حجر اسود قرار دیا ہے۔ گو اس کے اور بھی کئی جواب ہیں۔ مگر اس جگہ صرف ایک حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

''یا علی انت بمنزلة الکعبة'' (''دیلمی'' صفحہ 314) کہ اے علیؓ! تو بمنزلہ کعبہ کے ہے۔

ٹیچی :: بعض مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف پر اعتراض کیا کرتے اور اس پر مضحکہ اڑاتے ہیں کہ حضور نے ایک آدمی دیکھا ''جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔'' (مکاشفات صفحہ 38) اس نے عین ضرورت کے وقت کشفی حالت میں میرے دامن میں بہت سے روپے ڈالے ہیں۔ میں نے اس سے اس کا نام پوچھا۔ تو اس نے بعد از اصرار کہا۔ ''ٹیچی'' حضرت مسیح موعود نے ساتھ ہی تحریر فرمایا ہے کہ ''ٹیچی'' پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت آنے والا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 334) خدا کی نصرت ہمیشہ وقت پر ہی آتی ہے۔ اس ''فرشتہ نما'' انسان نے اپنا علم (ذاتی نام) کوئی نہیں بتایا۔ بلکہ کہا کہ ''میرا کوئی نام نہیں'' لیکن بعد میں دوبارہ پوچھنے پر اس نے اپنا صفاتی نام بتایا۔

اس اعتراض کا تفصیلی جواب تبلیغی پاکٹ بک صفحہ 411 پر موجود ہے اس جگہ ایک حوالہ فردوس الاخبار کا نقل کرتا ہوں۔

اسم جبریل عبداللہ واسم مکائیکل عبیداللہ واسم اسرافیل عبدالرحمٰن۔

(''دیلمی'' صفحہ 55 باب الالف راوی حضرت ابوامامہؓ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل کا نام عبداللہ اور حضرت میکائیل کا نام عبیداللہ اور حضرت اسرافیل کا نام عبدالرحمٰن ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ ملائکہ کے صفاتی نام بھی ہوتے ہیں اور وہ ان کی ڈیوٹیوں کے اعتبار سے مقرر کیے گئے ہیں۔

کشف سرخی کے چھینٹے:: بعض مخالفین نے حضرت مسیح موعود کے مندرجہ بالا کشف پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کیا خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے کاغذ پر لکھا بھی کرتا ہے؟ وہ کاغذ کس کارخانے کا بنا ہوا تھا۔سیاہی کس کارخانہ کی تھی۔قلم کیسا تھا؟ وغیرہ اس کے جواب میں ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔

خلق اللہ ثلاثۃ اشیاء بیدہ خلق اٰدم بیدہ و کتب التوراۃ بیدہ و غرس الفردوس بیدہ۔(''دیلمی'' صفحہ 100) کہ خدا تعالیٰ نے تین چیزیں اپنے ہاتھ سے بنائیں۔حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور فردوس کو اپنے ہاتھ سے بویا۔

اب ''کتب التوراۃ بیدہ'' کے جملہ پر بعینہٖ وہی اعتراض پڑھ سکتے ہیں۔جو مخالفین حضرت مسیح موعودؑ کے کشف پر کرتے ہیں ما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

دجال:: ان احادیث میں سے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دجال عیسائی مذہب کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہوگا ایک حدیث یہ بھی ہے۔

''یا ایھا الناس انھا لم تکن فتنۃ فی الارض اعظم من فتنۃ الدجال ...... فمن لقیہ فلیقرا بفواتیح سورۃ الکھف۔(''دیلمی'' صفحہ 298

باب الیاء روای ابو امامۃؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! دنیا میں دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہوا۔ پس تم میں سے جو کوئی دجال کو ملے وہ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات میں دجالی فتنہ اور اس کا طریق مذکور ہے اور سورۃ کہف کی ابتدائی آیات میں ....اور اس کی تردید ہی کا ذکر ہے کہ ان لوگوں نے خدا کا بیٹا حالانکہ یہ عقیدہ ہرگز قابل قبول نہیں ''کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ۔'' دیکھو سورۃ کہف رکوع 1)

مسیح موعود فارسی الاصل ہوگا

بخاری شریف کی روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **و اخرین منھم** کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سلمانؓ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''**من ھولاء** ''ان میں سے ہوگا۔ ''دیلمی'' کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

''**فضرب علی فخذ سلمان ...... قم ھذا ۔**'' (''دیلمی'' صفحہ 163) یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان فارسیؓ کی ران پر ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا اس کی قوم میں سے حدیث میں مسیح موعود کا حضرت سلمان فارسی کی نسل سے ہونا............ بلکہ آپ کا قوم فارس میں سے ہونا ضروری ہے............ہوا

کفر کا فتویٰ:: غیر احمدی دوست کہا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ہم پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ گویا آپ نے دنیا کو............ بنانے نہیں بلکہ نعوذ باللہ مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے آئے تھے اس کے دیگر عقلی جوابات کے علاوہ مندرجہ ذیل حدیث بھی بیان کی جا سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا .... **فی المساجد ولیس فیھم مومن**؛

(مستدرک علی الصحیحین کتاب الفتن) اور اس حدیث کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں۔ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین'' کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کے معیار کے مطابق صحیح حدیث ہے۔ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ایسا زمانہ آجائے گا کہ جب لوگ مسجدوں میں جمع ہوں گے۔مگر ان میں سے مومن ایک بھی نہیں ہوگا۔پس یہ فتوے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہیں دیا بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے جیسا کہ لیبقیٰ من الاسلام الا اسمہ۔''(مشکوٰۃ کتاب العلم) سے بھی ثابت ہے کہ ان کا نام تو مسلمان ہی ہوگا مگر وہ مسلمان نہیں ہوں گے۔

کان فی الھند نبی

بعض مخالف اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چشمہ معرفت میں کان فی الھند نبی اسود اللون اسمہ کاھنا کو حدیث قرار دیا ہے۔اس کا حوالہ کیا ہے اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حدیث دیلمی کی کتاب تاریخ ہمدان باب الکاف میں ہے۔(الفضل 14 نومبر 1933ء صفحہ 5-6)

احمدیت کے متعلق چند مفید حوالے قسط (2)

خاتم النبیین

ہماری طرف سے اس چیلنج کو شائع ہوئے کئی سال ہو گئے کہ ''خاتم'' بفتحہ تاء جب بھی عربی زبان میں کسی صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی ہمیشہ ''افضل'' کے ہوتے ہیں۔آخری کے نہیں ہوتے۔محاورات عرب، اسلوب عرب اور کلام عرب میں اس کلیہ کے خلاف ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔آج تک ہمارے مخالف علماء باوجود انتہائی تگ ودو

کے ہمارے اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے اور نہ آئندہ انشاءاللہ دے سکیں گے۔ کیونکہ ہمارے پاس بلغاء، شعراء اور فصحاء عرب کے کلام میں سے متعدد امثلہ موجود ہیں۔ جن سے ہمارا یہ دعوی بپایۂ ثبوت پہنچ جاتا ہے۔ کہ ''خاتم'' کے معنی صیغۂ جمع کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں ''افضل'' ہی کے ہوتے ہیں۔

اور سب سے بڑھ کر شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ جنہوں نے خود ارشاد فرمایا ہے انا افصح العرب کہ میں عرب کا فصیح ترین انسان ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اطمئن یا عم فانت خاتم المهاجرين فی الهجرة کما انا خاتم النبیین فی النبوۃ۔ (کنز الاعمال جلد 6 صفحہ 178) اے چچا آپ مطمئن رہیے کیونکہ آپ اسی طرح ہجرت میں خاتم المهاجرين ہیں۔ جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت عباس کے بعد ہجرت بند نہیں ہوئی بلکہ آج تک اس کا دروازہ کھلا ہے۔ خود مولوی صاحبان نے تحریک عدم تعاون کے دوران میں ہجرت کا فتوی دیا تھا۔ پس خاتم المهاجرين کے معنی جب مہاجروں کو ختم کرنے والا نہیں ہو سکتے تو ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی بھی آخری نبی کے نہیں ہیں۔

2۔ ایک دوسری حدیث میں ہے انا خاتم الانبیاء و انت یا علی خاتم الاولیاء۔ (تفسیر صافی صفحہ 111) میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علی! تو خاتم الاولیاء ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ خاتم کے معنی آخری اور ختم کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے معنی افضل کے ہیں۔

3۔ فردوس الاخبار دیلمی میں ایک روایت ہے انا خاتم الانبیاء وانت یا علی خاتم الاوصیاء۔ (دیلمی صفحہ 11 باب الالف راوی ابن عباسؓ) کہ میں خاتم الانبیاء

ہوں اور اے علیؓ! تو خاتم الاوصیاء ہے اب خاتم اوصیاء کے معنے کوئی اہل علم وعقل آخری وصی نہیں کرے گا کیونکہ قریباً ہر صاحب جائیداد آدمی کا ایک وصی ہوتا ہے اور اوصیاء کا سلسلہ ختم نہیں ہوا کیونکہ جو شخص وصیت کرتا ہے اس کا وصی بھی ہوتا ہے یعنی وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی جائے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث میں خاتم اوصیاء الانبیاء کے الفاظ نہیں ہیں کہ جن کا ترجمہ یہ ہو سکے کہ حضرت علی صرف انبیاء کے وصیوں میں سے آخری وصی ہیں اور اگر ہمارے غیر احمدی دوست اوصیاء کے الف لام سے تخصیص کا فائدہ لیتے ہیں۔تو اندریں صورت ہم بھی خاتم الانبیاء کے الف لام کو تخصیصی قرار دے کر کیوں اس سے یہ مراد نہ لیں۔کہ صرف تشریعی نبیوں کا بند کرنا مقصود ہے۔مطلقاً نبوت کی نفی مقصود نہیں۔

4۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر ''اتقان'' کے ٹائٹل پیج پر مصنف کے متعلق خاتم المحققین لکھا ہے۔کیا اس سے مراد تحقیق کا بند کرنے والا ہے یا علامہ جلال الدین سیوطی کی دوسرے محققین پر فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہے؟

خُتم بی النبیون:: ہمارے غیر احمدی دوست انقطاع نبوت کی تائید میں مندرجہ بالا حدیث بھی پیش کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر سب نبی ختم کر دیے گئے۔اس کے جواب میں ہماری طرف سے ایک حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے خُتم بی النبیون کا ترجمہ خدا تعالیٰ سے تفہیم کی بناء پر یہ کیا ہے۔

خُتم بی النبیون ای لا یوجد من یامرہ اللہ بالتشریع علی الناس۔

(تفہیمات الٰہیہ تفہیم نمبر 53) کہ **خُتم بی النبیون** کا یہ مطلب ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہو

سکتا جس کو خدا تعالیٰ شریعت کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجے۔ گویا صرف نبوت تشریعی کا انقطاع مراد ہے۔ غیر تشریعی نبوت کا انقطاع اس میں مذکور نہیں۔

2۔ عربی میں ایک ضرب المثل ہے بدی الشعر بملك و ختم بملك (کتاب الفخری لابن طقطقیٰ باب الدولۃ الامویۃ ذکر شرح کیفیۃ الاستلحاق علی وجہ الاختصار) کہ شعر ایک بادشاہ (امراء القیس) سے شروع ہوا اور ایک بادشاہ (یزید) پر ہی ختم ہوا۔ اب کیا یزید کے بعد کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔

3۔ وفیات الاعیان لابن خلکان جلد 1 میں المبرد الغنوی کے ذکر میں لکھا ہے۔

وکان المبرد المذکور ابو العباس احمد بن یحیٰ المکتب بثعلب صاحب الکتاب النصیح عالمین متعارضین قد ختم بھما تاریخ الادباء۔ کہ مبرد مذکور اور ابوالعباس احمد بن یحیی ملقب بہ ثعلب یہ دونوں مصنف کتاب فصیح تھے۔ دونوں بہت بڑے عالم تھے اور ان پر ادیبوں کی تاریخ ختم ہوگئی۔ اب کیا مبرد اور ثعلب کے بعد کوئی ادیب پیدا نہیں ہوا پس ثابت ہوا کہ اس سے بھی دونوں کی فضیلت ہی کا اظہار مقصود ہے۔

4۔ دیلمی کے باب الیاء میں ایک حدیث ہے جس میں حضرت علیؓ کے متعلق آتا ہے **خُتم بہ الخلافۃ** کہ آپ پر خلافت ختم ہوگئی۔

کیا اس حدیث سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد کوئی خلیفہ نہ ہوگا؟ ہرگز نہیں کیونکہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ثم تکون الخلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن) کہ خلفاء اربعہ کے بعد فیج اعوج کا زمانہ آجائے گا اور لمبے عرصہ تک

رہے گا اس کے بعد خلافت پھر منہاج نبوت پر قائم ہوگی۔اسی طرح احادیث میں امام مہدی کو کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ قرار دیا ہے۔جیسے **ھذا خلیفة اللہ المھدی** وغیرہ جن کے حوالے لکھنے کی ضرورت نہیں۔پس جب **خُتم بی النبوۃ** کے فرمان کے بعد خلیفہ آ سکتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ ختم

ہمارے احمدی دوست قرآن مجید سے آیت **الیوم نختم علیٰ افواھھم** اور **ختم اللہ علیٰ قلوبھم** پیش کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ آیت اوّل الذکر میں خدا نے فرمایا ہے۔قیامت کے دن ہم کافروں کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں باتیں کریں گے پس ثابت ہوا کہ ختم کے معنی بند کرنے کے ہیں۔اسی طرح دوسری آیت میں کفار کے دلوں پر مہریں لگنے کا ذکر ہے۔اس کا بھی مفہوم یہی ہے کہ ان کے دل بند ہو گئے ہیں۔

اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ پہلی آیت میں یہ ذکر ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک عضو انسانی اپنے اپنے گناہ بیان کرے گا۔زبان بوجہ نمائندہ جسم انسان ہونے کے جس طرح تمام دیگر جسمانی اعضاء کے متعلق بیان کر سکتی ہے اسی طرح اپنے خلاف بھی گواہی دے سکتی ہے مگر اس آیت میں خدا تعالیٰ نے بتایا کہ اس دن ہر عضو کے خلاف اس کے اپنے ''کردہ گناہوں'' کی شہادت لی جائے گی۔ ہاتھ اپنے گناہوں کو بیان کریں گے آنکھیں اپنے گناہوں کا ذکر کریں گی۔ پاؤں اپنے گناہوں کے متعلق بیان کریں گے۔اب سوال یہ ہے کہ زبان نے جو گناہ کیے ہوں گے ان کو کون بیان کرے گا؟ ظاہر ہے کہ بدزبانی،غیبت، انبیاء کی تکذیب وغیرہ وہ گناہ ہیں جن کا تعلق صرف زبان سے ہے۔ان کو خود زبان ہی بیان کرے گی۔جس سے ثابت ہوا کہ **نختم علیٰ افواھھم** کا مطلب صرف یہ ہے کہ زبان کو

اپنے غیروں کے متعلق کلام کرنے سے روکا جائے گا۔ اپنے متعلق نہیں۔ پس لفظ ختم میں ایک پہلو انقطاع کا اور دوسرا پہلو امکان کا ہوتا ہے۔

ختم بی النبیون میں بھی ان انبیاء کی آمد کو محال قرار دیا گیا ہے جو آنحضرت ﷺ کے غیر ہوں۔ اور جو آپ کے فیض اور واسطہ کے بغیر نبوت پانے کے مدعی ہوں۔ آپ کے اپنے متبعین کے لیے دروازہ بند نہیں ہے۔ ورنہ اگر **نختم علیٰ افواھھم** کا یہ ترجمہ کیا جائے کہ اس دن منہ سے کلام نہیں ہوگا۔ تو یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ **قالوا لم شھدتم علینا** وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کو کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔ پس ثابت ہوا کہ **ختم علی افواھھم** کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اس دن منہ بند کر دیے جائیں گے کیونکہ اسی دن ان کا کلام کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

ختم اللہ علیٰ قلوبھم والی ایت میں یہ مذکور ہے کہ کافروں کے دلوں پر مہریں لگا دی گئیں۔ اب ان میں ایمان کی کوئی بات داخل نہیں ہوسکتی مگر ظاہر ہے کہ کافر کے دل میں کفر کے لیے ہر وقت دروازہ کھلا ہوتا ہے اور کفر کی بات اس میں داخل ہوسکتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ختم کے معنی یہ ہیں کہ جس دل پر مہر لگ جائے جو کچھ اس کے اندر موجود ہے وہ اس کے مطابق اشیاء کے لیے دخول کا امکان اور اس کے خلاف اشیاء کے لیے امتناع ہوتا ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے **ختم بی النبیون** کا وہی ترجمہ درست ہوگا جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کیا کہ ایسی نبوت کا دروازہ ہرگز بند نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کے مطابق اور آپ کی اتباع اور پیروی سے حاصل ہو۔ ہاں ایسی نبوت کا دروازہ بند ہے جو آپ کی نبوت سے الگ ہو کر حاصل ہو یا تشریعی نبوت کا دعوی ہو۔ مگر حضرت مرزا صاحب اور

جماعت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کا تو یہی مذہب ہے کہ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔'' (تجلیات الہیہ صفحہ 25)

ایک ضروری امر

یادرکھنا چاہیے کہ خاتم النبیین میں خاتم اسم فاعل نہیں بلکہ اسم آلہ ہے۔ نیز صیغہ جمع کی طرف مضاف ہوا ہے۔مگر الیوم نختم علیٰ افواھھم اور ختم اللہ علیٰ قلوبھم والی آیت میں ختم فعل اوراس کا صلہ علیٰ آیا ہے اور ظاہر ہے کہ صلہ کے ساتھ فعل کے معنی میں بھی بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔جیسا کہ خَرَجَ کے معنی ہیں وہ باہر نکلا اور خَرَجَ علیٰ کے معنی ہیں وہ اس سے لڑنے کے لیے گیا۔صرف علیٰ صلہ آ جانے سے مفہوم میں تغیر واقعہ ہو گیا۔ ہمارا چیلنج تو خاتم بفتحہ تاء کے صیغۂ جمع کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں آخری معنی دکھانے کا ہے۔جیسا کہ خاتم النبیین کے متعلق ہمارے غیراحمدی درست خیال کرتے ہیں۔

2۔ دیلمی کی ایک حدیث ہے۔آمین خاتم رب العالمین علیٰ لسان عبادہ المومنین ...... معناہ انہ طابع اللہ علیٰ عبادہ لانہ یدفع بہ الافات والبلایاء۔(دیلمی صفحہ 54،55) حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آمین خدا تعالیٰ کی مہر ہے اس کے مومن بندوں کی زبان پر۔اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ خدا کی مہر ہے اپنے بندوں پر کیونکہ وہ ان سے آفات اور بلاؤں کو دور کرتی ہے۔

اب اگر ختم اللہ علی قلوبھم کا ترجمہ یہ ہے کہ ان کے دل بند ہو گئے ہیں۔تو مندرجہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مومنوں کے منہ بھی بند ہو گئے ہیں۔ کیونکہ خدا نے ان کی زبان پر بھی مہر لگادی۔

3۔معناہ انہ طابع اللہ علیٰ عبادہ و قیل انہ کلمۃ یکتسب بھا قابلھا

درجة فی الجنة۔(دیلمی صفحہ 55 سطر 4) کہ اس کا مطلب یہ ہے۔کہ آمین خدا کے بندوں پر اس کی مہر ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ ایسا کلمہ ہے جس کا کہنے والا اس کی بدولت جنت میں درجہ حاصل کرتا ہے گویا خاتم کے معنی تصدیق کے ہیں۔جس کے پاس آمین کی خاتم (مہر) ہوگی۔ وہ اس کو دکھا کر جنت میں داخل ہو جائے گا بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی نبیوں کے لیے بطور خاتم ہیں۔اب نبی وہی بن سکتا ہے جس کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق کی مہر ہوگی۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آئے گا اور یہ کہ کوئی ایسا نبی آپ کے بعد نہیں آ سکتا جو آنحضرت کی تصدیق کی مہر اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔حضرت محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ نبوت کا بند ہو جانا اور اسلام کا مر جانا ایک ہی بات ہے۔‘‘ (الحکم 10 مئی 1908 صفحہ 2)

4۔الدنانیر والدراھم خواتیم اللہ فی ارضہ فمن جاء بخاتم مولاہ قضیت حاجتہ۔(دیلمی صفحہ 108 راوی حضرت ابو ہریرہؓ) کے دینار اور دراہم خدا کی مہریں ہیں زمین پر پس جو شخص اپنے آقا کی خاتم (مہر) لے کر آتا ہے اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔غرضیکہ خاتم بمعنی تصدیق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔

حدیث لو عاش ابراھیم

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ نے فرمایا لو عاش ابراھیم صدیقا نبیا۔(ابن ماجہ جلد 2 کتاب الجنائز) کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔خاتم النبیین کی آیت اس سے کئی سال قبل نازل ہو چکی تھی اگر آنحضرت کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہوتا۔تو آپ کو یوں فرمانا چاہیے تھا کہ لو عاش لما

کان نبیا لانی خاتم النبیین کہ خواہ ابراہیم زندہ رہتا تب بھی نبی نہ ہوتا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں مگر حضور ایسا نہیں فرماتے اور انقطاع نبوت کو ابراہیم کے نبی ہونے سے روکنے والا قرار نہیں دیتے۔ بلکہ اس کی وفات کو اس کی نبوت میں مانع قرار دیتے ہیں۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں (جو صحاح ستہ میں سے ہے) درج ہے اور اسی طرح بیہقی، ابونعیم اور دیگر کتابوں میں موجود ہے اور ابن عساکر میں اس کے متعلق لکھا ہے ان جابر بن عبد اللہ مرفوعا لو عاش ابراھیم لکان نبیا۔ (ابن عساکر جلد 1 صفحہ 294)

حدیث میں امکان نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو بکر افضل ھذا الامۃ الا ان یکون نبی (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صفحہ 4 برحاشیہ جامع الصغیر للسیوطی صفحہ 6) کہ ابوبکر میری امت میں سے سب سے افضل ہے بجز اس کے کہ کوئی نبی ہو یعنی اگر میری امت میں سے کوئی نبی ہوا تو حضرت ابوبکر اس سے افضل نہیں اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں نبوت کا امکان ہے۔ اگر سلسلہ نبوت منقطع اور باب رسالت مسدود ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی استثناء نہ فرماتے۔

2۔ حضرت امام سیوطی کی کتاب جامع الصغیر میں جو احادیث کی کتاب ہے ایک اور حدیث درج ہے ابو بکر خیر الناس الا ان یکون نبی۔ (جامع الصغیر صفحہ 5) کہ ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے روایت درج کی ہے کہ حضرت ابوبکر تمام انسانوں میں سے بہتر ہیں بجز اس کے کہ کوئی نبی ہو اس حدیث سے بھی پہلی حدیث کی طرح امکان نبوت ثابت ہے۔

ان دونوں حدیثوں کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ ان میں الا ان یکون نبی کے الفاظ ہیں لفظ نبیاً نہیں ہے کہ اس کو کان (یکون) کی خبر قرار دیا جاسکے۔ کیونکہ بعض غیر احمدی مولوی

اس حدیث کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ''ابوبکر اس امت میں سب سے افضل ہے مگر یہ کہ آپ نبی نہیں ہیں۔'' حالانکہ یہ ترجمہ قواعد عربی کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ اگر اس مفہوم کو مدنظر رکھا جائے تو عربی الفاظ یہ ہونے چاہیے **ابوبکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبیا**۔ اندریں صورت ''نبیا''۔ ''کان'' کی خبر ہوتا۔ مگر اصل حدیث کے الفاظ میں ''نبیًا'' نہیں بلکہ ''نبی'' ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بجز اس کے کہ کوئی شخص نبی بن جائے۔ پس حضرت ابوبکر کی فضیلت صرف امت کے غیر انبیاء پر ہے۔ امت میں سے ہونے والے انبیاء اسے مستثنیٰ ہیں۔

اگر مندرجہ بالا احادیث کو امام محمد ابن سیرین کے مندرجہ ذیل قول کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو مطلب نہایت واضح ہو جاتا ہے **یکون فی ھذہ الامۃ خلیفۃ خیر من ابی بکر و عمر**۔ (حجج الکرامہ صفحہ 386) کہ اس امت میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو ابوبکر اور عمر سے بھی بڑا ہوگا۔ حدیث میں بتایا کہ ابوبکر سے فقط وہی افضل ہو سکتا ہے جو اس امت میں سے نبی ہو اور مندرجہ بالا حوالہ سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں ایک خلیفہ ایسا بھی ہوگا جو حضرت ابوبکر سے بڑا ہوگا تو صاف نتیجہ نکلا کہ اس امت میں سے نبی ہوگا۔ **وھذا ھو المراد**

من یطع اللہ کا ''من''

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید سے میں پہلے انبیاء کی پیروی کے نتیجہ میں صدیقیت اور شہادت کے مقامات کا ممکن الحصول ہونا بیان فرمایا ہے جیسا کہ آتا ہے **والذین اٰمنوا باللہ و رسلہ فأولئك ھم الصدیقون والشھداء** (پارہ 27 رکوع 18 وسورۃ الحدید ع 2) کہ وہ لوگ جو زمانۂ ماضی میں خدا اور تمام رسولوں پر ایمان لائے وہ صدیق اور شہید ہوئے گویا پہلے انبیاء کی پیروی ایک انسان کو زیادہ سے زیادہ مقام صدیقیت دلا سکتی تھی اب سوال

یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور اتباع کے نتیجہ میں ہم کو کیا ملے گا کیا وہی کچھ جو پہلے انبیاء کی پیروی کرنے والوں کو ملا یا اس سے کچھ زیادہ؟ اس سوال کا جواب خدا تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے **ومن یطع اللہ والرسول فاؤلئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین** (نساء ع9) کہ اب جو اطاعت کریں گے اللہ کی اور اس رسول محمد عربی ﷺ کی تو وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن پر خدا نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح گویا آنحضرت ﷺ کی اتباع کرنے والوں کو صدیقیت اور شہادت بھی ملے گی اور اس سے بڑھ کر مقام نبوت بھی پہلی آیت میں امنوا ماضی کا صیغہ اور رسلہٖ جمع رکھا تھا۔ جس سے گزشتہ انبیاء کی پیروی کے نتائج کا بیان مقصود تھا مگر دوسری آیت میں صیغہ ماضی کی بجائے یطع مضارع اور رسل جمع کی بجائے **الرسول واحد مع الف لام** تخصیص کے بیان کیا ہے۔ جس سے زمانہ حال و مستقبل میں رسول واحد یعنی آنحضرت ﷺ کی پیروی اور اتباع کے اثمار کا ذکر مقصود ہے و الفرق بین دوسری ایت میں جو لفظ مع آیا ہے اس کے متعلق غیر احمدی دوست کہا کرتے ہیں کہ اس جگہ صرف انبیاء کے ساتھ رہنا مراد ہے ان میں شامل ہونا مراد نہیں۔ گو اس کے جواب میں ہماری طرف سے علاوہ عقلی دلائل کے نقلاً **توفنا مع الابرار**۔ (آل عمران ع20) اور **فاؤلئك مع المومنین** (نساء ع 21) وغیرہ آیات پیش کی جاتی ہیں تاہم اس موقعہ پر ایک حوالہ اور نقل کرتا ہوں۔

تفسیر بحر المحیط مصنفہ علامہ اندلسی مطبوعہ مصر جلد 3 صفحہ 287 پر **ومن یطع اللہ والرسول** والی آیت کی مندرجہ ذیل تفسیر لکھی ہے **وقولہ مع الذین انعم اللہ علیھم تفسیر لقولہ صراط الذین انعمت علیھم ... والظاھر ان قولہ**

من النبيين تفسير للذين ... انعم الله عليهم فكانه قيل من يطع الله والرسول منكم الحقه الله بالذين تقدمهم ممن انعم عليهم۔ قال الراغب ممن انعم عليهم من الفرق الاربع فی المنزلة والثواب النبی بالنبی والصدیق بالصدیق والشھید بالشھید والصالح بالصالح و اجاز الراغب ان یتعلق من النبیین بقولہ و من یطع الله والرسول ای من النبیین۔'' یعنی خدا کا فرمانا کہ مع الذین انعم الله علیھم یہ صراط الذین انعمت علیھم کی تفسیر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کا قول من النبیین تفسیر ہے انعم الله علیھم کی گویا یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ خدا اس کو ان میں شامل کر دے گا جن پر پہلے انعامات نازل ہو چکے ہیں اور امام راغب نے کہا ہے کہ ان چار گروہوں میں شامل کرے گا۔ مقام اور نیکی کے لحاظ سے نبی کو نبی کے ساتھ صدیق صدیق کے ساتھ شہید شہید کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ اور راغب نے اس امر کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ اس امت کے بھی نبی نبیوں میں شامل ہوں جیسا کہ خدا نے فرمایا ومن یطع الله والرسول الخ یعنی من النبیین (نبیوں میں سے)

اس حوالہ سے صاف طور پر حضرت امام راغب کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس امت میں بھی انبیاء کے وجود کے قائل تھے چنانچہ اس عبارت کے آگے مؤلف بحر المحیط نے حضرت امام راغب کے مندرجہ بالا قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ راغب کے اس قول سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی آپ کی امت میں سے بعض غیر تشریعی نبی پیدا ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔ اس کے بعد مصنف اپنا مذہب لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ درست نہیں کیونکہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اس

حوالہ سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ آیت ومن یطع اللہ والرسول کا جومفہوم آج جماعت احمدیہ لیتی ہے۔آج سے سینکڑوں سال قبل امام راغب اس کا اظہار کر چکے ہیں اور اپنے عقیدہ سے اس پر صاد کر چکے ہیں۔اور پھر مصنف بحرالمحیط (علامہ اندلسی) کی تردید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح قرآن مجید کی آیات ان لوگوں کو کھینچ کھینچ کر اس طرف لاتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔مگر ان لوگوں کا اپنا عقیدہ اس صداقت اور حقیقت کے قبول کرنے میں مانع ہوتا رہا۔(الفضل 12 دسمبر 1935ء صفحہ 5-6)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی اور جماعت احمدیہ

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے ایک مضمون کا جواب

دومضامین کا خلاصہ

خاکسار نے 1935ء میں اخبار احسان لاہور کے 25 لغایت 28 جنوری 1935ء کے پرچوں میں شائع شدہ اعتراضات دربارہ مسئلہ ختم نبوت کے جواب میں دو ٹریکٹ بعنوان ''خاتم النبیین کا صحیح مفہوم'' نیز قرآن مجید کی رو سے سلسلہ نبوت جاری ہے'' شائع کئے تھے۔ جن میں لفظ ''خاتم'' کے معنی پر مبسوط بحث کرنے کے بعد خاکسار نے قرآن مجید، احادیث اور اقوال ائمہ سلف سے یہ ثابت کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایسی غیر تشریعی نبوت کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور متابعت سے حاصل ہو۔ٹریکٹ نمبر 2 کے پہلے تین صفحات میں یہ بحث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود فرمودہ پیشگوئیوں کے بمطابق اُمت محمدیہ کی اکثریت نے چونکہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پر عمل چھوڑ دیا ہے۔اس لئے حضور ہی کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک فارسی الاصل موعود نبی کا آنا ضروری

ہے۔جو واٰخرین منھم کی پیشگوئی کا مصداق ہو۔پھر قرآن مجید کی چار آیات سے سلسلہ نبوت کا امکان ثبوت کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں آئندہ ایسا غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے۔جو حضور کے فیضان سے فیض یافتہ ہو۔آخری سطور میں نامہ نگار ''احسان'' کا ایک ضمنی اعتراض اوراس کا جواب دیں الفاظ درج ہے۔

''نامہ نگار احسان نے 26 جنوری کے پرچہ میں ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو برس میں کوئی نبی نہیں ہوا۔سو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ (1) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ کب؟ کہاں؟ کسے؟ نبی بنائے۔(2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں لیس بینی و بینہ نبی (ابوداؤد جلد 2 صفحہ 238، بخاری جلد 2 صفحہ 158) کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔پس اگر گزشتہ 1300 برس میں کوئی نبی ہوتا۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس پیشگوئی میں رخنہ پڑ جاتا (3) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد 1300 برس تک کوئی نبی نہیں آیا۔تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سلسلۂ نبوت بند ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی 600 سال تک کوئی نبی نہیں آیا تھا۔کیا اس وقت نبوت بند تھی۔پس ہمارے نزدیک حضرت عیسیٰ کی قوت قدسی اتنی تھی کہ ان کی وفات کے بعد 200 برس تک اللہ تعالیٰ کو کسی نبی کے مبعوث کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوت قدسی حضرت عیسیٰ کی قوتِ قدسی سے دوگنی تھی۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد 1300 برس تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوا۔''

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا مضمون::: ان ہر دو ٹریکٹوں میں جس قدر دلائل لفظ ''خاتم'' کے صحیح مفہوم کے بیان کرنے کے لئے یا امکانِ نبوت کی تائید میں دیئے گئے ہیں۔

ان کا جواب دینے کی نہ تو اخبار احسان کو اور نہ اہل پیغام کو جرات ہوئی۔ ہاں اب ½ 5 سال کے بعد جناب بشارت احمد صاحب کو جوش آیا ہے اور انہوں نے اخبار پیغام صلح 12 جون 1940ء میں ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ ''آنحضرت ﷺ کے فیضان روحانیت کی نسبت قادیانیوں کا غلط عقیدہ'' اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے لفظ خاتم کے معانی پر بحث نہیں کی۔ نہ ان دلائل کی طرف التفات کیا ہے۔ جو امکانِ نبوت کی تائید میں قرآن و حدیث سے پیش کئے گئے۔ بلکہ اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے ٹریکٹ نمبر 2 کے آخری صفحہ کو آخری سطور کا (جن میں 1300 برس میں نبی نہ آنے والے ضمنی اعتراض کا جواب تھا) صرف آخری حصہ نقل کر کے خاکسار پر آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کو منقطع قرار دینے کا الزام لگایا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب بی اے کے ایک ٹریکٹ کا ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔ ان خادم صاحب پر محمودی اخباروں اور ٹریکٹوں میں ہر جگہ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ انہوں نے 22 فروری 1935ء کو ایک ٹریکٹ شائع فرمایا تھا۔ جس کا عنوان تھا۔'' قرآن مجید کے رو سے سلسلہ نبوت جاری ہے'' کس قسم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کی کیفیت مندرجہ ذیل حوالہ سے معلوم کرلیں۔ فرماتے ہیں۔ ''پس ہمارے نزدیک حضرت عیسیٰ کی قوت قدسی اتنی تھی کہ ان کی وفات کے بعد 200 برس تک اللہ تعالیٰ کو کسی نبی کے مبعوث کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اور ہمارے نبی ﷺ کی قوت قدسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوت قدسی سے دوگنی تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے بعد 1300 برس تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوا۔''

نامکمل اقتباس: ڈاکٹر صاحب نے خاکسار کے ٹریکٹ کی متعلقہ عبارت کا پہلا حصہ حسب ضرورت حذف کر کے اس کا صرف آخری حصہ نقل کیا ہے۔ تا یہ ثابت ہو کہ ان کی نقل

کردہ عبارت خاکسار کے سارے مضمون کا خلاصہ ہے نیز یہ کہ وہ اس سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کس قسم کی نبوت جاری ہے؟ حالانکہ جیسا کہ قارئین کرام پر اوپر درج شدہ مکمل اقتباس کے پڑھنے سے ظاہر ہوگا کہ 1300 برس والی بحث خاکسار نے محض اس ضمنی اعتراض کے جواب میں درج کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد 1300 برس تک کیوں کوئی نبی نہیں آیا؟ مگر ڈاکٹر صاحب نے اس کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا ہے کہ گویا میرے سارے ٹریکٹ کا خلاصہ یہی عبارت ہے۔ اصل حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے میں نے مکمل عبارت ہو۔ اس حصہ کے جس کو ڈاکٹر صاحب نے حذف کرایا اوپر نقل کردی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا بیان کردہ مفہوم:: ڈاکٹر صاحب نے میری عبارت کا ادھورا اقتباس نقل کر کے اس کا مندرجہ ذیل مفہوم میری طرف منسوب کیا ہے۔

''خادم صاحب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ قدسی کو ختم کر کے نئی نبوت کی ضرورت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔'' یعنی اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ان (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بھی قوت قدسی ختم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کو پھر ضرورت محسوس ہوئی کہ دوسرا چراغ جلائے۔ تو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مبعوث کر دیا۔ اب اس کے بعد نئے نبی یعنی حضرت مسیح موعود کی قوت قدسی چلے گی۔'' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی ختم ہوگئی۔ ان کی نبوت مردہ ہوگئی۔ اس سے اب نئے نبی کی ضرورت ہے۔''

ڈاکٹر صاحب کے اس مضمون کو پڑھ کر جس قدر افسوس اور قلق مجھے ہوا۔ اس کا اظہار الفاظ میں نہیں ہوسکتا۔ گو اس کا اجمالی جواب مکرم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری نے الفضل 22 جون 1940ء میں دے دیا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ تفسیر **القول بما لا**

یر ضیٰ بہ قائل کا ثبوت پیش کروں۔

قوت قدسیہ کا غلط مفہوم:: معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو ''قوتِ قدسی'' کے لفظ کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔انہوں نے شاید یہ سمجھ لیا ہے کہ کسی نبی کی ''قوتِ قدسی'' اسی وقت تک قائم رہتی ہے۔ جب تک کہ کوئی دوسرا نبی مبعوث نہ ہو۔اور جب کوئی دوسرا نبی مبعوث ہو جائے تو پہلے نبی کی ''قوتِ قدسی'' یکدم ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میری مندرجہ بالا سطور سے یہ نتیجہ نکال کر اس کو میری طرف منسوب کیا ہے۔لیکن کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں حضرت ہارون علیہ السلام کے نبی ہو کر مبعوث ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوتِ قدسی اس وقت ختم ہو چکی تھی یا کیا حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بعد حضرت داؤد، سلیمان، یحیٰ، زکریا اور دیگر سینکڑوں انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہونا حضرت موسیٰ یا دوسرے انبیاء کی قوتِ قدسی کے منقطع ہونے کی دلیل تھا؟ کیا حضرت ابراہیمؑ کے دونوں بیٹوں حضرت اسماعیلؑ و حضرت اسحاقؑ کے نبی ہونے کا مطلب یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوتِ قدسی کو ان کے دونوں بیٹے ختم کرنے والے تھے؟ اور کیا حضرت اسماعیل کے بعد حضرت اسحاق کے نبی بننے کا یہ مطلب تھا۔کہ حضرت اسماعیلؑ کی نبوت کا ''چراغ'' اور اس کا تیل ختم ہو چکا تھا۔ تب ہی حضرت اسحاق کو نبی بنایا گیا؟ کیا ڈاکٹر صاحب اور دیگر اہل پیغام کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت یعقوب کے نبی بن چکنے کے بعد جوان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو خلعت نبوت عطا ہوا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت یعقوب کی قوتِ قدسی کا ''چراغ'' اپنے ''تیل'' کو ختم کر کے بجھ چکا تھا؟ اگر نہیں تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے اعتراض کی بنیاد جس کلیہ پر رکھی ہے وہ خود باطل اور بے بنیاد ہے۔اور ڈاکٹر صاحب کی وہ تمام

''علمی موشگافیاں''جن کا اظہار انہوں نے''چراغ''اور''تیل'' کی مثال دے کر کیا ہے۔ کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔

مشبہ اور مشبہ بہ:: ظاہر ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے بعد 1300 برس تک کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد 600 برس تک کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے سے دی ہے۔ اور اس سے یہ لازمی نتیجہ نکالا ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک کسی نبی کا مبعوث نہ ہونا انقطاع نبوت کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ اب اس تشبیہ کو ہر رنگ اور ہر پہلو میں پھیلا کر اس سے غلط نتائج نکالنا حق پسندی نہیں۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں من کل الوجوہ مشابہت کا ہونا ضروری نہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ جیسے اگر کوئی شخص زید کو شیر سے مشابہت دے تو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اس پر جھٹ ایک مقالہ لکھ ماریں کہ دیکھو اس شخص نے کتنا ظلم کیا ہے کہ ایک انسان کو چار پایہ بنا دیا ہے۔ اس کے دم بھی لگا دی ہے اور اسے درندہ اور خونخوار جنگلی اور وحشی وغیرہ قرار دے دیا ہے۔

قوت قدسی کا صحیح مفہوم:: ڈاکٹر صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء کی''قوتِ قدسی'' کا صرف ایک ہی پہلو نہیں ہوتا بلکہ وہ مختلف دوائر پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے لیکن جو قوتِ قدسی کی شان اس نبی کے اپنے بلند اور رفیع مقام کی صورت میں جو اس کی ذاتی پاکیزگی کی بناء پر اسے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں حق ہوتا ہے نظر آتی ہے اور کہیں اس کے متبعین کے تزکیہ کی صورت ظاہر ہوتی ہے۔ کہیں براہ راست افاضہ کی صورت میں اور کبھی اس کا ظہور بالواسطہ افاضہ کے رنگ میں بھی ہوتا ہے۔

پس میرے مضمون کے اس حصہ میں (جس کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے دیا ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی قوتِ قدسی کا موازنہ صرف براہِ راست افاضہ کے

پہلو سے کیا گیا ہے جیسا کہ میرے مضمون کے مذکورہ بالا مکمل اقتباس سے عیاں ہے۔ وہاں سوال یہ نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کس قسم کی نبوت جاری ہے؟ بلکہ سوال صرف اس قدر تھا۔ کہ آنحضرت ﷺ اور مسیح موعود کے درمیان 1300 سال کا لمبا زمانہ بلا فصل کیوں رہا؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ سے آنحضرت ﷺ کی قوتِ قدسیہ کو دوگنا جو میں نے کہا تو وہ ''براہِ راست'' افاضہ کے لحاظ سے تھا نہ کہ بالواسطہ فیضان کے لحاظ سے۔(الفضل 4 اگست 1940ء صفحہ 5-6)

یہ سوال کہ میرے نزدیک آنحضرت ﷺ کی ''قوت قدسی'' کا بالواسطہ فیضان قیامت تک جاری ہے یا نہیں اور کیا حضور کی ''قوت قدسی'' ختم ہو چکی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اسی ٹریکٹ کے اسی صفحہ پر (جس کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے دیا ہے) یہ موجود ہے۔

''گویا آنحضرت ﷺ سے قبل کے انبیاء کی پیروی سے انسان کو مقام صدیقیت سے بڑھ کر اور کچھ نہ مل سکتا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کے متعلق فرمایا کہ آپ کی پیروی کرنے والوں کو نبوت بھی مل سکتی ہے گویا آنحضرت ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ کسی اور نبی کی پیروی انسان کو نبی نہیں بنا سکتی۔ مگر آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کا اس قدر عظیم الشان فیضان ہے کہ آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔''

یہ عبارت اس 1300 برس کے زمانہ میں نبی نہ آنے والے سوال اور اس کے جواب سے صرف آٹھ سطور اوپر اسی ٹریکٹ کے اسی صفحہ پر موجود ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کا عظیم الشان فیضان اب بھی جاری ہے اور وہ اسی رنگ میں جاری ہے کہ آپ کی قوت قدسی سے نبوت مل سکتی ہے اور قوت قدسی کی یہ شان کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ مگر باوجود اس کے ڈاکٹر صاحب کو یہاں تک لکھنے کی جرات ہو گئی۔ ''یہ قادیانی سپوت

(یعنی خاکسار خادم) فیضانِ محمودیہ کے زندہ نمونے محمد رسول اللہ ﷺ کی قوت قدسی اور فیضان روحانیت کو ختم کر کے ایک نئے نبی کی ضرورت کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ جیسے زندہ نبی کو نعوذ باللہ مردہ بنانے والے حضرت مسیح موعود کے مطابق نہیں۔ بلکہ مخالف اور دشمن ہیں۔'' پھر خادم صاحب ایک وکیل کی حیثیت سے جماعت کا نمائندہ بن کر دنیا کے سامنے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی قوت قدسی ختم ہوگئی۔ ان کی نبوت مردہ ہو چکی۔ اس لیے اب نئے نبی کی ضرورت ہے۔''

ڈاکٹر صاحب کی جرات بے جا:: مجھے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی اس جرات پر رہ کر حیرت ہوتی ہے کہ جب اسی ٹریک میں میں نے آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کے اس پہلو کو کہ آپ کے بعد کس قسم کی نبوت جاری ہے؟ صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ حضور کے بعد نبوت محض حضور کی پیروی اور فرمانبرداری ہی سے مل سکتی ہے تو پھر کیوں انہوں نے اگلی سطور سے وہ بے حقیقت نتیجہ جو میرے سارے مضمون کے منشاء اور مفاد کے خلاف تھا نکال کر اسے شائع کر دیا۔

ایک اور ثبوت:: میں نے اپنے زیر بحث ٹریکٹ کے صفحہ چار کی (جس کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے دیا تھا) ایک عبارت اوپر نقل کی ہے۔ جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کے فیضان کو جاری مانتا ہوں اور آئندہ کے لیے نبوت کو حضور کی پیروی پر منحصر یقین دیتا ہوں مگر مزید وضاحت کے لیے اس ٹریکٹ کے پہلے نمبر کی بھی ایک عبارت نقل کر دیتا ہوں۔ جو یہ ہے۔

''ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید آخری شریعت ہے۔ اس کے بعد قیامت تک ﷺ شریعت منسوخ نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی ایسا نبی آ سکتا ہے جو نئی شریعت لائے یا قرآن مجید کے

کسی حکم کومنسوخ کرے ہاں ایسا نبی جو قرآن مجید پر عمل اور آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اور آنحضرت ﷺ کی شاگردی میں ہوکر آپ کے فیضان عظیم الشان سے مستفید ہوکر مقام نبوت پر فائز ہونے والا ہو وہ آج بھی آسکتا ہے اور ایسی غیر تشریعی نبوت کا سلسلہ جو آنحضرت ﷺ کے فیض سے حاصل ہو قیامت تک جاری ہے۔'' یہ ہیں آخری سطور ٹریکٹ نمبر 1 کی جس کے چند دن بعد دوسرا ٹریکٹ 22 فروری 1935ء کو شائع ہوتا ہے۔ جس کے صفحہ چار کی تیسری سطر میں درج ہے۔

'' آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کا اس قدر عظیم الشان فیضان ہے کہ آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اب ان ہر دو عبارات کو پڑھنے کے بعد کیا کوئی انصاف پسند انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ گویا خاکسار آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کو ختم مانتا اور آنحضرت ﷺ کو مردہ نبی (نعوذ باللہ) قرار دیتا اور حضرت مسیح موعود کو ''نیا نبی'' سمجھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اب اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی چلے گی۔

ڈاکٹر صاحب کا قیاس مع الفارق:: زیر بحث عبارت میں (جس کو اس کے سیاق سے کاٹ کر ڈاکٹر صاحب نے پیش کیا ہے) میں نے نہ تو آنحضرت ﷺ کے ظہور کے باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''قوت قدسی'' کو بند قرار دیا ہے (اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو کجا کسی بھی نبی کی قوت قدسی کو ہر پہلو اور ہر لحاظ سے منقطع اور مسدود قرار دینا اصول اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ ہم نعوذ باللہ انبیاء کی پاکیزگی کے ہی منکر ہو گئے) اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کا انقطاع اشارۃً یا کنایۃً تحریر کیا ہے بلکہ اس جگہ اس قسم کی بحث ہی

نہیں۔ وہاں تو محض 1300 برس میں نبی نہ آنے سے ہمیشہ کے لیے انقطاع نبوت کے غلط استدلال کی تردید مقصود ہے۔ اس عبارت میں ''وجہ............'' ایک لمبے زمانہ تک نبی نہ آنے کو بیان کیا گیا ہے۔ باقی رہا ''قوت قدسی'' کا براہ راست یا بالواسطہ فیضان کے رنگ میں بند یا جاری ہونا۔ سو وہ اس تشبیہ سے مستنبط ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریعی نبی ہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام غیر تشریعی نبی۔ ظاہر ہے کہ تشریعی نبی کی بعثت اپنے سے پہلے نبی کی قوت قدسی کے براہ راست اور بالواسطہ ہر دو قسم کے فیضان کو کلی یا جزوی طور پر بند کرنے کے مترادف ہوتی ہے۔ مگر تشریعی نبی کی بعثت کسی رنگ میں بھی اپنے سے پہلے صاحب شریعت نبی کی قوت قدسی کے انقطاع کا موجب نہیں ہوسکتی۔ چہ جائے کہ ایسا گمان اس غیر تشریعی نبی کے متعلق کیا جائے جو اپنے سے پہلے تشریعی نبی کی اتباع اور پیروی سے مقام نبوت پر کھڑا ہوا ہو۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

پس ڈاکٹر صاحب کا ''چراغ'' اور ''تیل'' کی مثال دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے باعث آنحضرت ﷺ کی ''قوت قدسیہ'' کا انقطاع ثابت کرنے کی کوشش کرنا قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

امتی نبی کی بعثت رسول کریم کی توہین نہیں:: زیر بحث ٹریک میں خاکسار نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں اور قرآن مجید کی آیات سے یہ ثابت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایک زمانہ امت محمدیہ پر ایسا آنے والا ہے۔ جس میں امت محمدیہ کی اکثریت آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور قرآن مجید کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسلام سے عملاً کنارہ کش ہو جائے گی اور ایسی انتہائی بدعملی اور بے دینی کے دور میں اللہ تعالیٰ ایک فارسی الاصل نبی کو مبعوث فرمائے گا۔

پس میں نے جس قسم کی نبوت کا اثبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں کیا ہے اس کا ثبوت بھی آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے حوالہ سے اسی ٹریکٹ میں دیا ہے۔ پس جس صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی پیشگوئیوں کے مطابق ہے تو پھر اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور حضور کی قوت قدسی کے انقطاع اور ''تیل'' کے ختم ہوجانے کے مترادف کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سابقہ انبیاء سے تشبیہ

ڈاکٹر صاحب کو خاکسار پر ایک یہ غصہ بھی ہے۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں دی۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

''یہ دیکھ لیجئے! کہ کس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پرانے نبیوں کی فہرست میں چڑھا دیا۔ جن کی قوت قدسی ختم ہوچکی اور جنہیں اس وجہ سے اب زندہ نبی نہیں کہا جاسکتا کہ ان کا فیض روحانیت ختم ہے۔''

گو ڈاکٹر صاحب کی اس ''علمی موشگافی'' کے جواب میں قرآن مجید کی آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ نیز درود شریف کے الفاظ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم۔ پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت یوسف وغیرہ انبیاء علیھم السلام سے دی گئی ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب سے بجا طور پر پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا آپ بھی اپنے اس اعتراض کو دہراتے ہوئے ان آیات اور درود شریف وغیرہ کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی کو بند مانتے ہیں۔ کیونکہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ان انبیاء سے دی گئی ہے جن کی قوتِ قدسی

بقول ڈاکٹر صاحب ختم ہو چکی اور جن میں اس وجہ سے اب زندہ نبی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان کا فیض روحانیت ختم ہے۔ مگر ممکن ہے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پر قرآن مجید کی آیات اور احادیث وتحریرات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتنا اثر نہ ہو جتنا ان کے اپنے ''حضرت امیر'' مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کا اثر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں اپنی صفائی میں مولوی محمد علی صاحب کو پیش کرتے ہوئے ان کی ایک تحریر پیش کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ کا قانون مستمرہ اور سنت جاریہ جو صحیح مذہبی تاریخ سے ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح پر واقعہ ہوئے ہیں کہ جب کبھی دنیا میں سخت ایمانی ضعف چھا جاتا ہے۔ اور دنیا کے مذہبوں میں ایسی طاقت اور تاثیر اور قوت جذب اور اعجاز و معجز نمائی اور زور دار براہین نہیں رہتیں۔ تو اس وقت خدا تعالیٰ کے کمال فضل اور رحم سے کسی نبی کو مبعوث فرماتا ہے۔ کہ جس کے مقدم خیر سے مذہب حقہ میں نئی زندگی کی روح نفوذ پاتی ہے۔ اور مرجھائے ہوئے نخل ایمان پھر تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ اسی قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ مختلف ممالک میں انبیاء نازل فرماتا رہا ہے۔ پھر جب مسیح سے 600 برس بعد عیسائی دین پر اسی قسم کی موت وارد ہوئی جس کو 1300 برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔ تو اس وقت خدا تعالیٰ نے حضرت سرور کائنات خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ پھر اسی قانون اور ان تمام پیشگوئیوں کے مطابق جو قریباً ہر مذہب میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے موعود مسیح کو قادیان میں نازل فرمایا۔ جن کا نام نامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہے۔''

(ریویو اردو جلد 6 نمبر 5 صفحہ 191)

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی اس مختصر سی تحریر میں تمام وہ امور جمع کر دیئے ہیں جو میں نے اپنے زیر بحث ٹریکٹ میں تحریر کئے تھے۔ وہی 600 اور 1300 برس کی بحث، وہی مسیح

کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا 600 برس کے بعد مبعوث ہونا اور وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 1300 برس بعد حضرت مسیح موعودؑ کا مبعوث ہونا مذکور ہے۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ خاکسار نے اپنے مضمون میں یہ تحریر نہیں کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ''مذہب اسلام میں طاقت و تاثیر اور قوت جذب اور اعجاز معجز نمائی اور زور دار براہین۔'' نہیں رہی تھیں۔ مگر آپ کے طریق استدلال سے تو مولوی محمد علی صاحب نے ان سب امور سے اسلام کو معرّا قرار دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کی ضرورت ثابت کی ہے۔ کیا آپ مولوی محمد علی صاحب کی اس تحریر کو پڑھ کر بھی کہیں گے کہ:۔

''یہ قادیانی سپوت ...... فیضانِ محمودیہ کے زندہ نمونے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی اور فیضان روحانیت کو ختم کر کے ایک نئے نبی کی ضرورت کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ جیسے زندہ نبی کو نعوذ باللہ مردہ بنانے والے حضرت مسیح موعود کے مطابق نہیں۔ بلکہ مخالف اور دشمن ہیں۔'' مگر ڈاکٹر صاحب سے امید نہیں کہ وہ مولوی محمد علی صاحب کے خلاف ایک لفظ لکھنے کی جرات کریں۔

''چراغ'' نہیں بلکہ ''آفتاب'':: ڈاکٹر صاحب نے نبی کی بعثت کو ''چراغ'' اور ''تیل'' سے تشبیہ دی جائے۔ اور جب کوئی دوسرا نبی مبعوث ہو جائے تو ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پہلے چراغ کا تیل ختم ہو چکا۔ اس لئے دوسرا ''چراغ'' جلایا گیا۔

ڈاکٹر صاحب کی اس ''چراغ'' اور ''تیل'' والی مثال کے جواب میں میں ان کو ان کے امیر جناب مولوی محمد صاحب کی وساطت سے غلط فہمی کی شب تاریک سے نکال کر روز روشن میں پہونچانے کی کوشش کرتا ہوں۔

جناب مولوی محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے پے در پے نبی اور رسول بھیجنے سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر نبی کے ظہور کے کچھ مدت بعد وہ ایمان دل سے اٹھ جاتا ہے۔ اور اس لئے پھر دوسرا نبی اس ایمان کو از سرنو تازہ کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ ایک انبیاء کے سلسلہ کو ماننے والے کے لئے اس سے زیادہ واضح ثبوت اس بات کا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ جب کبھی دنیا کے لوگ خدا سے بالکل قطع تعلق کر کے دنیا پر جھک پڑے۔ اور ان کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ایمان اور کامل یقین کم ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی بعثت سے ہی اس کا علاج کیا۔ اور یہ کبھی نہ ہوا کہ ایسے وقت میں کوئی انسانی کوشش کبھی کارگر ہوئی ہو .... مثال کے طور پر نبی کے وجود کو آفتاب سے مشابہت دے سکتے ہیں۔ کیونکہ جیسے ایک کا وجود دنیا میں نور پھیلاتا ہے دوسرے کا وجود روحانی انوار اور برکات کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جس طرح آفتاب کے غروب ہوجانے کے بعد محض گزشتہ آفتاب کے انوار کے قصے واقعی روشنی پیدا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح نبی کے نشانات جب مشاہدہ کی حد سے گزر کر قصہ اور کہانی کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں تو ان قصوں اور کہانیوں سے نورِ ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک کہ آفتاب نبوت ظہور کر کے دوبارہ اس کی تیز شعاعیں تمام تاریکیوں کو پاش پاش نہ کریں یہ خدا کی نعمتِ لاتبدیل ہے .... ایسے ہی ایک نفس زکیہ کی ضرورت اس زمانہ میں بھی تھی۔ کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے نفسانی جذبات حد سے گزر گئے اور ایمان گویا بالکل ہی دنیا سے اٹھ گیا۔ پس خدا نے اپنی قدیم سنت کے مطابق ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ ایک شخص کو اسی طرح مامور فرمایا۔ جس کے ہاتھ سے اس نے ایسے ہی خارق عادت امور اور نشانات ظاہر فرمائے۔ جیسے وہ ہمیشہ انبیاء کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا ہے۔'' (ریویو جلد 4 نمبر 12 صفحہ 467)

اس عبارت میں مولوی محمد علی صاحب نے آنحضرت ﷺ کو گذشتہ اور حضور

ﷺ کے نشانات و معجزات کو ''قصے اور کہانیاں'' قرار دے کر آنحضرت ﷺ کے بعد ''نئے نبی'' یا ''دوسرے نبی'' کی ضرورت کو ثابت کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والا کون ہے؟

تعجب ہے کہ اگرچہ ہم یہ ایمان رکھیں کہ آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کا فیضان قیامت تک جاری ہے اور اس کا نا قابل تردید ثبوت یہ ہے۔ کہ آئندہ کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ حضور کی غلامی کا جوا اپنے کندھے پر نہ رکھے۔ اب قیامت تک حضور ﷺ کی پیروی میں نبوت جاری ہے۔ کیونکہ حضور کی پیروی کی قوت .... نبوت بخشتی ہے۔ اور حضور کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ تو ہم دشمن اسلام اور دشمن آنحضرت ﷺ کہلائیں۔ آنحضرت ﷺ کی قوتِ قدسی کو بند ماننے والے اور حضور کو ''مردہ نبی'' (نعوذ باللہ) قرار دینے والے بنیں۔ لیکن اگر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور ان کے ہم خیال غیر مبایعین آنحضرت ﷺ کو قیامت تک نبوت کی نعمت سے تمام بنی نوع انسان کو محروم قرار دینے والا قرار دیں۔ حضور کی اتباع اور متابعت سے بجز مجددیت اور محدیث کے کسی مقام کا حصول ممتنع قرار دیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد امت محمدیہ میں کفر و بدعت و ضلالت کا وجود اور تیس کذابوں اور دجالوں کی آمد کو ممکن بلکہ واجبی قرار دیتے ہوئے دوسری طرف حضور کی ''قوت قدسی'' کے طفیل حضور کی متابعت سے کسی غیر تشریعی نبی کا پیدا ہونا ممتنع قرار دے کر حضور کی قدرت قدسیہ کا عملاً انکار کریں۔ تو پھر بھی وہ حضور کو ''زندہ نبی'' کے ماننے والے کہلائیں۔

ہمارا عقیدہ:: میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم قرآن مجید کے بعد کسی شریعت کے قائل نہیں۔ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء اور افضل الانبیاء مانتے ہیں اور حضور کے بعد قیامت تک ہر ایسے مدعی نبوت کو جو حضور کی پیروی اور متابعت کے بغیر مقام

نبوت کے حصول کا مدعی ہو۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو ہم آنحضرت ﷺ کے تابع بالواسطہ غیر تشریعی نبوت سمجھ کر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اسی نبوت کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ یہی ہمارا عقیدہ اور یہی ہمارا ایمان ہے اگر اس کے باوجود ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور ان کے ہم خیال ہمارے اس عقیدہ کو آنحضرت ﷺ کی توہین کا باعث قرار دیتے ہیں۔ تو اس کا ہمارے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ کے سوا اور کوئی جواب نہیں کہ

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(الفضل 1940ء صفحہ 3 تا 5)

خلافت محمود اللہ تعالیٰ کی صداقت

غیر مبایعین حضرات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت کے منکر ہیں۔ اور باب نبوت کو مسدود قرار دیتے ہیں اس وقت ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ کی انزالِ رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے **وبشر الصابرین .... و اولئك هم المهتدون**۔ یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے۔ کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالتے ہیں اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھلتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔ دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین

اور آئمہ واولیاء وخلفاء ہے۔ تا ان کی اقتداء اور ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعے سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔ پس اوّل اس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لئے بشیر (اوّل) کو بھیجا۔ تا بشر الصابرین کا سامان مومنوں کے لئے تیار کر کے اپنی بشریت کا مفہوم پورا کرے........... اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے (یعنی ارسال مرسلین ونبیین وآئمہ واولیاء وخلفاء) اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا............ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یخلق اللہ ما یشاء''

(سبز اشتہار صفحہ 16، 17 حاشیہ)

''میں مصلح موعود کا نام الٰہی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک اور الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔''

(سبز اشتہار صفحہ 21 حاشیہ)

''دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی معیاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین وآسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کے پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔'' (سبز اشتہار صفحہ 7 حاشیہ)

ان تمام حوالوں سے جو ''سبز اشتہار'' سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے

لکھے ہوئے الفاظ میں نقل کئے گئے ہیں ۔صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ

1۔''ارسال مرسلین ونبیین و آئمہ و اولیاء وخلفاء کا سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں خدا تعالیٰ کے وعدہ اور ارادہ کے ماتحت جاری ہوگا۔گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ''اولاد'' میں سے نبی، رسول، آئمہ اولیاء وخلفاء ہوں گے۔پس امکان نبوت ثابت ہوا۔

2۔ ''دوسری قسم رحمت کی ''تکمیل'' کے لئے آنے والا اولوالعزم محمود بشیر ثانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ ثانی ہوگا۔''اور ہر ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔''(دیکھو عبارت محولہ بالا) اب اگر کوئی غیر مبائع دوست یہ کہے کہ پیش کردہ عبارت تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ولادت سے قبل کی ہے۔اور اس میں جو کچھ مذکور ہے ۔محض پیشگوئی کے رنگ میں ہے کہ ایسا لڑکا ضرور پیدا ہوگا یہ کیسے ثابت ہوا کہ وہ لڑکا فی الواقع پیدا ہو بھی گیا۔کیونکہ ممکن ہے ابھی تک اس کا پیدا ہونا معرض التواء میں ہو۔تو اس کے جواب میں مندرجہ ذیل عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

ا۔''محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے۔اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں اشتہار دہم جولائی 1888ء اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا۔پیشگوئی کی گئی۔اور سبز رنگ اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا .... پھر جبکہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی۔تب خدا تعالیٰ کے فضل سے 12 جنوری 1889ء کو مطابق 9 جمادی الاوّل 1306ء بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔'' (تریاق القلوب صفحہ 42)

ب۔''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا

ہوگا۔اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہارات شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔اور اب نویں سال میں ہے۔''

(سراج منیر صفحہ 21)

ج۔''سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلاتوقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔سو محمود پیدا ہو گیا۔کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے خدا کا خوف ہے تو پاک دل سے سوچو۔''

(سراج منیر صفحہ 21 حاشیہ)

د۔''تب خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت دے کر فرمایا کہ جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا۔جس کا نام محمود ہوگا۔تب میں نے سبز رنگ اشتہار میں ہزار ہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ پیشگوئی شائع کی۔اور ابھی ستر دن بھی پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گذرے تھے۔کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔''(حقیقۃ الوحی صفحہ 217)

ر۔''میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔جس کا دوسرا نام محمود ہے۔اور اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا۔مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔'' یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ 7 کی۔جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام محمود ہے۔اور اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 360)

پس مندرجہ بالا عبارات سے (1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ’’ارسال مرسلین ونبیین‘‘ ثابت ہوا اور (2) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کی صداقت واضح ہوگئی۔

احقر ملک عبدالرحمٰن خادم بی اے گجرات (الفضل 10 جولائی 1934ء)

وابستگان خلافت کی منکرین خلافت پرفضیلت

واقعات وحقائق کی روشنی میں مبایعین کی غیرمبایعین پر اعتقادی وعملی برتری

خواجہ کمال الدین ومولوی محمد علی صاحبان کے انتظام لنگر خانہ پر اعتراض کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکتوب قبل ازیں پیش کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ حیات کے آخری حصہ میں ہی ان لوگوں میں ’’ابیٰ اور استکبار‘‘ پیدا ہو چکا تھا۔ اور اطاعت امام کے اس قیمتی جوہر سے جو ہزاروں، لاکھوں برکتوں اور رحمتوں کا باعث ہے۔ یہ لوگ محروم ہو رہے تھے۔

حضرت خلیفہ اول ؓ کا زمانہ:: اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ یعنی نور الدین اعظم کا عہد سعادت ......آیا ہے آپ کی حیثیت غیر مبایعین کے لیے امام اور خلیفہ ہی کی نہ تھی بلکہ آپ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے اکثر رفقاء کے استاد بھی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے دوسرے دن یعنی 27 مئی 1908ء کو وعدۂ استخلاف کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے آپ کو سریر آرائے خلافت فرمایا۔ آپ کی خلافت کو منکرین خلافت محمود نے بھی تسلیم کیا۔ انتخاب خلافت کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ نے جو تقریر فرمائی۔ اس میں فرمایا۔ ’’میرے دل کے کسی گوشہ میں کبھی اس امر کا خیال خواہش یا واہمہ نہیں

تھا کہ یہ کام میرے سپرد کیا جائے۔ میں چاہتا تھا کہ حضرت کا صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا اور اس واسطے میں ان کی تعلیم میں سعی کرتا رہا۔ یا میر ناصر نواب صاحب جو حضرت صاحب کے واسطے جائے ادب تھے یا نواب محمد علی خان صاحب جو حضرت کی فرزندی میں داخل ہیں۔ یا حضرت مولوی محمد احسن صاحب جنہوں نے اس قدر تصانیف تائید حضرت میں کیں یا مولوی محمد علی صاحب جنہوں نے اس راہ میں ایسی جانفشانی کی۔ یا سید میر حامد شاہ صاحب یا کوئی اور دوست۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ یہ بوجھ مجھ پر ڈالا جاتا کیونکہ میں اپنے میں اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن جبکہ بلا میری خواہش کے یہ بار میرے گلے میں ڈالا جاتا ہے تو میں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر قبول کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اور دوستوں سے دعا کی اور ہر طرح کی امداد کی خواہش رکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں جو میں منواتا ہوں وہ کسی کی مرضی کے برخلاف ہو۔ پس اگر تم تیار ہو کہ میرا کہنا ہر امر میں مانو تو میں اسے منظور کرتا ہوں۔ تم پھر بھی سوچ لو اور جن کے نام میں نے بتائے ہیں۔ ان میں سے کسی کو اپنا امیر بنا لو۔'' (بدر 2 جون 1908ء)

تمام ممبران صدر انجمن اور ساری جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی بیعت خلافت کی اور اس طرح بظاہر ''وابستگانِ خلافت'' میں شامل ہو گئے۔ بیعت خلافت کے بعد مندرجہ ذیل اعلان اخبار بدر میں شائع ہوا۔

بیعت خلافت کے اعلانات :: الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین محمد المصطفیٰ و علیٰ المسیح الموعود خاتم الاولیاء اما بعد۔ مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول

المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اَعلم اور اتقٰی ہیں۔ اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں۔ اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوہ حسنہ قرار دے چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کا شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک زے امت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمدؑ کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو۔ جیسے حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔

رحمت اللہ (مالک انگلش ویئر ہاؤس لاہور)، صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد، مفتی محمد صادق عفی اللہ عنہ، سید محمد احسن امروہی، سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن لاہور، (مولوی) محمد علی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز، خواجہ کمال الدین، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، خلیفہ رشید الدین اسسٹنٹ سرجن، مرزا خدا بخش، شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم، (مولوی) شیر علی ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام، نواب محمد علی خان مالیر کوٹلہ، (صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد، (حضرت) میر ناصر نواب، (مولوی) غلام حسن سب رجسٹرار پشاور، ڈاکٹر بشارت احمد اسسٹنٹ سرجن......''

(بدر 2 جون 1908ء صفحہ 6)

علاوہ اس اعلان مطبوعہ کے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جانب سے ایک علیحدہ اعلان سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ کے دستخطوں سے شائع ہوا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق............ جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین

اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی .... یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبروں کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح و المہدی کی خدمت بابرکت میں بذاتِ خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔''

مندرجہ بالا دونوں اعلانات میں اس امر کا اقرار کیا گیا ہے کہ۔

1۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت ضروری ہے۔

2۔خلیفۂ وقت کی بیعت تمام موجودہ اور نئے احمدیوں کو خواہ وہ مرد ہوں خواہ عورتیں کرنی ہوگی۔3۔خلیفۂ وقت کا فرمان بعینہٖ اسی طرح واجب التعمیل ہوگا جس طرح خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا۔4۔انتخاب خلافت رسالہ الوصیت کے عین مطابق عمل میں آیا۔

5۔مندرجہ بالا تمام امور سے مولوی محمد علی صاحب خواجہ کمال الدین صاحب وغیرھم پورے طور پر بلکہ ''صدق دل'' سے متفق ہیں۔

منکرین خلافت کی رجعت قہقری:: لیکن یہ عجیب بات ہے کہ خلافت اولیٰ کے ابتداء میں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے جن جن باتوں پر صدق دل سے اتفاق کیا تھا۔ اختتام خلافت اولیٰ پر ایک ایک کر کے ان سب کا انکار کیا۔اور اپنے اس فعل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچادی کہ وہ اور ان کے رفقاء عنداللہ تمام ان برکات الٰہی سے محروم ہیں۔جو وابستگان خلافت اولیٰ کے شامل حال تھیں۔ چنانچہ منکرین خلافت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد کسی خلافت کی ضرورت نہیں۔کیونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ہاں ایک پریزیڈنٹ یا امیر ہوسکتا ہے۔

2۔ پریزیڈنٹ یا امیر موجودہ احمدیوں سے (جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں بیعت کی) بیعت نہیں لے سکتا۔

3۔حضرت نورالدین اعظمؓ کا انتخاب خلافت ''الوصیت'' کے خلاف تھا۔کس قدر حیرت انگیز امر ہے کہ وہی مولوی محمد علی صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے دن اپنے دستخطوں سے ایک اعلان کرتے ہیں۔جس کی پہلی سطر ہی یہ ہے کہ

''مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ ''الوصیت'' وہی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد جو اعلان کرتے ہیں اس میں اس کے بالکل خلاف لکھتے اور اپنے اس عجیب وغریب مگر پُرجسارت خیال کا اظہار کرتے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب 1914ء میں لکھتے ہیں۔

''ہاں آپ (حضرت خلیفہ اولؓ) کے ہاتھ پر سب قوم کا اکٹھا ہو جانا یہ ایک علیحدہ امر تھا۔ جس کا ذکر الوصیت میں کوئی نہیں............اب قوم میں اختلاف پیدا ہو گیا تو حقیقی جانشین وہی رہنا چاہیے تھا۔ جو حضرت مسیح موعود کی وصیت کے رو سے تھا۔یعنی انجمن۔حضرت مولوی صاحب مرحوم نے اپنے معاملہ کو بالکل صاف کر دیا وہ وصیت کے روح سے نہیں۔ بلکہ قوم کے اتفاق سے خلیفۃ المسیح کہلائے۔ ....اب جب قوم کا اتفاق نہیں رہا تو خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔............محمد علی''

(دیکھو رسالہ الوصیت شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اگست 1914ء صفحہ ج)

احباب کرام! مولوی محمد علی صاحب کے اس بیان پر غور فرمائیے اور دیکھیے کہ وہی 1908ء والے مولوی محمد علی صاحب 1914ء میں کس شرمناک طریق سے وانقلبتم علیٰ اعقابکم کا عملی ثبوت بن رہے ہیں۔

مولوی صاحب کے اس بیان سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

1۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی خلافت ''الوصیت'' کے خلاف تھی۔

2۔ اصل حقدار خلافت ''انجمن'' ہی تھی۔ کوئی انسان لائق خلافت نہ تھا۔

3۔ لیکن چونکہ تمام ''قوم'' نے شخصی خلافت پر ''اتفاق'' کر لیا تھا۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرر کردہ ''جانشین'' یعنی ''انجمن'' کو معطل کر دیا گیا۔

4۔ سب قوم کا اتفاق ''الوصیت'' کے خلاف ہوا۔

5۔ حضرت نورالدین اعظم کے بعد خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

مولوی صاحب کے اس بیان پر جتنا زیادہ غور کیا جائے اتنی ہی حیرت و استعجاب بڑھتا جاتا ہے۔ غرض کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے خلافت اولیٰ کو بھی ''جمہوری'' قرار دے کر اپنے آپ کو خلافت اولیٰ کی جس کے ساتھ وہ ظاہری طور پر وابستہ تھے۔ حقیقی برکات سے محروم کر لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ کا خطبہ عید الفطر:: اگر معاملہ یہیں تک محدود ہو تو ممکن ہے کسی منکر خلافت ثانیہ کو یہ کہنے کا موقعہ مل جائے کہ بے شک مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے موقعہ پر یہی سمجھا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی خلافت ''الوصیت'' کے مطابق ہے مگر بعد میں غور کرنے پر ان کو یہ معلوم ہوا کہ خلافت اولیٰ درحقیقت ''الوصیت'' کے خلاف تھی۔ اس لیے انہوں نے اس کی تردید کر دی۔ ہاں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء عملاً تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانبردار رہے۔ اس لیے اس زمانہ کی برکات میں ضرور ان کا کچھ حصہ ہونا چاہیے۔ لیکن اس امر کا اظہار کرتے ہوئے دل افسوس سے بھر جاتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کا طرز عمل خلافت اولیٰ کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے متعلق معاندانہ تھا۔ اور وہ اندر ہی اندر اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ ان کی

سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طریق سے خلیفۂ وقت کے اختیارات کو محدود کر کے صدر انجمن کو مختارِ کل تسلیم کرایا جائے۔اسی لیئے کبھی وہ خلیفہ وقت کو صدر انجمن کا پریزیڈنٹ قرار دیتے،کبھی پارلیمنٹوں اور جمہوریتوں کے حوالے سے صدر انجمن کی ساکھ بٹھانا چاہتے۔ان کی یہ سرگرمیاں اور ریشہ دوانیاں حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخفی نہ تھیں۔وہ ان لوگوں کو ان کی مخالفانہ سرگرمیوں پر بعض دفعہ شفقت ومحبت کے لہجہ میں اور بعض اوقات سخت الفاظ میں تنبیہ کرتے بھی رہتے تھے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے عیدالفطر 1909ء کے موقعہ پر خطبہ عید میں ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کے متعلق اپنے دردِ دل کا اظہار فرمایا اور ان کو ایسی حرکات سے مجتنب رہنے کی تلقین فرمائی یہ عظیم الشان خطبہ ''بدر'' میں چھپ چکا ہے۔اس میں حضور نے فرمایا ''اب ضرورت ہے اس جماعت میں اتفاق، اتحاد اور وحدت کی اور وہ موقوف ہے خلیفہ کی فرمانبرداری پر............ اب میں تمہارا خلیفہ ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ الوصیت میں حضرت صاحب نے نورالدین کا ذکر نہیں کیا۔تو ہم کہتے ہیں۔ایسا ہی آدمؑ اور ابوبکرؓ کا ذکر بھی پہلی پیشگوئی میں نہیں۔حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے۔وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں۔جس کو خلیفہ بنانا تھا۔اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا۔اور ادھر چودہ اشخاص کو فرمایا۔کہ تم بہ ہیئت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔اور تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرادی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا۔پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔اب جو اجماع کے خلاف کرنے والا ہے۔وہ خدا کا

مخالف ہے...... پس تم کان کھول کر سنو۔ اگر اب اس معاہدہ کے خلاف کرو گے تو **اعقبهم نفاقا فی قلوبهم** کے مصداق بنو گے۔ میں نے یہ تمہیں کیوں سنایا۔ اس لئے کہ تم میں بعض نافہم ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں؟ خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے۔ میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا...... مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے پہلے معاہدہ پر قائم رہو ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ۔ اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج دیکھو تو اس کی استقامت کی دعا سے کوشش کرو۔ مگر یہ گمان نہ کرو کہ تم مجھ بڈھے کو آیت یا حدیث یا مرزا صاحب کے کسی قول کے معنے سمجھا لو گے۔ اگر میں گندہ ہوں تو یوں دعا مانگو کہ خدا مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ پھر دیکھو کہ دعا کس پر الٹ کر پڑتی ہے۔ توبہ کرو اور دعا کرو اور پھر دعا کرو...... میں فروری کو یا نو ماہ سے اس دکھ میں مبتلا ہوں...... اب تم اس بڈھے کو تکلیف میں نہ ڈالو۔ اس پر رحم کرو۔

پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ پھر نصیحت کرتا ہوں۔ پھر نصیحت کرتا ہوں۔ پھر نصیحت کرتا ہوں۔ پھر نصیحت کرتا ہوں۔ پھر کرتا ہوں۔ پھر کرتا ہوں۔ پھر کرتا ہوں۔ پھر پھر پھر کرتا ہوں کہ آپس کے تباغض وتحاسد کو دور کر دو۔ یہ مجتہدانہ رنگ چھوڑ دو۔ جو مجھے نصیحت کرنے میں وقت خرچ کرنا ہے۔ وہ دعا میں خرچ کرو اور اللہ سے اس کا فضل چاہو۔ تمہارے وعظوں کا اثر مجھ بڈھے پر نہیں ہو گا۔ ادب کو ملحوظ رکھ کر ہر ایک کام کو کرو .... بعض لوگ کہتے ہیں ہم تمہاری نسبت نہیں بلکہ اگلے خلیفے کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ مگر تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابوبکر اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر آئے۔ میں تم پر بڑا احسن ظن

رکھتا ہوں۔ میں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کبھی تمہارے محرروں سے بھی دریافت نہیں کیا کہ تم لوگ کس طرح کام کرتے ہو...... میں آج کے دن ایک اور کام کرنے والا تھا مگر خدا تعالیٰ نے مجھے روک دیا ہے اور میں اس کی مصلحتوں پر قربان ہوں...... میں ایسے لوگوں کو اپنی جماعت سے الگ نہیں کرتا کہ شاید وہ سمجھیں، پھر سمجھ جائیں، پھر سمجھ جائیں، ایسا نہ ہو کہ میں ان کی ٹھوکر کا باعث بنوں۔

(بدر 21 اکتوبر 1909ء صفحہ 10 تا 12)

کوئی منکر خلافت کہہ سکتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بعض لوگوں نے آپ کے متعلق ایسی باتیں کی ہوں گی اور حضور نے انہیں ڈانٹا ہوگا۔ مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخاطب اس خطبہ میں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء تھے اس کا جواب یہ ہے کہ خود مولوی محمد علی صاحب کا اپنا دستخطی بیان موجود ہے۔ جس کا جس سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ خطبہ عید الفطر کے مخاطبین مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء ہی تھے۔ چنانچہ بدر 21 اکتوبر 1909ء 10 میں خطبہ عید الفطر شائع ہوا ہے۔ اسی پرچہ میں صفحہ 12 پر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے مصاحبین شیخ رحمت اللہ صاحب و مرزا یعقوب بیگ صاحب کے دستخطوں سے مندرجہ ذیل بیان شائع ہوا ہے۔

اعلان عید الفطر کے مبارک موقعہ پر جب حسب معمول ہم قادیان دارالامان میں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بعض لوگوں نے ایسے خطوط لکھ کر بھیجے ہیں۔ جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بعض ممبران مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان خطوط کو پڑھ کر ہمیں بہت رنج ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح

کو بھی ہمارے خیال میں ضرور رنج ہوا ہوگا۔ ہم اپنے بھائیوں پر بھی کوئی بدظنی نہیں کرتے۔ ہم نے ان کے لیے دعا بھی کی ہے اور ان کی خدمت میں بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے متعلق حسن ظنی سے کام لیا کریں۔ ہم اپنے دل پھاڑ کر کسی کو نہیں دکھا سکتے۔ لیکن بذریعہ اعلان ہذا ہم سب احباب کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے جو بیعت حضرت خلیفۃ المسیح کی کی وہ کسی جبر اور اکراہ سے نہیں بلکہ شرح صدر سے کی اور ہم اس وقت تک اسی عہد بیعت پر قائم ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی اطاعت کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں وحدت قہری کوئی نہیں۔ بلکہ وحدت ارادی ہے اور اسی وحدت ارادی کے ماتحت ہی ہم سب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت کی ہے۔ آئندہ کے لیے ہم اللہ تعالی سے ہی یہ توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس عہد پر قائم رکھے......سب توفیق اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خاکساران۔ رحمت اللہ بقلم خود۔ مرزا یعقوب بیگ بقلم خود۔ ممبران مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ 17 اکتوبر 1909ء

اعلان بالا کے حرف حرف سے میرا اتفاق ہے اور میں حضرت خلیفۃ المسیح کی فرمانبرداری کو اپنا فخر سمجھتا ہوں۔ والسلام۔ خاکسار محمد علی از قادیان۔

(دیکھو اخبار بدر 21 اکتوبر 1909ء صفحہ 12)

میں اس اعلان پر کوئی تنقید نہیں کرتا ورنہ بتاتا۔ کہ اس اعلان کے الفاظ میں بین السطور کیا کیا جذبات کام کر رہے ہیں۔ اور اندر ہی اندر اس میں حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی عظیم الشان شخصیت پر اپنی بریت کرنے اور عذر گناہ کو بدتر از گناہ کی حد تک پہنچانے کے لیے کس بزدلانہ طریق سے حملہ کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ امر یقینی طور پر ثابت ہے کہ وہ لوگ جن کے متعلق حضرت خلیفہ اول کو یہ خیال تھا کہ وہ حضور کو خلافت سے معزول کرنا چاہتے ہیں اور جو

اگلے خلیفہ کے اختیارات پر بحث کرتے تھے۔ اور ان اختیارات کو محدود کرنا چاہتے تھے۔ وہی جو یہ کہتے تھے کہ ''الوصیت'' میں حضرت صاحب نے نورالدین کا ذکر نہیں کیا۔ یہ لوگ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء ہی تھے۔ انہوں نے کہا حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ نے بعض لوگوں کے خطوط سے (بلاتحقیق) متاثر ہو کر بے شک ہمیں خطبہ عیدالفطر میں ڈانٹا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہمارے متعلق حضرت صاحب کو غلط رپورٹیں پہنچائی گئی تھیں۔

مگر اے احباب کرام! اس وقت جب کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے مندرجہ بالا اعلان شائع کرایا تھا۔ اس وقت تو شاید کوئی سادہ آدمی ان کے الفاظ سے متاثر ہو کر ان لوگوں کو بے گناہ سمجھ لیتا لیکن اب جب کہ حضرت خلیفہ اول ؓ کی وفات کے بعد مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے اگلے خلیفہ کے اختیارات کو محدود کرنے اور حضرت خلیفہ اول ؓ کے کی خلافت کو ''الوصیت'' کے منشاء کے خلاف ثابت کرنے کے لیے بالکل ننگے ہو کر ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ تو ہم لوگ کس طرح ان کے بیان کو درست سمجھ لیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ جیسے عظیم الشان انسان کے متعلق یہ خیال کریں کہ حضور نے محض چند لوگوں کی رپورٹ پر بلاتحقیق اعلانیہ طور پر پبلک کے سامنے بلکہ خطبہ عیدالفطر کے اہم موقعہ پر ان کو سرزنش کی ہو۔ یہاں تک کہ ان کو جماعت سے خارج کر دینے کا بھی ارادہ حضور نے کر لیا ہو۔ درآنحالیکہ ان کا ایک ذرا بھی قصور نہ ہو۔ ورنہ یہ بیچارے تو حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ کے اتنے فرمانبردار اور اطاعت گزار تھے اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو یہاں تک باعث فخر سمجھتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ تو اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ ''میں فروری گویا نو ماہ سے اس دکھ میں مبتلا ہوں............ اب تم اس بڈھے کو تکلیف میں نہ ڈالو۔ اس پر رحم کرو۔ مگر اس کے جواب میں یہ تینوں ''فرمانبردار'' لکھتے ہیں۔

''ان خطوط کو پڑھ کر ہمیں بہت رنج ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی ہمارے خیال میں ضرور رنج ہوا ہوگا'' یہ ''ہوا ہوگا'' کہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ پس ان لوگوں کے بیان کو حضرت خلیفہ اول ؓ کے بیان پر قطعاً ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ علاوہ ازیں اس امر کا ایک اور ثبوت کہ درحقیقت ان لوگوں نے ہی وہ اعتراضات کیے۔ جن کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ نے خطبہ عید الفطر میں فرمایا یہ ہے کہ ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ''الوصیت میں حضرت صاحب نے نورالدین کا ذکر نہیں کیا۔'' اور بعینہٖ یہی اعتراض حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ کی وفات کے معاً بعد مولوی محمد علی صاحب نے کیا جیسا کہ قبل ازیں ان کی اپنی عبارت نقل کر چکا ہوں۔ جس میں وہ لکھتے ہیں ''ہاں آپ کے ہاتھ پر سب قوم کا اکٹھا ہو جانا یہ ایک علیحدہ امر تھا۔ جس کا ذکر الوصیت میں کوئی نہیں۔''

(رسالہ الوصیت شائع کردہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اگست 1914ء صفحہ ج)

پس اصل بات یہی ہے کہ اس قسم کی باتیں حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ کی زندگی میں کرنے والے یہی منکرین خلافت ثانیہ ہی تھے۔

احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت خلیفہ اوّل کی تقریر:: جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے حضرت نورالدین اعظم ؓ کی اس تنبیہ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور یہ لوگ اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ 1912ء میں حضرت خلیفۃ المسیح لاہور تشریف لے گئے اور احمدیہ بلڈنگ میں ایک تقریر کے ذریعہ اتمام حجت کر دی۔ اس میں آپ نے فرمایا۔

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے یہ رفض کا شبہ ہے جو خلافت کی بحث تم چھیڑتے ہو یہ تو خدا سے شکوہ کرنا چاہیے کہ ایک بھیرہ کا رہنے والا خلیفہ ہو گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ خلیفہ کرتا ہی کیا ہے۔ لڑکوں کو پڑھاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کتابوں کا عشق ہے۔ اسی میں مبتلا رہتا ہے۔ ہزار نالائقیاں

مجھ پر تھوپو۔ مجھ پر نہیں یہ خدا پر لگیں گی۔ جس نے مجھے خلیفہ بنایا یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسے رافضی ہیں۔ جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر اعتراض کرتے ہیں............اس رقعہ کو دیکھ کر سمجھا تا ہوں کہ خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں ہے۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کیے ہیں۔ تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہوسکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو کہ میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے............تھوڑے دن صبر کرو پھر جو میرے پیچھے آئے گا۔ اللہ تعالی جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔'' (بدر 11 جولائی 1912ء صفحہ 3 تا 5)

پھر جلسہ سالانہ 1910ء کے موقعہ پر حضرت خلیفہ اولؓ نے کارکنان جماعت کو جمع کر کے فرمایا ''میں نے ابھی کہا ہے کہ اگر حفیظ کو امام بنا لیتے تو اس کی بھی مرزا صاحب جیسی فرمانبرداری کرتا۔ پس تم مشکلات سے مت ڈرو۔ مشکلات ہر جگہ آتی ہیں۔ میرے اوپر بھی آئیں اور بڑی غلطی یا شوخی یا بدادبی بعض آدمیوں سے ہوئی۔ اب ہم نے درگزر کر دیا ہے۔ مگر انہوں نے حق نہیں سمجھا کہ کیا امامت کا حق ہوتا ہے۔ (بدر 12 جنوری 1911ء صفحہ 4)

حضرت خلیفہ اولؓ کی مرزا یعقوب بیگ کو نصیحت:: 1911ء میں حضرت خلیفہ المسیحؓ گھوڑی سے گر کر سخت بیمار ہوئے۔ ایک رپورٹ مظہر ہے۔

22 جنوری 1911ء کو رات بڑے آرام سے گزری۔ بخار رات کو نہ تھا نہ دن کو ہوا۔ آج ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بھی تشریف لائے۔ ان کی

رخصت کے وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو مخاطب کر کے چند کلمات فرمائے۔ جو ڈاکٹر صاحب نے خود لکھ کر مجھے دیے ہیں تا کہ فائدہ عام کے لیے درج اخبار کر دیے جائیں۔

''آج قریب ساڑھے 12 بجے دن کے جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے پوچھا حضور کا دل کس چیز کو چاہتا ہے؟ آپ نے بجواب فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے .... پھر فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فرمانبردار رہو اختلاف نہ کریو، جھگڑا نہ کرنا .... پھر فرمایا خبردار جھگڑا نہ کرنا، تفرقہ نہ کرنا، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا اور اس میں تمہاری عزت اور طاقت باقی رہے گی۔ نہیں تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر میں نے کبھی کسی کو حکم دیا ہے تو اپنی دلی طمع سے حکم نہیں دیا۔ خدا کا حکم سمجھ کر دیا ہے۔ خاکسار مرزا یعقوب بیگ'' (بدر 26 جنوری 1911ء صفحہ 1،2)

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی ایک پیشگوئی کا پورا ہونا: حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا الفاظ اپنی جامعیت کے علاوہ ایک زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہیں۔ جس میں آپ نے غیر مبہم الفاظ میں قبل از وقت بتا دیا ہے کہ اگر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء (جس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی شامل تھے) اپنی ریشہ دوانیوں سے باز آ گئے تو وہ عزت وجاہت اور قوت جو ان کو جماعت میں حاصل تھی برقرار رہے گی۔ لیکن اگر انہوں نے جماعت میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کی اور جھگڑا کیا تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ نہ عزت رہے گی نہ جماعت میں ان کو کوئی قوت حاصل رہے گی۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے پورے طور پر ثابت کر دیا کہ ان لوگوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی نصیحت پر عمل نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت میں ایک خطرناک تفرقہ پیدا ہوا۔ جس کی

بنیاد مولوی محمد علی صاحب کا وہ ’’ضروری اعلان‘‘ تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات کے موقعہ پر انہوں نے شائع کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ وہی جو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ نورالدین اعظم نے اپنی بصیرت کی آنکھوں سے کئی سال قبل دیکھ کر بیان کر دیا تھا کہ ان لوگوں کا جو اثر اور رسوخ، ان کی جو طاقت وعزت جماعت میں تھی۔ وہ سب کی سب خاک میں مل گئی۔ نہ وہ اقتدار رہا اور نہ ان کا وہ قبضہ ہی باقی رہا جو ان کو صدر انجمن کے تمام شعبوں پر حاصل تھا اور آخر کار وہ اپنی تمام عزت وطاقت سے عاری ہو کر دارالامان قادیان سے عازم لاہور ہوئے۔ اور اس طریق سے حضرت مسیح موعود کا وہ الہام پورا ہوا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ یزیدی فطرت لوگ قادیان سے نکالے جائیں گے (اخرج منه اليزيديون)

انجمن کا روپیہ اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی تقریر:: مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کی ریشہ دوانیوں کا علم حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے جنوری 1912ء میں فرمائی۔ جس میں آپ نے فرمایا۔

’’میں اس مسجد میں قرآن ہاتھ میں لے کر اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے پیر بننے کی خواہش ہرگز نہیں اور نہ تھی اور قطعاً خواہش نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے منشا کو کون جان سکتا ہے۔ اس نے جو چاہا کیا تم سب کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا اور اس نے آپ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کُرتہ پہنا دیا۔ میں اس کی عزت اور ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے میں تمہارے مال اور تمہاری کسی بات کا بھی روادار نہیں اور میرے دل میں اتنی بھی خواہش نہیں کہ کوئی مجھے سلام کرتا ہے یا نہیں۔ تمہارا مال جو میرے پاس نذر کے رنگ میں آتا تھا۔ اس سے پہلے اپریل تک میں اسے مولوی محمد علی کو دے دیا کرتا تھا۔ مگر کسی کو .... والا اور کہا کہ یہ ہمارا روپیہ ہے۔ اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ تب میں نے محض خدا کی

رضا کے لیے اس روپیہ کو دینا بند کر دیا کہ میں دیکھوں یہ کیا کر سکتے ہیں۔ایسا کہنے والے نے غلطی کی۔نہیں بے ادبی کی۔اسے چاہیے کہ وہ توبہ کرے۔اب بھی توبہ کر لیں۔ایسے لوگ اگر توبہ نہ کریں گے تو ان کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔تم اب اس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لو۔یہ بھی خدا کی ……….. ہے جس نے تمہارے متفرق اجزاء کو اکٹھا کر دیا۔پس اس مضبوط پکڑے رکھو تم خوب یاد رکھو کہ معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں۔پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔اس لیے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے دے گا۔تم اس معاملہ کو خدا کے حوالے کر دو تو معزولی کی طاقت نہیں رکھتے۔میں تم میں سے کسی کا شکرگزار نہیں ہوں۔جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا ہے۔مجھے یہ لفظ بھی دکھ دیتا ہے کہ جو کسی نے کہا کہ یہ پارلیمنٹوں کا زمانہ ہے دستوری حکومت ہے۔ایران اور پرتگال میں بھی دستوری ہوگئی ہے۔ٹرکی میں پارلیمنٹ چل گیا ہے۔میں کہتا ہوں وہ توبہ کرے۔جو اس سلسلہ کو پارلیمنٹ اور دستوری سمجھتا ہے۔‘‘(الحکم 21 جنوری 1912ء صفحہ 4-5)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوب اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی ان تقاریر کو سامنے رکھ کر کون یہ خیال کر سکتا ہے کہ نبوت یا خلافت اولیٰ کے زمانہ میں امام وقت کے خلاف اس قسم کی ریشہ دوانیاں کرنے والے لوگ ان برکات اور فضائل میں شریک سمجھے جا سکتے ہیں۔جن کا تعلق خلافت الٰہی سے وابستگی کے ساتھ ہے۔پس یہ حقیقت ہے کہ منکرین خلافت ثانیہ دہاں خلافتِ حضرت محمود کی برکات سے بے نصیب ہیں۔وہاں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام...... کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کی برکات سے بھی

محروم رہے۔

علاوہ ازیں یہ سمجھنا بھی بہت سہل ہے کہ جب ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ المسیح اولؓ کے ہاتھ پر عہد بیت کرنے کے باوجود ان کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا۔ تو خلافت ثانیہ کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ جس رنگ سے انہوں نے معاندت کی اس پر کیا شکوہ ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ خود سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ نے انہی منکرین خلافت کو مخاطب کر کے فرمایا۔

مجھ کو کیا تم سے گلہ ہو کہ میرے دشمن ہو؟
یونہی کرتے چلے آئے ہو تم پیروں سے

(الفضل 4 فروری 1937ء صفحہ 4 تا 8)

رسالہ ''شان مصلح موعود'' میں شیخ مصری کی افترا پردازی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی متعلقہ مصلح موعود ایک مہتم بالشان پیشگوئی ہے۔ جس کا حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ بنصر العزیز کے مقدس و بابرکت وجود میں پورا ہونا صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ جس کے سامنے مخالفین و معاندین خلافت ثانیہ ہمیشہ الغریق بالحشیش کی ضرب المثل کو پورا کرتے ہوئے حد درجہ مضحکہ خیز اور رکیک تاویلات کر .... کے اشتباہ حق کی ناپاک کوشش کیا کرتے ہیں۔ اسی قسم کی انتہائی طور پر مضحکہ خیز اور ناکام کوشش شیخ عبدالرحمن مصری نے ایک رسالہ شان مصلح موعود میں حقیقی مصلح موعود کی مصلحیت کو مشتبہ کرنے کے لیے کی ہے۔ اور اپنے رسالہ کو از ابتدا تا انتہاء ایسی کچی بے سرو پا فرسودہ اور .... تاویلات سے بھر دیا ہے کہ ہر منصف مزاج انسان صرف اس رسالہ کو ہی پڑھ کر

اندازہ کر سکتا ہے کہ بجز مخالفین حضرت محمود کے ہاتھ میں بجز آئیں بائیں شائیں کے اور کچھ نہیں۔ رسالہ مذکور میں شیخ مصری نے دعوی کیا ہے کہ اس نے علاوہ دیگر علماء اور مصنفین جماعت احمدیہ کے خاکسار خادم کی تقریر جلسہ سالانہ 37ء مطبوعہ الفضل کو بھی بغور پڑھ کر یہ رسالہ لکھا ہے لیکن میں پورے یقین اور کامل وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر شیخ مصری کا یہ قول درست ہے تو پھر رسالہ شان مصلح موعود لکھ کر اس نے عمداً اور جان بوجھ کر خلق خدا کو دھوکا دے کر گمراہ کرنے کی ناپاک حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ جس قدر بے ہودہ اور بے بنیاد تاویلیں اس رسالہ میں ہمارے دلائل کے بالمقابل لکھی گئی ہیں۔ ان کا مسکت اور مکمل جواب بھی خاکسار کی تقریر جلسہ سالانہ مطبوعہ الفضل میں بتمام وکمال موجود ہے پھر اگر شیخ مصری نے فی الواقعہ خاکسار کے دلائل کو پڑھ لیا تھا تو دریافت کا تقاضا یہ تھا کہ یا تو ان دلائل کو توڑ کر دکھاتا یا یہ اقرار کرتا کہ ان دلائل کا جواب فی الحال ہم نہیں لکھ سکتے۔ ہاں بعد مزید غور ان کا جواب دیا جائے گا۔ مگر شیخ مصری نے تو ہمارے دلائل کو اس طرح مخفی کیا ہے کہ گویا وہ تھے ہی نہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ شیخ مصری کی تلبیسات کا مکمل اور مبسوط جواب الفضل میں ایک سلسلہ مضمون کے ذریعہ دوں اور جب وہ خدا کے فضل سے مکمل ہو جائے تو اس کو رسالہ کی صورت میں یکجائی شائع کیا جائے۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔**

شیخ مصری کا ذاتی حملہ:: لیکن آج کی اشاعت میں میں شیخ مصری کی ایک افسوسناک حرکت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس نے اپنے رسالہ شان مصلح موعود میں خاکسار کی نسبت کی ہے عربی کی ایک مشہور مثل ہے **المرء یقیس علی نفسہ** کے انسان دوسروں کی حالت کو بھی اپنے اوپر ہی قیاس کر لیتا ہے یعنی نیک فطرت انسان تو جب دوسرے کے متعلق کوئی قیاس کرتا ہے۔ اس کا قیاس اور ظن اپنی صلاحیت و پاکیزگی کے مناسب حال خیر اور نیک ہی

ہوتا ہے اور اگر قیاس کرنے والا خود گندا اور ناپاک ہو تو وہ دوسرے کے دل کو بھی اپنی گندی اور ناپاک حالت کا آئینہ دار سمجھتے ہوئے ناپاک اور گند قرار دے لیتا ہے۔ پس ایک منافق انسان سے جس کا دل نفاق کی بیماری سے گندا ہو چکا ہو سوائے اس کے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اپنی طرح نفاق اور گند میں مبتلا قرار دے۔

شیخ مصری کی تحریر:: رسالہ شان مصلح موعود کے صفحہ 144 پر شیخ مصری خاکسار کی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ایک گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے جو 14 فروری 34ء کو احمدیہ ہوسٹل لاہور میں حضور سے ہوئی اور جو الفضل 27 فروری 34ء میں درج ہے۔ لکھتا ہے۔

''اس خیال کے قائلین میں سے کہ جناب خلیفہ صاحب مکرم کو ہی حضرت اقدس اس پیشگوئی (مصلح موعود) کا مصداق سمجھتے رہے ہیں۔ ایک دوست جناب عبدالرحمن صاحب گجراتی بھی ہیں۔ جماعت ان کے نام نامی سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ بڑے زور شور سے اس موضوع پر لیکچر بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ 1937ء کے جلسہ سالانہ پر اسی موضوع پر ان کی تقریر تھی اور اس تقریر میں انہوں نے جماعت احمدیہ کو یہ بتلایا تھا کہ حضرت مسیح موعود جناب خلیفہ صاحب کو ہی اس پیشگوئی کا مصداق سمجھتے رہے ہیں۔ لیکن کیا ان کے دل میں بھی یہی عقیدہ ہے یا ان کے دل کی گہرائیوں سے اس کے خلاف آواز اٹھ رہی ہے۔ اس کا پتہ ان کی اس گفتگو سے بخوبی لگ سکتا ہے جو انہوں نے جناب خلیفہ صاحب مکرم سے 14 فروری 1934ء کو کی تھی اور جو اخبار الفضل مورخہ 27 فروری 34ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ گفتگو سوال و جواب کی صورت میں ''الفضل'' میں شائع ہوئی ہے۔ سوال خادم صاحب کی طرف سے ہے اور جواب جناب خلیفہ صاحب مکرم کی طرف سے۔ ان سوالوں میں خادم صاحب کا ایک سوال

اور جناب خلیفہ صاحب مکرم کی طرف سے اس کا جواب ذیل کی شکل میں درج ہے۔

خادم صاحب:۔ حضرت مسیح موعود نے انجام آتھم میں صاحبزادہ مبارک احمد کی ولادت کی پیشگوئی فرماتے ہوئے ان کو تین کو چار کرنے والاقرار دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی:۔ ''دراصل پیشگوئی کے ظہور میں آنے سے قبل اس کی پوری طرح وضاحت نہیں ہوتی جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔'' اب احباب اس سوال وجواب پر غور کرلیں کہ کیا ان سے صاف نہیں پتہ لگ رہا کہ خادم صاحب حضور کی کتب کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ جس پر میں پہنچا ہوں کہ حضرت اقدس مبارک احمد کو ہی اس پیشگوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں۔ پھر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ دنیا کو وہ بات کہی جاتی ہے جو اپنی تحقیق اور ضمیر کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول بڑی لذت اور سرور کے ساتھ اپنا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے............ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک عیسائی کا ایک اعتراض پیش کیا۔ جو اس نے قرآن شریف کی کسی آیت پر کیا تھا اور ساتھ ہی عرض کیا کہ حضور میں نے جواب تو دے دیا ہے مگر میرا دل اس جواب پر پوری طرح مطمئن نہیں۔ خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ حضور نے میرے اس فقرہ کو سن کر بڑی حیرت واستعجاب میں فرمایا۔ کہ مولوی صاحب کیا کوئی شخص کسی کو ایسا جواب بھی دے سکتا ہے جس پر خود اس کا دل مطمئن نہ ہو۔ دوستو یہ وہ تقوی ہے یہ وہ خشیت اللہ ہے جو حضرت مسیح موعود چاہتے ہیں کہ جماعت کے علماء دین کی باتوں کو دوسروں کے سامنے پیش کرتے وقت مدنظر رکھا کریں۔ اب دوست خادم صاحب اور خلیفہ صاحب کی گفتگو کو پڑھ کر خود ہی اندازہ لگالیں کہ کیا اس مسئلہ میں حقیقی خشیت اللہ کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اگر تو جناب خلیفہ صاحب مکرم خادم صاحب کی اس تحقیق کو غلط قرار دیتے اور فرماتے کہ تم نے

حضرت اقدس کے منشا کو غلط سمجھا ہے۔حضرت اقدس نے 20 فروری 1886ء کی مصلح موعود کی پیشگوئی کے ساتھ اس مخصوص علامت کو مبارک احمد پر ہرگز چسپاں نہیں کیا۔تب بے شک خادم صاحب کو ایک حد تک حق پہنچ سکتا تھا کہ اس کے بعد وہ اپنی تحقیق کے خلاف کہتے کیونکہ وہ کہہ سکتے تھے کہ جناب خلیفہ صاحب مکرم کے جواب کے بعد میں نے اپنی پہلی رائے بدل لی اور میری تحقیق ان کی تحقیق کے تابع ہوگئی۔لیکن یہاں تو یہ بات بھی نہیں جناب خلیفہ صاحب مکرم کا جواب بھی انہی کی تحقیق کی نہ صرف تصدیق کر رہا ہے بلکہ اس کو اور بھی قوی بنا رہا ہے۔جناب خلیفہ صاحب مکرم کے اس فیصلے کے دیے جانے کے بعد کہ بے شک حضرت اقدس نے مصلح موعود کی علامت کا مصداق مبارک احمد کو ہی قرار دیا ہے۔اگر خادم صاحب نے اپنے رویہ میں تبدیلی نہ کی تو کیا باقی علماء نے کر لی۔افسوس! واقعات اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔"(رسالہ شان مصلح موعود صفحہ 144 تا صفحہ 146)

قارئین کرام! میں نے بغرض انصاف شیخ مصری کی عبارت متعلقہ کو اس خیال سے بتمام وکمال نقل کر دیا ہے کہ اس کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ میرے مفہوم کو بگاڑ کر پیش کیا ہے اور یہ کہ میرا اس تحریر سے وہ مقصد نہ تھا جو اس سے اخذ کیا گیا اس تحریر کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مصری نے خاکسار پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں بظاہر تو پبلک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو مصلح موعود قرار دیتا اور اس کی تائید میں لیکچر بھی دیتا ہوں۔مگر دل میں حضور کو مصلح موعود نہیں سمجھتا۔گویا معاذ اللہ میں بھی شیخ مصری کی طرح در پردہ منافق ہوں۔

احباب کرام! میں حیران ہوں کہ شیخ مصری کو خاکسار خادم کی زندگی میں اس صریح کذب بیانی اور مغالطہ آفرینی کی جرات کیوں کر ہوئی؟ مجھے رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ شیخ مذکور کو خدا کا خوف نہ سہی دنیا کا ہی کچھ خیال ہوتا۔

اصل حقیقت:: اب میں اصل حقیقت کو آشکار کرنے کے لیے اس واقعہ کا ذکر کرتا ہوں جس کا حوالہ دے کر شیخ مصری نے ناواقف لوگوں کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ بات یہ ہے کہ ستمبر 1933ء میں جب میں نظارہ دعوت وتبلیغ کی طرف سے بغرض مناظرہ بنگلور جاتے ہوئے حیدر آباد (دکن) میں مقیم تھا۔ تو میں نے الفضل 19 ستمبر 1934ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مکرمی مولوی فخر الدین صاحب پینشنر کے ساتھ ایک گفتگو کی رپورٹ پڑھی۔ جس میں مصلح موعود والی پیشگوئی کے متعلق مولوی صاحب موصوف کے جواب میں حضرت امیر المومنین کی طرف بعض ایسے فقرات منسوب کیے گئے تھے۔ جن کے پڑھنے سے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ الفضل کی یہ رپورٹ درست طور پر شائع نہیں ہوئی کیونکہ اس سے بیشتر میں نے خود حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق استفسار کر کے مفصل جواب پالیا تھا۔ جو متذکرہ بالا ڈائری کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اس سفر سے واپسی پر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر حضور سے اس مسئلہ کے متعلق دوبارہ استفسار کروں گا۔ چنانچہ اس ڈائری کے شائع ہونے کے معاً بعد حضور کی طرف سے الفضل میں تردیدی نوٹ بھی شائع ہو گیا کہ مولوی فخر الدین صاحب پینشنر کے سوال کے جواب میں جو کچھ حضور نے فرمایا تھا وہ درست طور پر شائع نہیں ہوا ہے۔ جس سے مجھے گونہ اطمینان حاصل ہو گیا۔ لیکن اس نوٹ میں بھی بالوضاحت یہ ذکر نہ تھا کہ حضرت امیر المومنین نے دراصل کیا فرمایا تھا اور یہ کہ حضور نے اپنے آپ کو مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ میرے اس سفر سے واپس پنجاب آنے کے بعد حسن اتفاق سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سفر مالیر کوٹلہ سے واپسی پر احمدیہ ہوسٹل لاہور میں فروکش ہوئے۔ میں نے حاضر خدمت عالیہ ہو کر حضور سے دریافت کیا کہ کیا

حضور اپنے آپ کو مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق خیال فرماتے ہیں؟ حضور نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضور کو اس بارے میں کوئی شبہ تو نہیں؟ حضور نے فرمایا۔ نہیں۔

پھر میں نے اس کو زیادہ صاف اور غیر مبایعین کے پیدا کردہ مختلف شبہات کے ازالہ کی نیت سے بعض اور استفسار بھی کیے جن کے جواب حضور نے از راہ شفقت بعینہٖ اسی طرح ارشاد فرمائے جس طرح ابتدا سے خاکسار کا اپنا عقیدہ خود حضور کے سابقہ ارشادات و تعلیمات کی بنا پر تھا۔ میری غرض ان استفسارات سے اپنی تسلی ہرگز نہ تھی کیونکہ اس سے قبل میں خود حضور کی زبان مبارک سے کئی مرتبہ نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں سن چکا تھا کہ حضور ہی پیشگوئی متعلقہ مصلح موعود کے مصداق ہیں بلکہ میری غرض صرف یہ تھی کہ الفضل میں شائع شدہ ڈائری 19 ستمبر 1934ء کی مفصل تردید ہو جائے اور یہ کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا مذہب اس پیشگوئی کے متعلق صاف اور نا قابل تاویل الفاظ میں شائع ہو جائے تا ان پیغامیوں کا منہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔ جو عوام کو یہ کہہ کر دھوکا دیتے رہتے ہیں کہ جس صورت میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خود کبھی مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا پھر آپ کے متبعین کیوں حضور کو مصلح موعود قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اسی وقت وہ تمام گفتگو جس طرح ہوئی تھی لکھ کر حضور کی خدمت میں بغرض تصدیق پیش کی حضور نے اسے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ درست ہے۔ تب میں نے اسے بغرض اشاعت الفضل میں بھیج دیا جو الفضل 27 فروری 34ء میں شائع ہوئی جس کا حوالہ شیخ مصری نے اپنے رسالہ شان مصلح موعود میں دیا ہے۔

میرے استفسار کی اصل غرض :: اب ظاہر ہے کہ جو استفسار میں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے کیا۔ وہ ہرگز اس بنا پر نہ تھا کہ گویا خود

میرے دل میں کسی وجہ سے یہ شبہ تھا کہ آیا حضور مصلح موعود ہیں یا نہیں؟ یا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم کو کیوں تین کو چار کرنے والا قرار دیا ہے بلکہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں اس شائع شدہ گفتگو سے کئی سال پہلے سے خود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہی کی تعلیم کے مطابق اس مسئلہ کے متعلق خاکسار کا وہی عقیدہ تھا جو اس وقت میرا عقیدہ ہے اور میرے اس عقیدہ کی تاریخ حضور نے بلاواسطہ تعلیم ہی سے شروع نہیں ہوئی بلکہ اس سے بھی پہلے میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کا بالاستیاب اور بغور مطالعہ کر کے اس کو اخذ کیا اور پھر محولہ بالا شائع شدہ گفتگو سے کئی سال پہلے جب اپنے آقا ومطاع حضرت فضل عمر سیدنا محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے اس کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے اس کی تصدیق فرما دی جس کے بعد میں اس عقیدہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہو گیا۔ مگر یہ بات الفضل 27 مئی 34ء میں شائع شدہ گفتگو سے بہت عرصہ پہلے کی ہے۔

اس شائع شدہ گفتگو کے وقت میرے دل میں کوئی شک وشبہ نہ تھا نہ کسی شک وشبہ کا ازالہ اس وقت مقصود تھا بلکہ محض حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عقیدہ کو شائع کرنا مقصود تھا تا کہ کسی مخالف کے لیے کوئی شبہ پیدا کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ نیز یہ بھی مدنظر تھا کہ تا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مصلح موعود ہونے کا غیر مشروط دعویٰ پڑھ کر کوئی مخالف یہ نہ کہہ سکے کہ ممکن ہے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذہن میں اس دعویٰ کے وقت انجام آتھم کی عبارت نہ تھی۔ لہٰذا میں نے وہ عبارت بھی جو مخالفین پیش کیا کرتے تھے۔ حضور کے سامنے پیش کر کے حضور کی زبان مبارک سے اس کی مدلل ومعقول تشریح بھی کرا لی اور اس طرح سے مصری اور ہیچو قسم کے دوسرے مخالفین

مصلح موعود کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہنے دیا۔

اس گفتگو کو جو خاکسار اور حضرت امیر المومنین ؓ کے درمیان ہوئی شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ کہیں بھی نہ پاؤ گے کہ میں نے یہ کہا ہو کہ مجھے اس معاملہ میں کچھ شبہ ہے یا یہ کہ فلاں بات میری سمجھ میں نہیں آئی ہرگز نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ شیخ مصری نے کس بنا پر مجھ پر یہ الزام لگانے کی جرات کی کہ گویا میرا دل سے تو یہ مذہب نہیں کہ حضور مصلح موعود ہیں لیکن ظاہری طور پر میں ایسا کہتا ہوں۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر بغرض بحث یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اس شائع شدہ گفتگو سے پہلے میرے دل میں کوئی شبہ تھا۔ تو اس سے یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت امیر المومنین کے واضح غیر مبہم اور مدلل جواب کے بعد بھی میرے دل میں وہ فرضی اور مزعومہ شبہ باقی رہا۔ پھر کس بنا پر بدقسمت مصری کو یہ لکھنے کا حق حاصل ہو گیا کہ جلسہ سالانہ 37ء کی تقریر میں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا مصلح موعود ہونا ثابت کرنے کے لیے جو کچھ کہا وہ میری اپنی تحقیق اور ضمیر کے بالکل برخلاف تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ شیخ مصری اپنی فطرت کے مطابق دوسروں کو بھی اپنے اوپر ہی قیاس کرنے کا عادی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جو جو الزام جماعت احمدیہ کے افراد اور ان کے مقدس امام پر وہ لگا رہا ہے درحقیقت وہ سب اس کی اور اس کے اقرباء کی اپنی حالت ہی کے آئینہ دار ہیں۔ شیخ مصری کے مندرجہ والا طویل اقتباس سے شیخ مذکور کی بدحواسی بھی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس میں کبھی تو یہ کہتا ہے کہ خادم گجراتی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے جواب کے بعد اپنا عقیدہ تبدیل کیوں نہ کر لیا؟ اور کبھی یہ کہتا ہے کہ حضرت صاحب نے جواب میں جو کچھ فرمایا۔ وہ خادم کی اپنی تحقیق کی تصدیق کرتا تھا بلکہ اس کو اور بھی زیادہ قوی کرتا تھا تو پھر میرے لیے اپنی سابقہ تحقیق کے تبدیل کرنے کا کون سا موقعہ تھا۔

حدیث نبوی سے ایک مثال:: شیخ مصری تو شاید عداوت حق کے باعث اپنے سرمایہ علمی سے بکلی تہی دست ہو چکا ہے۔اس لیے اسے کوئی دلیل دے کر سمجھانا تو بے سود ہے۔ لیکن اہل انصاف کی اگاہی کے لیے بخاری شریف کی ایک حدیث کا ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ حدیث صحیح میں ہے۔ ایک دفعہ یہ عجیب اتفاق ہوا کہ ایک بدوی نما شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ما الایمان (ایمان کیا ہے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں ایمان کی تعریف بیان فرمائی پھر وہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ شخص کون تھا تو صحابہ نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔تو حضور نے فرمایا کہ یہ جبرائیل تھا اور اس غرض سے آیا تھا کہ لیعلمکم ایمانکم (تا تم کو تمہارے ایمان کا سبق دے) گویا حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقصد ایمان کے متعلق سوال کرنے سے یہ نہ تھا کہ ان کو خود ایمان کی ماہیت کا علم نہ تھا۔ یا یہ کہ ایمان کے بارے میں خود ان کو شبہ تھا۔ بلکہ یہ غرض تھی تا اس سوال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایمان کی ماہیت اپنے صحابہ کے سامنے بیان کرنے کی ایک تقریب پیدا ہو جائے۔

پس ثابت ہوا کہ محض کسی معاملہ میں سوال کرنے سے سائل کے اپنے شبہات کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات دوسروں کے فائدہ کے لیے ایک علمی مسئلہ کی وضاحت کرانا بھی مقصود ہوتا ہے۔سو بعینہٖ اسی طرح میرا مقصود بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے مصلح موعود کی پیشگوئی اور اس کے متعلقہ اعتراضات کی مکمل و مدلل وضاحت کرانا تھا۔اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کرنا نہ تھا کیونکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اس سے ایک عرصہ قبل میں خود حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے کئی مرتبہ سن چکا تھا

کہ حضور ہی 20 فروری 1886ء والی پیشگوئی کے مصداق اور مصلح موعود ہیں اور یہ کہ اس کے خلاف جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض بے بنیاد تاویلات ہیں۔ جن کا باعث سوائے عداوت محمود کے اور کچھ نہیں۔

شیخ مصری کا تلبیس حق :: باقی رہا میرے سوال کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا انجام آتھم والی پیشگوئی میں ''وہ تین کو چار کرے گا'' کے متعلق فرمانا کہ ''پیشگوئی کے ظہور میں آنے سے قبل اس کی پوری طرح وضاحت نہیں ہوتی۔'' سو اس پر شیخ مصری کے لیے اعتراض کرنے کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ وہ اپنے اسی رسالہ شان مصلح موعود کے صفحہ 293 تا صفحہ 299 میں حضرت امیر المومنین کی تحقیق کی مکمل طور پر تصدیق کرتا ہے۔ پس شیخ مصری کا باوجود اس اقرار کے مصلح موعود کی شان کو ناواقف لوگوں پر مشتبہ کرنے کے لیے بار بار انجام آتھم و تریاق القلوب کا حوالہ پیش کرنا محض تلبیس حق ہے۔ جس کا پول ان شاء اللہ العزیز کسی اور موقع پر کھولا جائے گا۔ (الفضل 29 مارچ 1939ء صفحہ 4 تا 6)

مصلح موعود کی پیشگوئی پر گفتگو اور شیخ مولا بخش صاحب لائل پوری

جلسہ سالانہ 1940ء کے موقعہ پر خاکسار کی تقریر ''مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق کون ہے'' کے عنوان پر تھی 27 دسمبر کو تقریر کے بعد میرے پاس ایک صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے ایک غیر مبائع دوست تمہاری تقریر کے متعلق تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ گو میں سخت عدیم الفرصت تھا کیونکہ علاوہ دیگر کاموں کے اسی دن حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریر کے بعد رات کو حضور سے جماعت گجرات کی ملاقات کا وقت مقرر تھا۔

مگر تاہم میں نے جواب دیا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریر کے بعد ان صاحب کو خاکسار کی جائے قیام (کوٹھی برادر محترم جناب راجہ علی محمد صاحب ای۔اے۔سی مہتمم بندوبست لاہور) پر لے آئیں۔ چنانچہ وقت مقررہ پر راجہ صاحب موصوف کی کوٹھی پر ہم سب جمع ہوئے ان غیر مبائع صاحب کے ساتھ جن کا نام شیخ مولا بخش صاحب ہے دو تین ان کے ہم خیال بھی تھے۔ گفتگو کی خبر سن کر آٹھ دس اور دوست بھی شامل ہو گئے آٹھ دس اور دوست بھی شامل ہو گئے جن میں دو تین غیر احمدی معززین تھے گفتگو قریباً دو گھنٹہ تک ہوئی۔

میں نے اس گفتگو کو علاوہ اس وجہ سے کہ وہ ایک پرائیویٹ گفتگو تھی) اس لئے بھی کوئی اہمیت نہ دی کہ وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ تھی جو عربی عبارت تو کجا اردو عبارت بھی درست طور پر پڑھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا یہ حال تھا کہ ان کو اکثر مرتبہ حوالہ بھی خاکسار ہی نکال کر دیتا رہا۔ شیخ صاحب کی علمی حالت کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ ''پیغام صلح'' کا مضمون بھی انہوں نے خود تحریر نہیں کیا بلکہ مولوی عمر الدین صاحب شملوی سے لکھوایا ہے۔ چنانچہ مضمون کے شروع میں جو ایڈیٹوریل نوٹ ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

''یہ مضمون جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی نے بھجوایا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ مضمون انہیں جناب شیخ مولا بخش صاحب تاجر لائل پوری نے لکھوایا ہے شیخ صاحب موصوف کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ممکن ہے ان الفاظ سے ایڈیٹر صاحب کا مطلب بھی یہی ہو کہ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ شیخ صاحب اچھی طرح پڑھ لکھ نہیں سکتے۔

دخل در تقریر: میں نے شیخ صاحب کو اپنے شبہات بیان کرنے کے لئے اتنا کھلا موقعہ دیا کہ انہیں کہہ دیا کہ خواہ آپ صبح تک بولتے رہیں میں آپ کو نہ روکوں گا۔ بلکہ نہایت خاموشی

سے آپ کی تقریر سنوں گا۔ مگر آپ خدا کے لئے مجھے اپنا جواب مکمل طور پر بیان کر لینے دیں۔ انہوں نے تین مرتبہ عہد کیا۔ مگر **اوفوا بالعهد ان العهد کان مسؤلا** کے ارشاد خداوندی پر ایک مرتبہ بھی عمل نہ کر سکے۔ غرض میں نے تو اس گفتگو کا ذکر اخبار میں لانا موزوں نہ سمجھا۔ مگر شیخ مولا بخش صاحب نے اخبار پیغام صلح 21 جنوری 1941ء میں ذیل کے عنوان سے ایک مضمون شائع کرا دیا۔

”پیشگوئی دربارہ مصلح موعود خادم صاحب گجراتی سے میری گفتگو“

ثالث مقرر کرنے کا ادعا:: اس مضمون میں جس قدر صداقت سے کام لیا گیا ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ لکھا ہے کہ اس گفتگو کا فیصلہ کرنے کے لئے شیخ محمد صدیق صاحب آف اوکاڑہ کو حکم اور ثالث مقرر کیا گیا تھا اور یہ کہ ثالث مذکور نے فیصلہ شیخ صاحب کے حق میں دیا۔ شیخ مولا بخش صاحب کے سارے مضمون کی بنیاد ان ہی دونوں باتوں پر ہے اور انہیں اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ مضمون کے ابتداء میں ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے اپنی طرف سے جو تعارفی نوٹ دیا ہے اس میں لکھا ہے ”فیصلہ کے لئے ایک قادیانی دوست کو ہی حکم قرار دیا گیا اور انہوں نے فیصلہ جناب شیخ صاحب موصوف کے حق میں دیا۔“ اسی طرح خود شیخ مولا بخش صاحب لکھتے ہیں۔ ”سلسلہ کلام شروع ہوا۔ اور اس گفتگو کا فیصلہ کرنے کے لئے میاں محمد صدیق صاحب امیر جماعت قادیان اوکاڑہ کا حکم مقرر کر لیا گیا۔ اور سلسلہ کلام اس طرح شروع ہوا۔“

امر واقعہ کیا ہے:: حیرت ہے کہ شیخ مولا بخش صاحب نے یہ ادعا کیوں کیا۔ اس گفتگو

میں صرف شیخ مولا بخش صاحب اور شیخ محمد صدیق صاحب ہی نہ تھے بلکہ صاحب خانہ بردار محترم جناب راجہ علی محمد صاحب مہتمم بندوبست لاہور کے علاوہ جناب محمود احمد صاحب پرنسپل انڈسٹریل سکول امرت سر (غیر احمدی) چوہدری فتح محمد صاحب بی اے لاہور (غیر احمدی) پروفیسر مسعود شاہد صاحب ایم اے راشد صاحب سیالکوٹی جناب سید فخر الاسلام صاحب اور ان کے علاوہ اور دوست بھی موجود تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اس گفتگو کے دوران میں کسی شخص کو بھی ثالث یا حکم نہ صرف مقرر نہیں کیا گیا۔ بلکہ کسی شخص کو ثالث یا حکم یا پریذیڈنٹ بنانے کے متعلق گفتگو تک نہیں ہوئی۔ حتی کہ کسی کو اس قسم کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔

گفتگو میں مقابلہ کی صورت نہ تھی::: وہ گفتگو کوئی مناظرہ یا مباحثہ کا رنگ نہ رکھتی تھی کہ اس میں کوئی ثالث مقرر کیا جاتا بلکہ محض اس خیال سے تھی کہ شیخ صاحب کچھ سوالات اپنے شکوک کے ازالہ کے لئے کرنا چاہتے تھے۔ اس غرض سے میں نے وقت دیا تھا۔ اور اسی اثر کے ماتحت ہم وہاں جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ گفتگو کے شروع ہونے سے پہلے جب شیخ مولا بخش صاحب نے کہا کہ میرے پاس کتابیں نہیں ہیں۔ تریاق القلوب بھی نہیں ہے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ کوئی حرج نہیں۔ یہ کوئی بحث یا مقابلہ نہیں ہے۔ دورانِ گفتگو میں بھی میں نے بارہا شیخ صاحب سے کہا کہ میرا مقصد آپ کو لاجواب کرنا نہیں بلکہ محض سمجھانا ہے۔ اور ہم دوستانہ گفتگو کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ پس اول سے آخر تک ایک مرتبہ بھی پریذیڈنٹ یا صدر تک مقرر کئے جانے کا ذکر اشارتاً یا کنایۃً نہ صرف میری طرف سے بلکہ شیخ مولا بخش صاحب کی طرف سے بھی نہیں ہوا۔ چہ جائیکہ ثالث اور حکم مقرر ہونے کی گفتگو ہوتی۔ اسی لئے گفتگو میں فریقین کے لئے تقریر کا کوئی وقت بھی معین نہ کیا گیا۔ نہ کوئی شرائط تھیں۔

اپنے بیان کی تائید میں حلف:: اصل حالات بیان کرنے کے بعد میں شیخ مولا بخش صاحب کے ساتھ گفتگو میں کوئی ثالث یا حکم مقرر نہیں ہوا تھا۔ نہ اس کے تقرر کے متعلق کوئی گفتگو ہی ہوئی تھی۔ نہ اس کا ذکر ہوا تھا اور نہ ہی اس کا خیال تک تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ آج تک خاکسار نے کسی مناظرہ یا مذہبی گفتگو میں کسی مذہبی عقیدہ کے تصفیہ کے لئے کوئی ثالث تسلیم نہیں کیا اور نہ ہم مذہبی عقائد کے تصفیہ کے لئے کسی انسان کو ثالث یا حکم مقرر کرنا مذہبا جائز سمجھتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات بالکل واضح ہیں اور خاکسار کا اپنا عقیدہ قابل تردید دلائل کے ساتھ ایک سال ہوا (جماعت احمدیہ گنج لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ پس اگر مصلح موعود کی پیشگوئی پر گفتگو کرنے کے لئے شیخ مولا بخش صاحب کسی شخص ثالث مقرر کرنے کی تجویز بھی کرتے تو بھی میں اس کو یقیناً رد کر دیتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اور ہے اس موقعہ پر تو شیخ صاحب نے کوئی ایسی تجویز پیش ہی نہیں کی تھی۔

شیخ محمد صدیق صاحب کا فیصلہ:: دوسری بات جو یہ کہی گئی ہے کہ شیخ محمد صدیق صاحب نے شیخ مولا بخش صاحب کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے متعلق بھی یہی عرض ہے کہ یہ بھی بے بنیاد اور خلاف واقعہ بات ہے۔ اول تو شیخ محمد صدیق صاحب کی رائے کسی پر حجت نہیں۔ خصوصاً اس صورت میں کہ مجھے ابھی تک ان کے متعلق کچھ زیادہ واقفیت نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ شیخ مولا بخش صاحب کے بھائی ہیں۔ بایں شیخ محمد صدیق صاحب نے میری موجودگی میں گفتگو کے نتیجہ کے متعلق شیخ مولا بخش صاحب کی تائید میں کسی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس دوران گفتگو میں مختلف مواقع پر وہ خاکسار کی تائید کرتے رہے جس کے متعدد احباب گواہ ہیں۔

پس شیخ مولا بخش صاحب کے بیان کے اس حصہ کے متعلق بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انہوں نے جو تحریر فرمایا ہے۔''وہ خلاف واقعہ اور غلط ہے۔''

ایک اور ثبوت اس امر کا کہ اس گفتگو کے تصفیہ کے لئے کوئی حکم یا ثالث فریقین کی طرف سے مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ یہ ہے کہ شیخ صاحب نے اپنے سارے مضمون میں ایک جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ شیخ محمد صدیق صاحب (مزعومہ ثالث) نے دوران گفتگو میں یا اس کے اختتام پر خاکسار یا حاضرین مجلس کی موجودگی میں اپنی کسی رائے کا اظہار کیا ہو۔ یعنی یہ کہا ہو کہ فریقین میں سے فلاں فریق غالب رہا۔ یا یہی کہا ہو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مصلح موعود ثابت نہیں ہوئے۔ بلکہ پیغام صلح کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس میں شیخ محمد صدیق صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ یہ تھا۔

''ہم نے جو کچھ سمجھنا تھا سمجھ لیا۔ اب آپ اس بحث کی بجائے آگے اور بحث کریں اور بس آگے کچھ ضرورت نہیں۔ اب اس کے بعد یہ گفتگو ہو کہ آیا میاں صاحب اپنے آپ کو مصلح موعود قرار دیتے ہیں یا نہیں؟'' ....''اب اس پر بھی مزید بحث کی ضرورت نہیں اس لئے بحث ختم ہو گئی۔''

یہ ہیں مجموعی طور پر وہ فقرات جو شیخ محمد صدیق صاحب کی طرف پیغام صلح کے مضمون میں منسوب کئے گئے ہیں۔ ان میں ان کی طرف سے کسی رائے کا اظہار نہیں ہے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ فی الحقیقت شیخ محمد صدیق صاحب نے یہ فقرات کہے۔ تو بھی ان سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ شیخ مولا بخش صاحب فتح یاب رہے! بلکہ اگر ان سے کچھ نکل سکتا ہے تو یہ کہ (1) شیخ محمد صدیق صاحب اس مجلس میں ثالث یا حکم بن کر نہیں بلکہ اس مسئلہ کو ''سمجھنے'' کے لئے بیٹھے تھے۔ (2) انہوں نے بحث کے اختتام تک اپنی کسی رائے کا

اظہار نہ کیا۔

پھر طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغام صلح کے مزعومہ ثالث نے ''فیصلہ'' کب دیا؟ تو اس کے جواب میں شیخ مولا بخش صاحب لکھتے ہیں۔

''ہم یہاں سے اس گفتگو کو ختم کر کے جب واپس آ رہے تھے تو پھر شیخ محمد صدیق صاحب امیر جماعت قادیانی اکاڑہ نے فرمایا۔ کہ ہم سمجھ گئے ہیں کہ خادم صاحب کی تقریر جو جلسہ میں کی گئی تھی وہ یکطرفہ خیالات تھے اور بحث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ مصلح موعود کون ہے؟ .... اس فیصلہ کو سنتے ہی میاں عطا اللہ صاحب مالک فلور ملز بہت ہی خوش ہوئے اور کہا کہ لیجئے! حکم کا فیصلہ بھی آپ ہی کے حق میں ہو گیا۔'' (پیغام صلح 27 جنوری صفحہ 11)

گویا جب بحث ختم کر کے شیخ مولا بخش صاحب اور ان کے رفیق معہ شیخ محمد صدیق صاحب مجلس سے چلے گئے۔ تو ہماری غیر حاضری میں رستہ میں یا گھر پہنچ کر ان کو یہ ''فیصلہ'' سنایا۔ اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ان کے مزعومہ حکم نے مجلس کے سامنے فریق ثانی کی موجودگی میں کوئی فیصلہ نہ سنایا تھا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ جن مجالس میں فریقین متنازعہ مسئلہ کے تصفیہ کے لئے کسی شخص کو ثالث یا حکم مقرر کیا کرتے ہیں۔ کیا ان میں ثالث اسی طرح فیصلہ سنایا کرتے ہیں؟ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ بحث ختم کر کے جب سب لوگ چلے جائیں مجلس برخاست ہو جائے اور ثالث بھی اٹھ کر چلا جائے تو راستہ میں ایک فریق کے سامنے ثالث اپنی رائے کا اظہار کرے؟ پس راستہ میں ایک فریق کے کان میں ''فیصلہ'' سنانا خود اپنی ذات میں اس امر کا ثبوت ہے کہ دراصل اس مجلس میں تصفیہ گفتگو کے لئے کوئی ثالث یا حکم مقرر نہ کیا گیا تھا۔

پس شیخ مولا بخش صاحب کا یہ لکھنا کہ شیخ محمد صدیق صاحب گفتگو کا فیصلہ کرنے کے لئے حکم قرار پائے تھے اور پھر یہ کہ شیخ صاحب نے ان کے حق میں فیصلہ دیا سراسر خلاف واقعہ بات ہے۔ (الفضل 25فروری1941ء صفحہ 5،6)

ایک فائر میں ختم: :ایک اور بات جو شیخ مولا بخش صاحب نے اپنے مضمون میں بیان کی ہے وہ یہ ہے۔

’’خادم صاحب نے از راہِ تکبیر کہا کہ لاہوری تو میرے ایک فائر میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ایک منٹ بھی گفتگو نہیں کر سکتے۔

میری طرف یہ فقرہ منسوب کر کے شیخ صاحب نے اس کو اپنے مضمون میں کئی بار دوہرایا ہے۔لیکن خدا شاہد ہے کہ یہ فقرہ بھی اسی طرح شیخ مولا بخش صاحب یا ان کے کسی ساتھی کی ایجاد ہے۔جس طرح ثالث کے تقرر کا ادّعا۔ میں نے ہرگز ہرگز ایسا کوئی فقرہ استعمال نہیں کیا۔نہ صرف اس موقعہ پر بلکہ اپنی زندگی .... اور موقعہ پر بھی استعمال نہیں کیا۔ میں نے عمر بھر کبھی نہ بندوق نہیں چلائی۔نہ کبھی فائر کیا ہے۔پھر اس بناوٹی فقرہ کو دوہرا دوہرا کر اس کی بنا پر خاکسار پر طنز و تعریض کرنا کیونکر مناسب ہے۔ہاں میں نے یہ ضرور کہا تھا۔کہ مصلح موعود والی پیشگوئی اس قدر واضح ہے کہ اگر طلب حق مقصود ہو۔تو ایک منٹ میں انسان حقیقت کو پا سکتا ہے۔کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں۔اور میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔لیکن لاہوری پارٹی کو ’’ایک فائر میں ختم‘‘ کر دینے کا دعویٰ یا یہ تعلّی کہ ’’لاہوری پارٹی والے ایک منٹ بھی گفتگو نہیں کر سکتے۔‘‘ یہ ہرگز نہیں کہا۔اور کسی طرح کہتا جبکہ خاکسار بارہا تین تین، چار چار گھنٹہ تک پیغامی مبلغین سے مناظرے کر چکا ہے۔ نیز جبکہ میرے آقا سیدنا فضل عمر حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا الہام ان الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم

القیامۃ موجود ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل پیغام کا وجود بھی منکرین مسیح کی طرح کسی نہ کسی رنگ میں قیامت تک قائم رہے گا۔تو پھر میں کیونکر یہ دعوئے کرسکتا ہوں ۔کہ پیغامی میرے ایک فائر ہی سے ختم ہو جاتے ہیں۔

مشتے کہ بعداز جنگ:: شیخ مولا بخش صاحب کے مضمون کا وہ حصہ بھی جس میں انہوں نے سوال وجواب کے رنگ میں باہمی گفتگو کی تفصیل دی ہے۔دوست نہیں۔دورانِ گفتگو میں نہ اکثر وہ باتیں جو انہوں نے اس مضمون میں اپنی طرف منسوب کی ہیں وہ انہوں نے کہیں اور نہ وہ جوابات جو انہوں نے میری طرف منسوب کئے ہیں میں نے دیئے۔پھر اکثر حوالجات جو انہوں نے اس مضمون میں درج کئے مشتے کہ بعداز جنگ یاد آید کے مصداق ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حوالے شیخ صاحب کو بعدازاں مولوی عمر الدین صاحب شملوی یا کسی اور نے بتائے اور ان حوالوں کو (جو بوقت گفتگو غالباً شیخ مولا بخش صاحب کے علم میں بھی نہ تھے۔) اس مضمون میں پڑھ کہ یہ خیال ہوتا ہے۔کہ یہ خاکسار کے ساتھ گفتگو کی تفصیل نہیں۔بلکہ آئندہ کی کسی خیالی گفتگو کا نقشہ تیار کیا ہے۔حالانکہ جب وہ ایک واقعی گفتگو کے حالات تحریر کرنے بیٹھے تھے۔تو انہیں فرضی حوالے اور فرضی سوال وجواب تحریر کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔مثال کے طور پر شیخ صاحب نے اپنے مضمون میں مکتوب 8 جون 1886ء کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ پیش کیا تھا۔

حالانکہ اس گفتگو میں یہ مکتوب کسی نے پیش نہیں کیا۔اور نہ وہ زیر بحث آیا۔اسی طرح نہ شیخ صاحب نے ''محمود'' کا نام صفاتی ہونے کی دلیل پیش کی۔اور نہ خاکسار نے اس کے جواب میں مبارک احمد کے نام کے الہامی ثابت کرنے کا مطالبہ کیا۔اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ذیل میں حاضرین مجلس میں سے چند ایک کے حلفی بیانات درج کئے جاتے ہیں:۔

چوہدری فتح محمد صاحب بی اے کی شہادت:: ’’میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اسی کی قسم سے عرض کرتا ہوں ۔ کہ مورخہ 27 دسمبر 1940ء کی شب کو میں اس گفتگو کے وقت موجود تھا۔ جو ملک عبد الرحمن صاحب خادم بی اے ، ایل ایل بی گجراتی اور شیخ مولا بخش صاحب لائلپوری کے درمیان مصلح موعود والی پیشگوئی کے متعلق ہوئی۔ میں گفتگو میں شروع سے آخر تک شامل رہا۔ میں اسوقت بھی موجود تھا۔ جب پہلی مرتبہ شیخ محمد صدیق صاحب نے ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم سے مل کر گفتگو کیلئے وقت مقرر کیا تھا۔ اور جناب خلیفہ صاحب کی تقریر کے اختتام پر فریقین کے ہمراہ میں ہی جلسہ گاہ سے راجہ صاحب کی کوٹھی پر گیا تھا۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ اس گفتگو کا فیصلہ کرنے کے لئے کوئی ثالث یا حکم مقرر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کے متعلق کوئی گفتگو یا تجویز تک فریقین میں سے کسی کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اس گفتگو کے دوران میں کوئی صدر یا پریذیڈنٹ بھی فریقین کی طرف سے مقرر نہ تھا۔ یہ بھی میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ گفتگو کے دوران میں یا ختم ہونے پر شیخ محمد صدیق صاحب نے کوئی فیصلہ شیخ مولا بخش صاحب کے حق میں یا ملک عبدالرحمن صاحب خادم پلیڈر کے خلاف نہیں دیا تھا۔ بلکہ شیخ محمد صدیق صاحب نے بارہا ملک عبدالرحمٰن صاحب ہی کی تائید کی۔

گفتگو کے نتیجہ کے متعلق عرض ہے کہ اس وقت کی کیفیت تو یہ تھی کہ شیخ مولا بخش صاحب کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ بالکل لاجواب ہو گئے تھے۔ اور ملک صاحب کے دلائل کا جواب دینا تو درکنار اُن کا سمجھنا بھی شیخ صاحب کی استعداد سے بالا تھا۔

شیخ صاحب نے بارہا وعدہ کیا کہ وہ خادم صاحب کی تقریر کے دوران میں نہ بولیں گے مگر انہوں نے ایک مرتبہ بھی خادم صاحب کی تقریر کو مکمل نہ ہونے دیا۔ جس کا سب حاضرین اور خاص کر شیخ محمد صدیق صاحب کو بہت افسوس تھا۔ دوران گفتگو میں جب شیخ صاحب کی

تقریر کی باری آئی تھی تو شیخ صاحب کا علمی خزانہ ایک منٹ کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا۔ شیخ صاحب کی یہ حالت تھی کہ وہ اردو عبارت بھی پڑھ نہ سکتے تھے۔ حوالے ان کو خادم صاحب نکال کر دیتے تھے۔ اور بعض دفعہ ان کی بجائے حوالے پڑھ کر بھی وہی سناتے تھے۔ میں نے ''پیغام صلح'' کا مضمون پڑھا ہے۔ وہ ان شیخ مولا بخش صاحب کا تو لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا جنہوں نے خادم صاحب سے گفتگو کی تھی بلکہ کسی ایسے آدمی کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو گفتگو کے وقت موجود نہ تھا۔ کیونکہ اس میں اکثر ایسی باتیں درج ہیں جن کو پڑھ کر سخت حیرت ہوئی کیونکہ دوران گفتگو میں ان کا ذکر تک نہیں آیا۔

میں یہ بھی حلفاً بیان کرتا ہوں کہ خادم صاحب نے ایک مرتبہ بھی یہ نہیں کہا تھا۔ کہ میں لاہوری پارٹی والوں کو ایک فائر میں ختم کر سکتا ہوں۔ یا یہ کہ وہ ایک منٹ بھی گفتگو نہیں کر سکتے۔ مجھے افسوس ہے کہ پیغام صلح کا مضمون شروع سے آخیر تک غلط بیانیوں کا مجموعہ ہے۔ جس کی مجھے سخت حیرت ہے۔ خاکسار کا سابقہ تجربہ تو یہ تھا۔ کہ احمدی جھوٹ سے پرہیز کرتے ہیں۔ مگر تعجب ہے۔ کہ شیخ مولا بخش صاحب نے ''پیغام صلح'' میں ایسا مضمون لکھا۔ شیخ صاحب کی 27 دسمبر والی گفتگو کا اخبار میں ذکر کرنا تو درکنار میرا تو خیال تھا کہ شیخ صاحب اس گفتگو کا ذکر (جس حالت میں کہ یہ ہوئی) گھر والوں سے بھی نہیں کریں گے''

فتح محمد بی اے از لاہور (غیر احمدی)

پروفیسر مسعود شاہد صاحب ایم اے کی شہادت: میں مسعود شاہد ولد کریم بخش۔ خدائے قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور جو سزا و جزا کا مالک ہے کہ سالانہ جلسہ قادیان کے موقعہ پر میں اپنے دونوں بڑے بھائیوں کے ہمراہ مکرم خادم اور شیخ مولا بخش صاحب لائلپوری کی گفتگو کے دوران میں شریک تھا۔ میں گفتگو کے کچھ منٹ قبل

ہی راجہ علی محمد صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گیا تھا۔ میرے سامنے قطعاً فریقین کی رائے سے کسی کو حکم مقرر نہ کیا گیا تھا۔ میں یہ بھی حلفاً بیان کرتا ہوں کہ شیخ محمد صدیق صاحب نے قطعاً کوئی ''فیصلہ'' نہ ہی تو شیخ مولا بخش صاحب کے حق میں اور نہ خادم صاحب کے حق میں دیا۔ میں اس امر کے متعلق بھی حلفاً بیان کرتا ہوں کہ خادم صاحب نے قطعاً کوئی فقرہ ایسا استعمال نہ کیا تھا جس کو غیر مہذب کہا جا سکے۔ یہ فقرہ کہ ''میرے ایک فائر سے لاہوری پارٹی والے ختم ہو جاتے ہیں، تو کسی ستم ظریف کے نہایت زرخیر دماغ کی نہایت حیران کن ایجاد ہے۔ اس تبادلہ خیالات کے متعلق میں صرف یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ شیخ مولا بخش صاحب شروع سے آخر تک بار بار ایک ہی بات کرتے گئے۔ باوجود اس کے کہ خادم صاحب نے کئی بات اس کا خاطر خواہ جواب دے دیا تھا۔ شیخ صاحب کی ہر حرکت سے گھبراہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ جب وہ ایک اعتراض کرنے اور خادم صاحب اس کا جواب دینے لگتے تو چلا چلا کر کہتے کہ میں نے اعتراض تو ایک منٹ میں کیا ہے آپ جواب بھی اتنے ہی وقت میں کیوں نہیں دیتے؟ ان کی بچوں کی سی ضد دل و دماغ پر نہایت گراں معلوم ہوتی تھی۔ اور دل ہر بات پر ہی دعا کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ شیخ صاحب کو اپنے فضل سے ہدایت عطا فرمائے۔ مسعود شاہد۔ (الفضل 26 فروری 1941ء صفحہ 5-6)

خان صاحب راجہ علی محمد صاحب کا حلفی بیان:: برادر محترم جناب راجہ علی محمد صاحب ای اے سی مہتمم بندوبست لاہور (جن کی کوٹھی پر گفتگو ہوئی تھی، تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے پیغام صلح کا مضمون مشارٌ الیہ پڑھتا ہے۔ اور حیرت ہوئی۔ کہ ایک ایسا شخص جو دنیاوی رنگ میں معزز اور کامیاب ہونے کے علاوہ اپنے آپ کو ایک مذہبی آدمی بھی خیال کرے۔ کس طرح ایک مذہبی مسئلہ کی تحقیق کے متعلق یہ رویہ اختیار کر سکتا ہے۔

مجھے پہلے یہ معلوم نہ تھا۔ کہ جن صاحب نے اس دن خادم صاحب سے گفتگو کی۔ وہ شیخ مولا بخش صاحب لائلپوری تھے جن کے متعلق میں نے سنا ہوا تھا۔ کہ وہ غیر مبایعین کے ایک برگزیدہ ممبر ہیں۔ انسان اپنے تصور میں ایک نادیدہ مگر شنیدہ ہستی کے متعلق سماعی معلومات کی بناء پر ایک تصویر کھینچ لیتا ہے۔ مگر شیخ صاحب کے متعلق جو خاکہ اپنے سماعی علم کی بناء پر میرے تصور میں تھا۔ وہ اس حقیقت کے آشکار ہونے پر (کہ وہ گفتگو کرنے والے صاحب شیخ مولا بخش لائل پوری تھے) یکدم ریزہ ریزہ ہو گیا۔

نہ معلوم شیخ صاحب نے پیغام صلح میں ہی مضمون کی اشاعت میں کی مصلحت دیکھی ہے نہ وہ عالم نہ مناظر اور نہ ان کو یہ دعویٰ نہ اس مضمون میں انہوں نے کوئی ایسی وزنی سنجیدہ اور قابل غور جدید دلیل پیش کی ہے۔ جو خادم صاحب کی سالانہ جلسہ کی تقریر کے استدلال کے خلاف ہو۔ یا جس سے ناظرین اخبار کو کوئی فائدہ پہونچتا۔ ان کے تمام مضمون پر یکجائی نظر ڈالنے سے جا بجا یہ مترشح ہوتا ہے۔ کہ شیخ صاحب کو اپنی کم علمی اور اپنے استدلال کے بوداپن کا اس دن مقابلہ میں بشدت احساس ہوا۔ اور شائد یہی احساس ہی اس مضمون آفرینی کا باعث ہوا۔

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر چند اہم امور کے متعلق اپنے تاثرات بلا کم کاست صحیح ذیل میں پیش کرتا ہوں۔ اور بہ حلف اظہار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی صحیح علم ہے نہ تعلقات یا رشتہ داری سے اثر پذیر ہوا ہے۔ نہ حمیت وغیرت یا جماعتی عصبیت کا اس پر اثر ہے۔

(1) شیخ محمد صدیق صاحب یا کسی اور شخص کو نہ ثالث یا حکم یا پریذیڈنٹ یا صدر مقرر کیا گیا۔ نہ کوئی اس قسم کی تجویز ہوئی۔ اور یہ نہ اس بارہ میں کوئی ذکر ہوا، چونکہ شیخ محمد صدیق صاحب ہی اس مسئلہ پر روشنی ڈلوانے کے لئے شیخ مولا بخش صاحب کو لائے تھے۔ اور طریق گفتگو استفسارانہ تھا۔ اس لئے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ یہ خیال میں نے یا کسی اور

نے ظاہر کیا تھا۔ کہ جس پوائنٹ پر گفتگو یا استفسار کرتا ہے۔ اس کو معین کر دیا جانے اور شیخ محمد صدیق صاحب ہی اس کی تخصیص کریں:

(2) شروع میں گفتگو سوال و جواب کے طرز پر نہ تھی۔ بلکہ خادم صاحب کی جلسہ سالانہ کی تقریر کے سلسلہ میں بعض بیانات کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب و تحریر سے ثبوت کا مطالبہ کیا گیا۔ اور خادم مصاب نے جب وہ مطالبہ ہر ایک جہت سے پورا کر دیا۔ اور شیخ مولا بخش صاحب کچھ عاجز سے ہو گئے۔ تو شیخ محمد صدیق صاحب نے ایک دو ایسے مواقعہ پر جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ یہ کہا کہ اب اس پوائنٹ کو چھوڑ دو۔ اور آگے چلو شیخ محمد صدیق صاحب کے متعلق میرا اس وقت یہ خیال تھا۔ کہ خادم صاحب کے دلائل اور پیش کردہ حوالجات سے

بکلی مطمئن ہیں۔ مگر محض تعلقات یا خوش خلقی کی وجہ سے وہ یہ مناسب خیال نہیں کرتے کہ شیخ مولا بخش صاحب کے مونہہ پر صاف طور پر یہ کہہ دیں کہ کج بحثی نہ کریں۔

(3) پیغام صلح کے مضمون میں یہ جدید انداز بحث کہ ''محمود'' کا نام بطور صفت ہے۔ دیکھ کر سخت افسوس ہوا۔ کیونکہ نہ اس بحث یہ ''نکتہ'' شیخ مولا بخش صاحب نے پیش کیا۔ اور نہ وہ جواب جو خادم صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ خادم صاحب نے دیا۔

(4) یہ فقرہ کہ ''لاہوری تو میرے ایک فائر سے ختم ہو جاتے ہیں؟ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مجلس کے انعقاد سے پیشتر اس دن کسی موقعہ پر خادم صاحب نے کہا تھا۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ خادم صاحب نے کہا تھا یا نہیں۔ لیکن اگر خادم صاحب نے ایسی تعلّی کی ہوتی۔ تو اس کا اظہار اس گفتگو کے دوران میں کسی موقعہ پر شیخ مولا بخش صاحب کو کرنا چاہیئے تھا۔ جبکہ ان کے خیال کے مطابق اس تعلّی کی حقیقت کو اس ''مقابلہ'' میں خادم صاحب کی

''عاجزی'' اور ندامت سے ظاہر کرنے کا موقعہ تھا پھر کیا وجہ ہے کہ اس قسم کے فقرہ کا اشارۃً یا کنایۃً اس گفتگو میں شیخ صاحب نے ذکر تک نہیں کیا۔ جو گفتگو اس مجلس میں ہوئی اس میں خادم صاحب کی زبان سے کسی ایسے فقرہ یا لفظ کا نکلنا یاد نہیں۔ جس نے میرے دل ودماغ پر یہ اثر چھوڑا ہو۔ کہ وہ غیر مہذبانہ تھا یا ناشائستہ، جہاں تک میرا حافظہ میری مدد کرتا ہے۔ خادم صاحب نے کوئی ایسا ریمارک طنز آمیز نہیں کی تھا۔ جس سے شیخ صاحب کے علمی سرمایہ کا استخفاف ہوتا ہو۔ حالانکہ شیخ صاحب کی جو حالت ہو رہی تھی۔ اگر کوئی خام طبیع کم ظرف مناظر ان کے مقابلہ میں ہوتا۔ تو شائد اس قسم کی بے جا حرکت اس سے بعید نہ تھی۔ میری طبیعت پر بحالت مجموعی یہ اثر تھا۔ کہ شائد شیخ صاحب کو خادم حساب کے متعلق یہ علم نہیں تھا۔ کہ وہ ایک راسخ العلم، پختہ مغز، تجربہ کار اور نہائت ذہین مناظر ہیں۔ خاکسار علی محمد۔

فرضی گفتگو:: ''پیغام صلح کے مضمون سے بھی ظاہر ہے کہ اس میں جو گفتگو پیش کی گئی ہے وہ فرضی ہے۔ دوران گفتگو میں خاکسار نے الفضل 27 فروری 1934ء سے حضرت امیر المومنین خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی وہ ڈائری پیش کی تھی۔ جس میں حضور نے خاکسار کے سوال کے جواب میں اپنے آپ کو مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔ اور یہ ڈائری شائع کرنے سے قبل حضرت امیر المومنین خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو دکھالی گئی تھی۔ جس کو پڑھ کر حضور نے فرمایا تھا کہ ''درست ہے'' چنانچہ یہ نوٹ اس ڈائری کے شروع میں درج ہے۔

اس ڈائری اور اس کے متعلق گفتگو کا ذکر شیخ مولا بخش صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے ''خادم صاحب۔ میاں صاحب اور میری جو گفتگو اخبار الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں میاں صاحب نے صاف طور پر کہا تھا کہ میں مصلح موعود ہوں۔

احمدی۔اخبار الفضل میں تو آپ کے جواب میں ان کا انکار چھپا تھا۔

خادم صاحب۔غلطی سے چھپ گیا تھا۔بعد میں اس کی تردید کر دی گئی تھی۔

احمدی۔ہم نے وہ تردید نہیں پڑھی۔کیا آپ اس اخبار کا حوالہ دے سکتے ہیں؟

خادم صاحب۔''الفضل'' کا وہ پرچہ موجود ہے جس میں میں نے یہ شائع کیا تھا۔کہ حضرت میاں صاحب نے فرمایا ہے۔کہ ہم نے اس کی تردید شائع کر دی تھی۔

احمدی۔مگر وہ پرچہ جس میں میاں صاحب نے تردید شائع کرائی تھی۔ہم نے نہیں دیکھا۔'' (پیغام صلح 27 جنوری)

شیخ صاحب کی اس عبادت سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(1) خاکسار نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اس ڈائری کا حوالہ دیا۔جس میں حضور نے خاکسار کے سوال کے جواب میں مصلح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔

(2) بقول شیخ مولا بخش صاحب اس ڈائری میں حضرت امیر المومنین نے خاکسار کے جواب میں مصلح موعود ہونے سے ''انکار'' فرمایا تھا۔

(3) بقول شیخ مولا بخش صاحب حضور کا وہ انکار اخبار الفضل میں شائع ہوا تھا۔

(4) خاکسار نے دورانِ گفتگو میں شیخ مولا بخش صاحب کے سامنے یہ تسلیم کر لیا کہ فی الواقعہ میرے سوال کے جواب میں حضور کا مصلح موعود ہونے سے انکار ''الفضل'' میں چھپا تھا۔

(5) مگر خاکسار نے کہا کہ وہ ''انکار'' غلطی سے چھپ گیا تھا۔جس کی تردید بعد میں کر دی گئی تھی۔

(6) خاکسار کے پاس بوقت گفتگو ''الفضل'' کا وہ پرچہ موجود تھا۔جس میں خاکسار کی

طرف سے یہ درج تھا۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے سوال کے جواب میں جو انکار ہماری طرف منسوب ہو کر شائع ہو گیا تھا۔ اس کی ہم نے تردید کر دی تھی۔

ناظرین ایک طرف ان نتائج کو رکھیں اور دوسری طرف یہ دیکھیں کہ ''الفضل'' میں آج تک کوئی ایسی ڈائری حضور کی شائع ہی نہیں ہوئی۔ جن میں حضور نے خاکسار کے کسی سوال کے جواب میں ''مصلح موعود'' ہونے سے انکار فرمایا ہو۔ صرف ایک ہی ایسی ڈائری ہے۔ جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ساتھ مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق خاکسار کی گفتگو درج ہے۔ اور جو الفضل 27 فروری 1934ء میں شائع ہوئی ہے۔ دورانِ گفتگو میں اسی کا میں نے حوالہ دیا تھا۔ وہ ڈائری حسب ذیل ہے۔

خادم۔ حضور کی جو ڈائری ''الفضل'' میں شائع ہوئی تھی جو مولوی فخر الدین صاحب پنشنر کے سوال کے جواب میں تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا حضور نے اپنے مصلح موعود ہونے سے انکار فرمایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔ وہ ڈائری دراصل غلط چھپی تھی۔ اور میں نے اس کی تردید کر دی تھی۔ سبز اشتہار میں جو مصلح موعود کی پیشگوئی ہے اس میں مجھے کوئی شبہ نہیں کہ وہ میرے ہی متعلق ہے۔ البتہ الوصیت (حاشیہ صفحہ 6) میں جو پیشگوئی ہے وہ کسی مامور کے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق میں نے شبہ کا اظہار کیا تھا۔

خادم۔ سبز اشتہار میں جو پیشگوئی ہے کیا وہی مصلح موعود کے متعلق ہے۔ یعنی اشتہار 20 فروری 1886ء والی اصل پیشگوئی اور سبز اشتہار والی پیشگوئی کے مصداق میں کوئی فرق تو نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔ سبز اشتہار اور اشتہار 20 فروری 1886ء والی پیشگوئیاں دراصل ایک ہی شخص مصلح موعود کے متعلق ہیں۔

خادم۔ حضور کو ان پیشگوئیوں کے مصداق ہونے میں کوئی شبہ تو نہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔ نہیں۔'' (الفضل 27 فروری 1934ء)

اب میں شیخ مولا بخش صاحب اور مولوی عمر الدین صاحب شملوی کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر مندرجہ بالا ڈائری کے علاوہ کوئی اور ڈائری ہے۔ جس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے خاکسار کے سوال کے جواب میں پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا ہو تو وہ پیش کریں مگر وہ قیامت تک کوئی ایسی ڈائری نہ پیش کر سکیں گے۔

ڈائری سے اخذ کردہ نتائج

مندرجہ بالا ڈائری کے پڑھنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کسی جگہ بھی مصلح موعود ہونے سے انکار نہیں فرمایا۔ بلکہ صریح اور غیر مبہم الفاظ میں اپنے آپ کو مصلح موعود والی پیشگوئی مندرجہ اشتہار 20 فروری 1886ء و سبز اشتہار یکم دسمبر 1888ء کا مصداق قرار دیا ہے۔ اور یہاں تک فرما دیا ہے کہ مجھے اس کا مصداق ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔

علاوہ ازیں اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خاکسار نے ایک گذشتہ ڈائری کا حوالہ دیا تھا۔ جس میں (خاکسار کے جواب میں نہیں) بلکہ مولوی فخر الدین صاحب پنشنر کے سوال کا جواب حضور کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اس ڈائری کے متعلق حضور نے فرمایا۔ کہ مولوی فخر الدین صاحب پنشنر والی ڈائری غلط چھپی تھی۔ پس ''الفضل'' کی مندرجہ بالا ڈائری سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

1۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے سوال کے جواب میں مصلح موعود ہونے سے انکار نہیں فرمایا۔ 2۔ بلکہ حضور نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں اشتہار 20 فروری 1886ء و سبز اشتہار کا حوالہ دے کر خود کو مصلح موعود قرار دیا۔

3۔ اس گفتگو میں کسی ایسی ڈائری کا ذکر تک نہیں آیا جس میں خاکسار کے سوال کے جواب میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی طرف مصلح موعود ہونے سے انکار منسوب ہو کر چھپ گیا ہو۔ 4۔ نہ حضور نے یہ فرمایا۔ کہ تمہارے سوال کے جواب میں جو میری ڈائری چھپی وہ غلط تھی۔ 5۔ نہ حضور نے یہ فرمایا کہ اس ڈائری کی جو تمہارے سوال کے جواب کے متعلق تھی ہم نے تردید کرا دی تھی۔ 6۔ جس ڈائری کے غلط طور پر چھپنے اور جس کی تردید کرانے کا ذکر حضور نے فرمایا۔ وہ مولوی فخر الدین صاحب ملتانی والی ڈائری تھی۔ نہ خاکسار خادم والی!

اب قارئین کرام ان چھ نتائج کا ان سابقہ چھ نتائج سے (جو شیخ مولا بخش صاحب کے مضمون کی عبارت سے اخذ کئے گئے ہیں) مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے یا نہیں۔

شیخ مولا بخش صاحب نے اپنے مضمون میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ خاکسار کے پاس ''الفضل'' کا اصل پرچہ اس وقت موجود تھا۔ کیونکہ میں نے اسی میں سے اصل عبارت دو مرتبہ پڑھ کر سنائی تھی۔ اور خود شیخ مولا بخش صاحب نے (جو دورانِ گفتگو میں میرے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے) وہ پرچہ دیکھا بھی تھا۔ پس جب یہ بات ہی سرے سے غلط تھی کہ میرے سوال کے جواب میں جو ڈائری ''الفضل'' میں چھپی۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود ہونے سے انکار فرمایا تھا۔ اور اصل ڈائری اس وقت میرے پاس موجود تھی تو اندریں حالات یہ کس طرح ممکن ہے کہ جب شیخ مولا بخش صاحب نے یہ کہا کہ ''اخبار الفضل

میں تو آپ کے سوال کے جواب میں ان کا انکار چھپا تھا'' تو میں نے اس کا یہ جواب دیا ہو کہ ''غلطی سے چھپ گیا تھا'' میری طرف سے اس کا جواب صرف یہ ہو سکتا تھا کہ ہرگز نہیں۔ دیکھ لیجئے یہ اصل اخبار الفضل مورخہ 27 فروری 1934ء موجود ہے۔ اس میں ہرگز انکار نہیں۔ بلکہ صاف لفظوں میں اقرار موجود ہے۔ مگر شیخ مولا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جواب دیا کہ ''غلطی سے چھپ گیا تھا'' صرف یہی نہیں بلکہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ''بعد میں اس کی تردید کروادی گئی تھی۔''

چیلنج: ممکن ہے شیخ مولا بخش صاحب اپنی اس تحریر کو غلط تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اس لئے ان کو میں چیلنج دیتا ہوں کہ اخبار ''الفضل'' میں سے (یا سلسلہ کے کسی اور اخبار سے) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کوئی ایسی ڈائری نکال دیں جس میں حضور نے خاکسار خادم کے سوال کے جواب میں اپنے ''مصلح موعود'' (مطابق اشتہار 20 فروری 1886ء) ہونے سے انکار فرمایا ہو۔ اگر شیخ مولا بخش صاحب کوئی ایسی ڈائری دکھا دیں تو میں ان کی خدمت میں یکصد روپیہ پیش کردوں گا۔

اہل پیغام سے خطاب

باقی رہی ان اعتراضات اور حوالہ جات کی حقیقت جو شیخ مولا بخش صاحب نے کسی سے پوچھ کر ''پیغام صلح'' میں شائع کرائے ہیں۔ ان کا بالتفصیل جواب بارہا ہماری طرف سے دیا جا چکا ہے۔ اور پھر مجموعی طور پر ان کا جواب خاکسار کی تقریر جلسہ سالانہ میں آ گیا ہے۔ جو انشاء اللہ العزیز عنقریب چھپ کر شائع ہو جائے گی۔

(الفضل 27 فروری 1941ء صفحہ 4-5)

شیخ صاحب مصری کے اعتراضات کے جواب
حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کا ناطق فیصلہ

یہ عجیب بات ہے کہ شیخ صاحب مصری اور ان کے ساتھیوں نے جو کچھ اب تک کہا ہے اس کا تفصیلی جواب قرآن مجید احادیث صحیحہ، ملفوظات حضرت مسیح موعود و اقوال حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے پہلے سے موجود ہے

ادعائے اثر و رسوخ:: شیخ صاحب مصری نے کہا ہے کہ مجھے جماعت میں ''عزت'' حاصل ہے اور اس وجہ سے جماعت میری آواز ضرور سنیں گی۔ اس کا جواب میں جماعت احمدیہ نے انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے شیخ صاحب کی گو''ایاز قدر خود بشناس'' کا نہ بھولنے والا سبق دے دیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی احمدی کے دل میں شیخ صاحب مصری کی کوئی عزت تھی تو وہ محض اس تعلق بیعت کے باعث تھی جو ان کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ سیدنا فضل عمر حضرت محمود ایدہ اللہ بنصر العزیز کے ساتھ تھا۔ جس وقت تک وہ جماعت سے علیحدہ نہ ہوئے تھے اس وقت تک ان کی وہ عزت قائم تھی لیکن جونہی انہوں نے علیحدگی اختیار کی ان کی عزت بھی احباب جماعت کے قلوب سے نکل گئی اور اس امر کا اب خود شیخ صاحب مصری کو اقرار ہے۔ اس تبدیلی کا راز کیا ہے؟ اگر شیخ مصری ذرا بھی تدبر سے کام لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اس کا راز یہی ہے کہ سیدنا حضرت سیدنا فضل عمر محمودؓ ''خدا کی برگزیدہ جماعت'' کا محبوب ہے۔

پس جس شخص پر اپنی سعادت کے باعث خدا کے پیارے خلیفہ کی نظر عنایت ہو۔ وہ جماعت کے ہر فرد کا محبوب بن جاتا ہے اور جو شخص خدا کے مقرر کردہ خلیفہ سے علیحدگی اختیار

کرتا ہے وہ جماعت کے کسی فرد کی نظر میں بھی کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

شیخ مصری صاحب اگر ہمارے اس بیان سے متفق نہ ہو تو وہ حضرت نورالدین اعظم خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے ہی فائدہ اٹھائیں۔ حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کا وجود آپ کی عظیم الشان شخصیت، آپ کا رفیق القدر علم، آپ کا فہم قرآن وحدیث اور عبور تاریخ اسلامی شیخ مصری کو بھی تاحال مسلم ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

''یاد رکھو کہ میں اجماع کو بہت ضروری سمجھتا ہوں۔ اجماع پر خدا تعالیٰ کے بہت بڑے فیضان اور برکات نازل ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی بہت بڑی تاکید قرآن مجید میں آئی ہے۔ مگر یاد رکھو کہ تمام ہمیشہ ایک ہی شخص پر ہو سکتا ہے ایک درخت کی خواہ لاکھ شاخیں ہوں اور سب کی سب پانی میں بھی ہوں۔ لیکن اگر وہ درخت سے جدا ہوں تو بجائے اس کے کہ وہ سرسبز ہوں وہ سب کی سب خشک اور مردہ ہو جائیں گی بلکہ پانی کو بھی متعفن کر دیں گی۔ اسی طرح اگر مسلمان ایک شخص کے ہاتھ پر اکٹھے نہ ہوں تو ان کی حالت بھی اس درخت کی ٹہنیوں کے سی ہوگی اگر وہ درخت کے ساتھ رہیں گی تو سرسبز رہیں گی ورنہ نہیں۔''

(بدر 27 دسمبر 1910ء و الحکم 7 جنوری 1911ء)

یہ عبارت کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ اس میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ جماعت کی زندگی ایک امام کے دامن کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہی ہے۔ اس امام کی مثال درخت اور افراد جماعت کی مثال ٹہنیوں کی سی ہے۔ جو شاخ درخت سے الگ ہو جائے گی خواہ وہ پانی میں بھی رہے پھر بھی خشک ہو جائے گی یعنی اگر امام جماعت اور خلیفہ وقت کی بیعت سے الگ ہو کر

کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ بہت مخلص احمدی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کرنے والا ہے تو حضرت خلیفہ اوّل کے فتویٰ کے رو سے ہم اسے حق بجانب نہیں سمجھیں گے۔

ایک اور حوالہ:: پھر ظاہر ہے کہ جماعت میں جو ''عزت'' ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو 1911ء میں حاصل تھی۔ شیخ مصری کو 1937ء میں ہرگز اتنی بلکہ اس کا دسواں حصہ بھی حاصل نہ تھی۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

''آج (12 جنوری 1911ء) قریب ساڑھے 12 بجے دن کے جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے (حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے۔ خادم) پوچھا کہ حضور کا دل کس چیز کو چاہتا ہے۔ آپ نے جواب فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فرمانبردار رہو، اختلاف نہ کریو، جھگڑا نہ کرنا، پھر فرمایا خبردار جھگڑا نہ کرنا۔ تفرقہ نہ کرنا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا اور اسی میں تمہاری عزت اور طاقت باقی رہے گی نہیں تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر فرمایا: ''کہ اگر میں نے کبھی کسی کو حکم دیا ہے تو اپنی دلی طمع سے حکم نہیں دیا۔ خدا کا حکم سمجھ کر دیا ہے۔'' (بدر 26 جنوری 1911ء صفحہ 1، 4)

اس عبارت میں ہے خلیفۃ المسیح اول ؓ نے وضاحت سے بتا دیا ہے کہ جو شخص جماعت میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کرے گا۔ خواہ وہ مرزا یعقوب بیگ یا محمد علی ہو۔ خواہ شیخ مصری یا فخر دین ہو اس کی عزت جماعت احمدیہ میں باقی نہیں رہے گی۔ اور ہم حضرت خلیفۃ المسیح اول کی یہ پیشگوئی اب دوسری بار پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں۔

بیعت سے علیحدگی جماعت سے علیحدگی ہے:: شیخ مصری نے ایک علمی موشگافی کی ہے۔ کہتے ہیں میں نے تو لکھا تھا کہ میں آپ کی بیعت سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ گویا میں جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہوں حالانکہ بیعت سے الگ ہونا اور

ہے اور جماعت سے الگ ہونا اور ہے اور جماعت سے علیحدہ ہونا اور میں بیعت سے علیحدہ ہو سکتا ہوں۔ مگر جماعت سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ ہلاکت کی راہ ہے اس کے متعلق رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فتویٰ پیش کیا جاتا ہے۔ حضور نے عام حکام کے متعلق بھی فرمایا ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من رای من امیرہ شیئا یکرھه فلیصبر فانه لیس احد یفارق الجماعة شبرا فیموت الا مات میتة جاھلیة۔ متفق علیه۔

(مشکوٰۃ کتاب الامارہ والقضاء فصل اول مطبع اصح المطابع صفحہ 319)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اپنے امیر میں کوئی ایسی چیز نظر آئے جس سے وہ نفرت کرتا ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ بجائے اس امیر سے علیحدگی اختیار کرنے کے صبر کرے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک قدم بھی علیحدہ ہو جائے وہ اسی حالت میں مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

یہ حدیث بالکل واضح ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر جماعت یا خلیفہ وقت سے علیحدگی کو جماعت سے علیحدگی قرار دیا ہے۔ پھر ہم معاملہ کو مختصر کرنے کے لیے ان کے سامنے حضرت نورالدین اعظم خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا فیصلہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اپنے مشہور خطبہ عید الفطر میں مولوی محمد علی مرزا یعقوب بیگ اور شیخ رحمت اللہ صاحبان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں تم اپنے پہلے معاہدہ پر قائم رہو ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ۔ میں آج ایک اور کام کرنے والا تھا مگر خدا تعالیٰ نے مجھے روک دیا ہے اور میں اس کی مصلحتوں پر قربان ہوں .... میں ایسے لوگوں کو اپنی جماعت سے الگ نہیں کرتا کہ

شاید وہ سمجھیں۔ پھر سمجھ جائیں۔ پھر سمجھ جائیں ایسا نہ ہو کہ میں ان کی ٹھوکر کا باعث بنوں۔''

(بدر 21 اکتوبر 1909ء صفحہ 10 تا 12)

یہ عبارت بالکل واضح اور فیصلہ کن ہے ظاہر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کو حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خلافت کے ساتھ اختلاف تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق انہیں کوئی اختلاف نہ تھا۔ لیکن حضرت خلیفہ المسیح اوّلؓ ان کی بیعت سے علیحدگی کو ''جماعت سے الگ'' ہونے کے مترادف قرار دے رہے ہیں۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خلیفہ وقت اپنی ذات پر اعتراض کرنے والوں کو جماعت سے الگ کر سکتا ہے۔ پس اب مصری صاحب اور اس کے ساتھیوں کے لیے دو ہی راستے کھلے ہیں یا تو وہ مندرجہ بالا حوالہ جات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ المسیح اوّل کے فتاویٰ کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں۔ یا یہ کہ وہ مندرجہ بالا بزرگان خصوصاً حضرت خلیفہ اول کو بھی غلطی پر قرار دے کر اپنے علم کی بے معنی لاف مارتے رہیں۔

من نہ گوئم کہ این نمن آں کن
مصلحت بیں درکار آسان کن
خلیفہ ہرگز معذور نہیں ہو سکتا

شیخ مصری صاحب کا دعویٰ ہے کہ ان کے علم کی رو سے خلیفہ وقت معزول ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں ہم ان کے سامنے حضرت نور الدین اعظم خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا فتوی پیش کرتے ہیں۔ حضرت نور الدین اعظم کے زمانہ خلافت میں بھی بعض ایسی ہی روحیں پیدا ہو گئی تھیں۔ جو حضور کو خلافت سے معزول کرنا چاہتی تھی حضور ان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

''خدا نے مجھے جس کام پر مقرر کیا ہے۔ میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اسے کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ۔ تو بھی میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا............ اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج دیکھو تو اس کی استقامت کی کوشش دعا سے کرو۔ مگر یہ گمان نہ کرو کہ تم مجھ بڈھے کو آیت یا حدیث یا مرزا صاحب کے کسی قول کے معنی سمجھا لوگے۔ اگر میں گندا ہوں تو یوں دعا مانگو کہ خدا مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ پھر دیکھو کہ دعا کس پر الٹی پڑتی ہے............ یہ مجتہدانہ رنگ چھوڑ دو۔ جو مجھے نصیحت کرنے میں وقت خرچ کرتا ہے وہ دعا میں خرچ کرو اور اللہ سے اس کا فضل چاہو۔ تمہارے وعظوں کا اثر مجھ بڈھے پر ہرگز نہیں ہوگا۔ ادب کو ملحوظ رکھ کر ہر ایک کام کیا کرو۔''

(بدر 21 اکتوبر 1909ء)

اس عبارت سے جہاں یہ ثابت ہے کہ خلافت کا کُرتہ تا مرگ کوئی شخص نہیں اتار سکتا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین خلافت اولیٰ بھی حضرت خلیفہ اول ؓ پر گند اچھالا کرتے تھے اور حضور پر فحش اعتراضات کرتے تھے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ یہ نہیں فرماتے کہ ''اے میرے مخالفو! اگر میں گندا ہوں تو تم ایک آزاد کمیشن بٹھا کر میرے اوپر عائد کردہ الزامات کی تحقیقات کرا لو اور اگر وہ اعتراضات درست ثابت ہوں تو مجھے معزول کر کے نیا خلیفہ منتخب کر لو۔'' بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ

''اگر میں گندا ہوں تو یوں دعا مانگو کہ خدا مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ پھر دیکھو کہ دعا کس پر الٹی پڑتی ہے۔'' اور آج بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ تم بھی یہی بددعا کرو اور پھر دیکھو کہ وہ بددعا کس پر الٹ کر پڑتی ہے۔

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○

مزید توضیح:: حضرت نورالدین اعظم خلیفۃ المسیح اولؓ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں

''میں اس مسجد میں قرآن ہاتھ میں لے کر اور خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے پیر بننے کی خواہش ہرگز نہیں اور نہ تھی۔ اور قطعاً خواہش نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کو کون جان سکتا ہے۔ اس نے جو چاہا کیا۔ تم سب کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا۔ اور اس نے آپ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنا دیا۔ میں اس کی عزت اور ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے میں تمہارے مال اور تمہاری کسی بات کا بھی روادار نہیں .... تم خوب یاد رکھو کہ معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں .... پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ اس لئے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے دے گا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے حوالے کرو۔ تم معزولی کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں تم میں سے کسی کا بھی شکر گزار نہیں ہوں۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا .... وہ بھی توبہ کرے جو اس سلسلہ کو پارلیمنٹ و دستوری سمجھتا ہے۔'' (الحکم 21 جنوری 1914ء)

کیا اس حوالے کو پڑھ کر کوئی احمدی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ اور جس کے دل میں ایک ذرہ بھر بھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی عزت ہو یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ خلیفۂ وقت کو معزول کرانے کے دعویدار کا مطالبہ درست ہے۔ ہرگز نہیں!

(الفضل 15 اگست 1937ء صفحہ 7-8)

آل انڈیا نیشنل لیگ کا عملی پروگرام اور جماعت احمدیہ سے قربانیوں کا مطالبہ

جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی نمائندگی لیگ کی اہم تقریر

قادیان 28 فروری 9 بجے شب مسجد نور میں زیر صدارت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نیشنل لیگ قادیان کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔جس میں ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی۔اے نے بطور نمائندہ آل انڈیا نیشنل لیگ حسب ذیل تقریر کی۔

اس وقت میں آپ کے سامنے وفات مسیح یا امکانِ نبوت کے مسئلہ پر کوئی تقریر کرنے کے لئے نہیں کھڑا ہوا۔ بلکہ اپنے دُکھے ہوئے دل کا درد نمایاں کرنے اور اپنے مجروح سینے کے زخموں کو کھول کر دکھانے کے لئے کھڑا ہوں۔اور میرا مقصد اپنے مظلوم بھائیوں کو دعوتِ عمل دینا ہے۔

چودھویں صدی کے وسطِ آخر کے احمدی کی مظلومیت ۔ ایک خونچکاں داستان۔اور ایک درد انگیز کہانی ہے۔قرونِ اولیٰ کی تواریخ کی ورق گردانی اس حقیقت پر شاہد ہے۔کہ ترقی کرنے والی جماعت۔دنیا کی تاریخ کو بدل دینے والی قوم اپنے ابتدائی مراحل میں آرام و آسائش،سکون اور طمانیت کی زندگی بسر نہیں کرتی۔بلکہ اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر باب صبر آزما حادثات کا مرقع ہوتا ہے۔ظاہری آنکھیں اس مایوس کن نظارہ کو دیکھ کر یہ فیصلہ دے دیتی ہیں کہ اب اس قوم کی تباہی و بربادی لازمی اور اس کا خاتمہ یقینی ہے۔مگر یہ مصائب و شدائد اہل بصیرت کی نظروں میں عظیم الشان تغیرات کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔یہ رنج و غم کی

تاریکیاں، ظلم وستم کی آندھیاں دراصل تباہی و ہلاکت کی خبر دینے والی نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان فضلوں اوراس کی بے انتہا رحمتوں کے بادل ہوتے ہیں۔

اسی نوعیت کا یہ انقلابی دور ہے جس میں سے اس وقت جماعت احمدیہ گزر رہی ہے بے شک اس وقت ہم پر ظلم کے بادل اُمڈ آئے، افکار و آلام کی تاریکیاں جمع ہیں۔مگر ہمارے دلوں کے اندر وہ برقی طاقتیں مخفی اور وہ نورانی جلوے پنہاں ہیں۔جن کے ذریعہ یہ سب بادل پھٹ جائیں گے اور فتح ونصرت کا سورج ہم پر طلوع ہو جائے گا۔بے شک آج اس ظلم کی کیفیت ظالم کے ہاتھ اور دل پر اس کے اکثریت کے پندار کے باعث اثر انداز نہیں ہوتی مگر مظلوموں کے دلوں سے نکلی ہوئی آہیں عرش خداوندی کو ہلا کر چھوڑیں گی۔اور دنیا میں وہ تغیرات ضرور رونما ہوں گے۔جن کے متعلق آج سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے۔لب پہ آ سکتا نہیں	محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

بزرگو اور بھائیو! آپ نے پیہم مظالم اور مسلسل دل آزاریوں اور شرارتوں کے خلاف اپنے مقدور کے مطابق، بلکہ اپنی طاقت سے بڑھ کر آواز اٹھائی مگر اس کا کوئی اثر حکومت اور احرار پر نہ ہوا۔اول الذکر کے لیے ہماری آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔اور موخر الذکر نے ہمارے درد بھرے نالوں کو اپنی فتح اور کامرانی کی علامت سمجھ کر اپنی معاندانہ کارروائیوں میں اضافہ کر دیا۔

اس فتنہ گر کو رحم تو کیسا عند آ گئی	جب ہم نے آہ کی تو جفا اس نے اور کی

لیکن بھائیو! یہ جو کچھ ہوا ہمارے لئے اچھا ہوا۔کجا وہ دن تھے کہ دنیا ہمیں انگریزوں کا جاسوس قرار دیتی تھی۔ہمیں ''ٹوڈی'' کہہ کر سرِ پائے استحقاء سے ٹھکرا دیا جاتا تھا۔اور کجا یہ کہ حکومت کے بعض افسر قانون کے منشاء کے سراسر خلاف ہم پر دفعہ 144 کا نفاذ اور کریمنیل لاء

اینڈ منٹ ایکٹ کی دفعہ سات کا اطلاق کر کے ہمیں غلط طور پر ''باغی'' اور حکومت کے تختہ کو الٹنے والے قرار دیتے ہیں۔

دل خون ہوا، خاک ہوا، خوب ہوا داغ	ہر آن کی تکلیف تھی ، ہر آن کا رنج تھا

ہم قانون کو نہیں توڑیں گے۔

لیکن کیا اللہ تعالیٰ کو اس آنے والے تغیرات کا علم نہ تھا۔ کیا یہ اس افسوسناک تغیر قلوب کی اس علیم بذات الصدور خدا کو اطلاع نہ تھی۔ اسے یقیناً اطلاع تھی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبل از وقت ان الفاظ میں مطلع فرما دیا تھا بلکہ اس کے نتائج بھی بالتفصیل بتا دیئے تھے۔

''آپ کے ساتھ انگریزوں کا نرمی کے ساتھ ہاتھ تھا۔ اسی طرف خدا تعالیٰ تھا۔ جو آپ تھے آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک رائی برابر غم نہیں ہوتا۔ یہ طریق اچھا نہیں۔ اس سے روک دیا جائے مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریم کو خذوا الرفق الرفق فان الرفق راس الخیرات۔ نرمی کرو، نرمی کرو کہ تمام نیکیوں کا سر...... ہے۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ مجھے آگ سے مت ڈراؤ۔ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیر خدا نے ان کو پکڑا۔ شیر خدا نے فتح پائی۔ بخرام کے وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔ و روشن شد نشانہائے من بڑا مبارک وہ دن ہوگا۔''

(اربعین صفحہ 13،38) (تذکرہ صفحہ 371)

''ما انت ان تترك الشيطان قبل ان تغلبه الفوق معك والتحت مع

أعداءك"۔ (اربعین نمبر 3 صفحہ 32) (تذکرہ صفحہ 371)

یعنی تو ایسا نہیں ہے کہ تو شیطان کو چھوڑ دے قبل اس کے کہ تو اس پر غلبہ پالے۔ غلبہ تیرے لئے ہے۔ اور مغلوبیت تیرے دشمنوں کے لئے ہے۔

پس پیارے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ان آنے والے واقعات کی اطلاع قبل از وقت ہم کو دی۔ اور پھر ہمارے لئے ضروری ہدایات اور آخری نتیجہ سے بھی مطلع کیا۔

قادیان کی سرزمین میں حکومت کے بعض افسروں نے جماعت احمدیہ کے متعلق قانون کی وہ تاویلیں کی ہیں جو خود قانون کے بنانے والوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ ہم نے ہائی کورٹ کے فیصلہ سے اس امر کو ثابت کیا کہ قادیان میں دفعہ 144 کا نافذ کرنا سراسر خلاف قانون تھا۔ ہم نے ثابت کیا کہ احمدی بچوں کی مجالس پر کریمنل لاء اینڈ منٹ ایکٹ کا اطلاق ناجائز اور خلاف قانون تھا۔ ہم وہ لوگ ہیں جو خدا تو الئے اور حکومت کے قانون کو اصل رنگ میں قائم کرنے والے ہیں۔ ہمارے مقابلہ میں احرار نے خدا کے قانون کو توڑا۔ اور حکومت کے بعض نمائندوں نے حکومت وقت کے قانون کی خلاف ورزی کی۔ مگر ہم نے باوجود انتہائی صبر آزما حالات کے کسی قانون کو توڑنا جائز نہیں سمجھا۔

دفعہ 144 کے نفاذ کے موقعہ پر قانون دان حضرات نے مشورہ دیا کہ یہ نفاذ سراسر قانون کے خلاف ہے۔ اس لئے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی کی جائے۔

مگر باوجود اس کے ہم نے اس کی خلاف ورزی نہ کی اور خلاف ورزی کئے بغیر ثابت کر دیا۔ کہ ہم مظلوم تھے۔ اور حکومت کا یہ اقدام خود حکومت کے قانون کے خلاف تھا اب بھی ہم حکومت کے قانون کو توڑیں گے نہیں۔ بلکہ خود حکومت سے اس کے قانون پر عمل کرائیں گے۔

ان حالات میں ''مذہبی ڈاکو'' کے نام سے ایک ذلیل اور حد درجہ شرمناک کتاب کا شائع

ہونا ہمارے لئے قطعاً نا قابل برداشت اور ’’آب از سر گزشت‘‘ کے مقولہ کے مصداق ہے۔ اس کے متعلق آپ لوگوں کے جذبات کیا ہیں۔ مجھے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ حکومت نے اس ذلیل چیتھڑے کی اشاعت کو روکنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا۔

اس صورت حالات میں ’’الفضل‘‘ میں ایک مقالہ افتتاحیہ نکلا جس میں احمدی پبلک کی طرف سے آل انڈیا نیشنل لیگ لاہور سے عملی پروگرام کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں ایڈیٹر صاحب روزنامہ ’’الفضل‘‘ نے اپنے ذاتی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ یا آپ سب لوگوں کے زخمی دلوں کی دردناک آواز پیش کی۔ یہ آپ ہی جان سکتے ہیں (اس موقعہ پر تمام مجمع نے بآواز بلند یک زبان ہو کر وہ مضمون ہمارے جذبات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے، اس مضمون کو مرکزی نیشنل لیگ کے ارباب حل وعقد نے پڑھا۔ اور انہوں نے خاکسار کو بطور نمائندہ پنجاب کے تمام بڑے بڑے شہروں کی لیگوں کا دورہ کر کے ان کے حقیقی جذبات کو معلوم کرنے کے لئے مقرر کیا چنانچہ میں پنجاب کے قریباً سب اہم اضلاع کا دورہ کرتے ہوئے یہاں آیا ہوں۔ اور میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قادیان سے باہر احمدی بھی احرار کے مظالم کی وجہ کے بعینہٖ اسی طرح بے تاب اور مضطرب ہیں۔ جس طرح آپ لوگ میں نے موجودہ مظالم کا تصور آجانے سے ان کی آنکھوں کو پُرآب دیکھا۔ ان کے دلوں میں ٹیسیں اٹھتی دیکھیں ہیں۔ ان کے لب حرکت کرتے ہیں۔ مگر زبانیں خاموش ہیں۔ وہ بے تاب ہیں اس امر کے لئے کہ کب ان کی جانیں اور ان کے اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے کے لئے طلب کئے جائیں، تا سلسلہ احمدیہ کی موجودہ ولازاری اور ہتک کا ازالہ ہو سکے۔

پس بھائیو اور بزرگو! اس صورت حال کا آل انڈیا نیشنل لیگ نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ اور آج میں اس قابل ہوں۔ کہ آپ کو آل انڈیا نیشنل لیگ کی طرف سے یہ خوشخبری سنا

دوں کہ اس نے پروگرام مرتب کرلیا ہے۔ اور اسے ذمہ دار کارکنوں کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ جس پر عمل شروع ہونے والا ہے۔ بلکہ یوں سمجھیں کہ شروع ہوگیا ہے۔ اور میں یہ پیغام لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ کہ اب جبکہ وہ پروگرام برسرِ عمل آگیا ہے۔ آپ سب کا فرض ہے کہ ہر جانی اور مالی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ جس دوست کے ذمہ وار ارکان جس قربانی کا بھی مطالبہ کریں۔ وہ بے چون و چرا اپنا فرض ادا کرنے کے لئے مستند اور تیار ہو جائے۔ (اس موقعہ پر تمام حاضرین نے بآواز بلند کہا۔ کہ ہم میں سے ہر شخص ہر وقت ہر قربانی کے لئے تیار ہے) وہ پروگرام پبلک کے سامنے نہیں رکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس میں کوئی خلاف قانون بات ہے۔ بلکہ اس لئے کہ پروگرام کی کامیابی کے لئے اس کا مخفی رکھنا ضروری ہے۔ آپ لوگوں کے لئے صرف اتنا سن لینا کافی ہے کہ جس قسم کی قربانی کی ضرورت ہوگی۔ ان کا انفرادی یا اجتماعی مطالبہ کیا جائیگا پس آج میں آپ دوستوں اور ان تمام باہر کی لیگوں کو جن تک میری یہ آواز پہنچے۔ یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ وہ پوری طرح مستعد اور تیار رہیں۔

دوسرا امر جو پروگرام کے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس پروگرام کا ایک حصہ ایسا بھی ہے۔ جو اس وقت آپ کو بتایا جاسکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ اپنی مظلومیت کو ہر ممکن طریق سے دنیا میں پھیلا دیں۔ اپنے زخمی دلوں کو برہنہ کر کے دنیا کو دکھائیں۔ اپنے بھائیوں دوستوں۔ رشتہ داروں۔ ملکیوں۔ غیر ملکیوں غرض یہ کہ ہر طبقہ میں ان مظالم کی اشاعت کریں۔ جو احرار یا حکومت کے بعض حکام کی طرف سے جماعت احمدیہ پر کئے جا رہے ہیں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ لوگ تحریر اور تقریر سے اپنی مظلومیت کی داستان پوری طرح الم نشرح کر دیں۔ تو یہ بہت بڑا زبردست اور موثر کام ہوگا۔ ہوگا۔ ممکن ہے کسی شخص کے ذہن میں اس کام کی اہمیت نہ آئے۔ مگر دستور اساسی کا علم رکھنے والے جانتے ہیں۔ کہ یہ بہت زبردست پروگرام ہے۔ اس لئے آپ کا فرض ہے کہ وہ جذبات جو آپ کے دلوں میں

موجزن ہیں۔ان کوظاہر کریں

دل کے سوٹکڑے ہوں آجائے کلیجہ مونہہ کو	ضبط سے آہ نہ نکلے یہ جگر کس کا ہے

اگر بعض ذمہ داراور بااختیار حکام پر آپ کے اس دردانگیز نالوں کا اثر نہ ہوگا۔تو پھر بھی وہ رائگاں نہ جائیں گے۔کیونکہ میں یقین رکھتا ہوں۔کہ سوز وگداز اور درد سے لبریز آہیں عرش خداوندی کو ہلادیں گی۔اور پھر وہی عظیم الشان نتائج رونما ہوں گے۔جو ابتدائے آفرینش سے انبیاءاوران کی جماعتوں کے لئے اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا رہا۔

احراری گندے سے گندالٹریچر شائع کر کے پھولے نہیں سماتے۔مگران کومعلوم نہیں۔کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے غلاموں میں کئی ابوعبیدہ اورمثنٰی جیسے اولوالعزم جرنیل ہیں، جو دشمنانِ حق وصداقت کے مونہہ میں لگام دے سکتے ہیں۔کیا ہم احرار کے قائدین پیروں اور سجادہ نشینوں کی ناپاک زندگیوں سے ناواقف ہیں کیا ہمیں بعض لیڈر کہلانے والوں کی تھیٹروں میں ایکٹروں کی زندگی بسر کرنے کے حالات سے ناواقفیت ہے؟ کیا راولپنڈی کی مسجد کا واقعہ ہم نے نہیں سنا،ہمیں سب کچھ معلوم ہے مگر ہم نے ان رازوں کے چہرہ سے نقاب ستانی کو اپنے وقار کے خلاف سمجھا۔

پس جہاں میں احرار اور حکومت کے بعض حکام کو جن کا شیوہ احمدیوں کی ایذارسانی ہے۔یہ بتاتا ہوں کہ یہ کھیل جو ہمارے ساتھ کھیلا جارہا ہے۔خود انہی کے لئے مضراور نقصاں رساں ثابت ہوگا۔وہاں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم کو ہر قسم کی جانی اور مالی قربانی کی توفیق دے۔تاکہ ہم دنیا میں شریعت اور حکومت کے قوانین کا احترام قائم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنیوالے اور دشمنان احمدیت کے مظالم کا پورا بدلہ لینے والے ہوں۔

اس تقریر پر نیشنل لیگ قادیان نے ہر قربانی کے لئے پوری آمادگی کا اظہار کیا۔اوریقین

دلایا۔ کہ جوبھی مطالبہ آل انڈیا نیشنل لیگ کریگی۔ اسے دل وجان سے پورا کیا جائے گا؟

(الفضل 4مارچ 1936ء صفحہ 3-4)

الہام انی مھین من اراد اھانتك کی صداقت کا ایک تازہ ثبوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ''انی مھین من اراد اھانتك'' ایک ایسی عظیم الشان صداقت ہے جس کا ثبوت قریباً ہر معاند احمدیت کی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرنے سے مل سکتا ہے۔

حال ہی میں ایک واقعہ اخبارات میں شائع ہوا ہے پڑھنے والوں نے اسے سرسری نظر سے دیکھا اور اسے اسی قسم کے واقعات میں سے سمجھا۔ جس قسم کے روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس میں بھی صداقت حضرت احمدؑ کا ایک نشان نظر آتا ہے۔ پچھلے دنوں لاہور کے ایک عیسائی پادری مسیحی ایف ای جیمز نے انارکلی میں عیسائی تبلیغی ہال کے باہر احمدیت کی مخالفت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیوں کا ایک اڈہ قائم کر رکھا تھا اس کی بدزبانی اور اشتعال انگیزی کے باعث ایک احمدی کے ساتھ اس کی ہاتھا پائی بھی ہوئی۔ یہاں تک کہ معاملہ عدالت میں گیا اس کے بعد ایف۔ ای جیمز کی بدزبانی تحریری صورت میں ظاہر ہوئی اور اس نے خاکسار کے ایک ٹریکٹ ''حضرت مسیح موعود کی صداقت پر بائبل کی شہادت'' کے جواب میں دو رسالے ''جیبی پستول'' اور ''معجونی نبی'' کے نام سے شائع کیے مؤخر الذکر رسالہ کو اس نے ان الفاظ سے شروع کیا تھا۔

''میں اپنی زندگی کا یہ بھی ایک مقصد سمجھتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تمام

باطل دعاوی کی تردید کرتا رہوں۔'' ان دونوں رسالوں میں اس نے اس قدر گند اچھالا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اس قدر بدزبانی اور فحش کلامی سے کام لیا ہے کہ یقیناً کوئی شریف آدمی اس کو بنظر استحسان نہیں دیکھ سکتا۔ محمدی بیگم کی پیشگوئی کا ذکر اس نے جس بازاری لب ولہجہ میں کیا ہے اس سے اس کی باطنی کیفیت خود بخود عیاں ہے۔ غرض کہ اس ایف ای جیمز ''عیسائی پادری'' نے اپنی گندہ دہانی سے ہمارے دلوں کو سخت مجروح کیا۔

چند دن ہوئے اخبار احسان لاہور میں مندرجہ ذیل خبر میری نظر سے گزری۔

''پادری صاحب کو حوالات بھیج دیا گیا ایک مسلمہ کے اغوا کا شاخسانہ۔

لاہور 10 دسمبر محلہ ہجویری واقعہ پیر داتا گنج بخش روڈ سے چند دن ہوئے ایک مسلمان عورت مسمات سرور جان کو اغوا کر لیا گیا تھا اور اس سلسلہ میں ایک پادری مسمی ایف ای جیمز اور ایک پولیس کانسٹیبل غلام محی الدین کو گرفتار کر لیا گیا تھا اور مغویہ سردار جان برآمد کر لی گئی تھی۔ چنانچہ پادری اور مغویہ کو حاضر ضمانتوں پر رہا کر دیا گیا لیکن جس شخص نے پادری کی ضمانت دے رکھی تھی وہ خطرہ محسوس کر رہا تھا کہ ملزم کہیں فرار نہ ہو جائے اس لیے اس نے ضمانت واپس لے لی اور خاں صاحب میاں حکیم الدین نے جن کی عدالت میں مقدمہ زیر سماعت ہے اس بنا پر پادری کو حوالات میں بھجوا دینے کا حکم دے دیا ہے کہ وہ گواہوں کو ورغلاتا ہے اور اب سرور جان کو عیسائی بنا کر اس کا نام مارتھا رکھا گیا۔ ا۔ن۔س''

(احسان 12 دسمبر 1936 صفحہ 4 کالم 4)

ہم اس مقدمہ کے متعلق کسی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہتے صرف پادری مذکور کو خصوصاً اور ان کے تمام لوگوں کو جنہوں نے اس کی گندی تحریرات کا مطالعہ کیا ہے عموماً یہ خبر سنا کر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس ''شاخسانہ اغوا'' سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے الہام انی مھین من اراد اھانتك کی صداقت ثابت نہیں ہوتی۔

(الفضل 14 جنوری 1937ء صفحہ 9)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فسبحان الذی اخذ االاعادی

نیّرِ صداقت

یعنی

(غیر مبایعین کے رسالہ)

''تناقضات مابین حضرت صاحب ومیاں صاحب'' کا دندان شکن جواب

مؤلفہ

ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی

سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن گجرات (پنجاب)

جس کو انجمن احمدیہ ضلع گجرات نے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

نیر صداقت

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ۔ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ۔ (طٰہٰ)

ابتدائی آفرینش سے حق و باطل اور کفر و اسلام کا مقابلہ ہوتا چلا آیا ہے۔ دشمنان صداقت نے حق کی مخالفت میں ہر ایک ناجائز سے ناجائز کوشش کی۔ حق کو دنیا سے مٹانے کے لئے ایڑی سے لیکر چوٹی تک کا زور لگایا۔ مگر اسلام ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہا۔ ''جو کوئی اس پر گرا اس کے ٹکڑے ٹکڑے'' ہو گئے اور ''جس پر وہ گرا اسے پاش پاش کر دیا۔''

اہل پیغام نے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں افترا پردازی اور حق پوشی کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ جھوٹ اور مکر و فریب تو ان کے نزدیک کسی چیز کا نام ہی نہیں! ان کے اس بغض کا اظہار ان کے مخصوص انداز میں آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ جس کا تازہ نمونہ متناقضات مابین اقوال حضرت صاحب و میاں صاحب'' نامی ٹریکٹ ہے۔ اس کے مصنف (سید مدثر شاہ صاحب) نے اپنے مایۂ ناز چیدہ حوالجات کا نچوڑ اس میں جمع کیا ہے۔ اس ٹریکٹ کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں ''میاں صاحب'' اور حضرت صاحب کے تناقضات کا ذکر ہے۔ اور دوسرے حصہ میں ان تناقضات کا ذکر ہے۔ جو ''میاں صاحب'' کی اپنی تصنیفات میں پائے جاتے ہیں۔ تیسرے حصہ میں یہ ذکر ہے کہ ''میاں صاحب'' اور مخالف مولویوں کے خیالات میں توارد واقع ہو گیا ہے۔'' بلفظہ اور اس رسالہ کی تصنیف کی اصل غرض مصنف کے اپنے الفاظ میں یہ ہے۔ ''جماعت احمدیہ میں اختلاف پیدا ہو جانیکا اصلی سبب یہ تھا کہ یہاں میاں محمود احمد صاحب قادیانی کے عقائد مجدد الوقت حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد کے بالکل برخلاف اور الٹ

تھے“ پھر لکھتا ہے ”ناظرین اس مختصر تحریر سے خود نتیجہ نکال لیں گے کہ حضرت صاحب اور میاں صاحب کے عقائد میں بڑا بھاری اختلاف ہے اور یہ کہ حضرت صاحب نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔“ (ٹائیٹل پیج)

میں قارئین کرام سے التجا کرتا ہوں کہ وہ میرے اس مضمون کو پڑھتے وقت ان دونوں باتوں کو ضرور مدنظر رکھیں۔

(1) کیا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد میں اختلاف ہے؟

(2) کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فی الواقع نبوت کا دعویٰ نہیں کیا؟

میں اس جگہ اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ ”تناقض“ کیا ہوتا ہے؟ اور کیا مصنف رسالہ ”تناقض“ کی حقیقت سے واقف بھی ہے۔ یا نہیں؟ میں صرف اس کے مزعومہ تناقضات کی اصلیت کو طشت از بام کرتا ہوں۔ واللہ الموفق

پہلے حصہ کا جواب

پہلے حصہ میں مصنف نے ایک طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے۔ اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ اقوال متناقض ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مذہب نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد کے مخالف ہے۔

مگر معزز ناظرین! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ایک قول بھی ایسا نقل نہیں کیا جا سکا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال کے مطابق نہ ہو۔ اپنے اس

دعویٰ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے وہ اقوال نقل کرتا ہوں۔جن کو مصنف نے اپنے رسالہ میں درج کیا ہے۔اوراس کے مقابلہ میں اس کی تائید میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی تحریرات کے خلاف نہیں بلکہ عین ان کے مطابق میں۔اور اگر وہ تحریرات ان اقوال کے متناقض ہیں جو مصنف رسالہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے نقل کئے ہیں۔تو اس کا جواب دینا مصنف رسالہ کے سر پر ہے۔مگر کیا وہ اپنے اور میرے پیش کردہ حوالجات میں تطابق ثابت کرنیکی سعیٔ ناکام فرمائیں گے

نہ قلم ہی اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

آخر صحیح فیصلہ حضرت مسیح موعودؑ کی اسی تحریر سے ہوگا۔''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔صرف ان معنوں سے کیا ہے۔کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔''(ایک غلطی کا ازالہ)

کیا مولوی صاحب اوران کے رفقاء کے پاس تاویلاتِ رکیکہ کے سوا اس کا کوئی جواب ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

(1)پس یہ بات بالکل روزِ روشن کیطرح ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔مگر نبوت صرف آپؐ کے فیضان سے مل سکتی ہے۔(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 228)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام

(1)پس جبکہ قرآن شریف کی رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے۔جو بتوسطِ فیض و اتباع آنحضرت ﷺ کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو۔اور وہ بذریعہ وحی الٰہی کے مخفی امور پر اطلاع پائے تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہوں گے؟

اس پر کیا دلیل ہے؟ ہمارا مذہب نہیں ہے۔ کہ ایسی نبوت پر مہر لگ گئی ہے۔ صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے۔ جو احکام شریعت جدیدہ اپنے ساتھ رکھتی ہو۔ یا ایسا دعویٰ ہو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع سے الگ ہو کر دعویٰ کیا جائے۔(دیکھو ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 181)

(2) تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں......مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔

(چشمہ معرفت صفحہ 324)

کیا دنیا کا کوئی عقلمند انسان کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں تحریروں میں تناقض ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ

(2) تو خاتم النبیین کے معنی بھی یہی ہیں کہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی نہ اختیار کرے ورنہ نبوت کا دروازہ مسدود نہیں۔ اور جبکہ بابِ نبوت کھلا ہوا تو مسیح موعود بھی ضرور نبی ہے۔(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 232)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(ا) مندرجہ بالا حوالجات

(ب) ''خاتم النبیین'' کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آئے گا۔ اور یہ کہ کوئی ایسا نبی آپ کے بعد نہیں آ سکتا۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہر اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔ حضرت محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ اسلام کا مرجانا اور نبوت کا بند ہو جانا ایک ہی بات ہے۔'' (الحکم 10 مئی 1908ء صفحہ 4 کالم نمبر 3)

(ج) ''اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کی مہر دی......اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت

بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔'' (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ 97)

(3) آور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے نبوت مل سکتی ہے۔ اور جب نبوت مل سکتی ہے تو مسیح موعودؑ نبی ہوئے نہ کہ محدث (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 230)

(4) لیکن جب نبی کی حقیقی تعریف کا علم ہوا تو آپ نے جان لیا کہ وہ لوگ میرے مقام تک نہیں پہنچے اور میں محدث نہیں بلکہ نبی ہوں۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 130)

(5) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں صرف محدثیت ہی جاری نہیں بلکہ اس کے اوپر نبوت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 228) (ا) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں...... پس ہم نبی ہیں...... بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے۔ جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے۔ (بدر 5 مارچ 1908ء)

(ب) اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتاؤ کس نام سے اسے پکارا جائے؟ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔
(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 3)

(6) پس اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ محدث کے علاوہ اس سے بڑھ کر ایک اور نبوت ہے۔ جو پہلے نبیوںؑ کے فیض سے نہیں مل سکتی تھی۔ صرف آنحضرتؐ کے فیض سے مل سکتی ہے۔
(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 229)

(ا) محدث کی بحث کے لئے مندرجہ بالا حوالجات

(ب) اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضۂ کمال کی مہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی...... آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور

آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ 97)

(7) خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا۔ اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے۔ اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے۔ جو نبیوں کی شان ہے۔ اس کو الہامات کے ماتحت کریں گے۔

(الحکم 21اپریل 1914ء)

خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا...... میں خدا تعالیٰ کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں میں اس کی پاک وحی پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 150)

باقی رہاں ظلی اور بروزی کا سوال: سو کیا پیغامیوں میں سے کوئی حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی ایسی وحی دکھا سکتا ہے۔ جس میں آپ کو ظلی یا بروزی نبی کہا گیا ہو؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں! تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی مندرجہ بالا عبارت پر اعتراض کرنا کمال ڈھٹائی نہیں تو اور کیا ہے؟

(8) اس لئے کہ جو تعریف نبی کی میں اوپر کر چکا ہوں اس میں ثابت ہے کہ امور غیبیہ پر کثرت سے اطلاع پانا غیر نبی میں پایا ہی نہیں جاتا۔(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 79-80)(ا) نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔(تجلیات الٰہیہ صفحہ 25،26)

(ب) اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانیوالا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اسے پکارا جائے؟ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔(ایک غلطی کا ازالہ)

(9) تمام کمالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہیں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں ی رو سے حضرت مسیح موعودؑ حقیقی نبی تھے۔ (القول الفصل صفحہ 12) نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 138)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام غیر صاحب شریعت بالواسطہ نبی ہیں۔ اس لئے آپ کی مندرجہ بالا تحریر کے لحاظ سے ہم آپ کو حقیقی نبی کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر حقیقی نبی سے مراد صاحب شریعت نبی ہو۔ تو ہم ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حقیقی نبی تسلیم نہیں کرتے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ تحریر فرماتے ہیں ''اور چونکہ حضرت مسیح موعودؑ میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم اور شریعت اسلام کی اصطلاح کی رو سے آپ حقیقی نبی تھے۔ گو اس اصطلاح کی رو سے جو آپؑ نے لوگوں کو اپنی قسم نبوت سمجھانے کے لئے بنائی تھی۔ اور جو یہ ہے کہ حقیقی نبی وہ ہوتا ہے۔ جو شریعت لائے۔ آپ مجازی نبی تھے۔ مگر اس اصطلاح کی رو سے نہ کہ قرآن کریم کی رو سے'' (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 177)

(10) لیکن چونکہ اس امت میں سوائے مسیح موعودؑ کی جماعت کے کسی جماعت کو آخرین نہیں کہا گیا۔ معلوم ہوا کہ رسول بھی صرف مسیح موعود ہی ہے۔ اور چونکہ محدثین تو پہلے بہت گزر چکے ہیں۔ اس لئے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسیح موعودؑ کی رسالت محدثیت والی نہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 231) غرض اس حصۂ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر

چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی (حقیقۃ الوحی صفحہ 391)

(11) ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی آئیں گے۔ (انوار خلافت صفحہ 62)

''خاتم النبیین'' کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہ آئیگا...... حضرت محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ نبوت کا بند ہو جانا اور اسلام کا مرجانا ایک ہی بات ہے ...... سوال کیا گیا۔ ایک ہی وقت میں کئی نبی ہو سکتے ہیں؟ فرمایا (حضرت مسیح موعود نے خادم) ہاں ایک ہی وقت میں ہزار بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر چاہیے ثبوت اور نشانِ صداقت ہم انکار نہیں کرتے (الحکم جلد 12 نمبر 2۔ 10 مئی 1908ء)

دیکھئے! حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرما رہے ہیں کہ ایک ہی وقت میں ہزار نبی بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر جب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی یہی الفاظ تحریر فرماتے ہیں تو پیغامی شور ڈالتے اور چیخنے چلانے لگ جاتے ہیں۔ عداوت محمود انہیں کیا کچھ نہ دکھائیگی!

(12) ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوار خلافت صفحہ 90) (1) ''بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔'' ''جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 163)

(ب) ''پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تم پر حرام اور قطعی حرام ہے

کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا امام وہی ہو جو تم میں سے ہو۔‘‘ (اربعین نمبر 3 صفحہ 28)

(13) اور پھر غضب تو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ خود حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ دونوں عبارتوں میں تناقض ہے کہا جاتا ہے کہ نہیں کوئی تناقض نہیں (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 14) ’’خلاصہ اعتراض یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔ الجواب (از حضرت مسیح موعود۔ خادم)......رہی یہ بات کہ......کلام میں تناقض کیوں پیدا ہو گیا؟ سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھ دیا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر بعد میں لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 149)

حضرت مسیح موعودؑ خود تسلیم فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں کلاموں میں تناقض ہے۔ مگر اس قدر افسوس ہے ان حق کے دشمنوں پر کہ جان بوجھ کر صرف حضرت خلیفۃ المسیح کی عداوت میں حضرت مسیح موعودؑ کے اس تناقض کو ’’جھوٹے کے کلام‘‘ والا تناقض قرار دیدیا ہے۔

واہ رے جوش جہالت خود دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

(14) دوسری دلیل حضرت مسیح موعودؑ کے نبی ہونے پر یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے اور نواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ شاہد ہیں اس امر کے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں اب ہم آنحضرتؐ کی شہادت کو کس طرح چھوڑ دیں (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 189) ا۔ ’’میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔‘‘ (نزول المسیح صفحہ 48)

ب۔ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اور اس کے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے۔اور اس کو تمام انبیاء کی صفاتِ کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے۔(نزول المسیح صفحہ 48)

(اس کے متعلق زیادہ تفصیل سے بحث پڑھو۔حقیقت النبوۃ صفحہ 192)

(15) بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے کا متبع نہیں ہوسکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔(حقیۃ النبوۃ صفحہ 155)''نبی......کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو''(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 138)

پس یہ کہنا کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا غلط ہے۔اگر ایسا مانا جائے تو لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی کے کیا معنی ہیں؟ کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور ہی میری اتباع کرتے؟ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کی حین حیات میں آنحضرت ﷺ مبعوث ہو جاتے تو یکدم اول الذکر حضرات کی نبوت سلب ہو جاتی؟ استغفر اللہ!

مصنف نے جو عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس کے تناقض پیش کی ہے۔وہ مطلق نہیں بلکہ صرف نبوۃ تشریعی کے لئے مقید ہے۔چنانچہ حضور کے الفاظ یہ ہیں''صاحبِ نبوتِ تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔''اس میں صاحب نبوۃِ تامہ کا امتی ہونا ممتنع قرار دیا گیا ہے۔نبوۃ تامہ کیا چیز ہے؟ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔''الحدیث یدل علیٰ ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت''(توضیح

مرام طبع سوم صفحہ 19) ''حدیث بتا رہی ہے کہ نبوۃ تامہ جو وحی تشریعی والی ہوتی ہے۔ بند ہو چکی ہے)'' پس تشریعی نبی ہرگز ہرگز کسی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا۔ ورنہ غیر صاحب شریعت ''نبی کے لئے ضروری نہیں کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو'

فکر فی کلامی ثم فکر ولا تسلك کمرءٍ لا یبالی

(16) قول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی احمق اور نادان ہے وہ شخص جس نے کہا ''کرمہائے تو مارا کرد گستاخ'' کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں کرتے اور سرکش نہیں بنا دیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گزار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔'' (الفضل 23 جنوری 1917ء)

یہ حوالہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ''کرمہائے تو مارا کرد گستاخ'' تو حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔ اور سچا الہام اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔'' پس نعوذ باللہ حضرت خلیفۃ المسیح نے خدا پر نادانی کا الزام لگایا ہے۔

مگر افسوس! کہ مصنف رسالہ نے عربی کی مشہور مثلاً ''المرء یقیس علی نفسہ' کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو اپنے آپ پر قیاس کرلیا ہے۔ کہ گویا نعوذ باللہ حضور کو حضرت مسیح موعود کے الہام کا علم ہی نہ تھا مگر جناب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود کے الہامات سے اگر کوئی فریق ناواقف ہوسکتا ہے۔ تو وہ اہل پیغام ہی ہیں۔ جنہوں نے حضور کے الہامات کو نعوذ باللہ بے معنی عبارات کی طرح ٹھکرا دیا۔ اور خدا کے اس کلام کا جس میں مسیح موعود کو نبی کا خطاب دیا گیا تھا۔ زبان حال سے انکار کر دیا۔ مگر جماعت احمدیہ جو آپ کے دام تزویر کو صرف اور صرف حضرت مسیح موعودؑ کی پاک وحی سے توڑتی ہے۔ کس طرح اس سے ناواقف ہوسکتی ہے؟

سنیئے! خدا کا الہام ہونے سے یہ مطلب نہیں کہ اس میں کوئی بات حکایتاً بھی ایسی بیان نہیں

ہو سکتی جو نادانی ہو جہالت ہو بلکہ کفر ہو۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے ''سخت ہی کافر اور جہنمی ہے وہ شخص جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شاعر او مجنون کا لفظ استعمال کیا۔'' تو کیا آپ اسی شانِ بے نیازی کو کام فرماتے ہوئے جس سے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پر زبان طعن دراز کی ہے۔ اس پر بدیں الفاظ کفر کا فتویٰ لگائیں گے۔ کہ ''شاعر او مجنون تو قرآن کی آیت ہے۔ اور سچا الہام خدا کی طرف سے نازل ہوا کرتا ہے۔ پس اس شخص کی جرأت اور دلیری کو دیکھو کہ وہ اللہ پر کافر اور جہنمی ہونے کا الزام لگانے سے بھی نہیں ڈرتا۔ **استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔''**

ظاہر ہے کہ ایسا کہنا ہر صاحب عقل کے نزدیک (بشرطیکہ وہ پیغامی نہ ہو) ناجائز ہوگا۔ اسی طرح بیشک ''کرمہائے تو مارا کرد گستاخ'' الہام ہے۔ مگر یہ اصالتاً نہیں بلکہ حکائتاً عن الغیر خدا کا کلام ہے۔ کیا خدا نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ ''کرمہائے تو مارا کرد گستاخ''؟ یا کیا حضرت مسیح موعود خدا کو یہ کہہ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ لفظ ''ما'' ایک جماعت کو چاہتا ہے جس کا یہ قول حکائتاً الہام کیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ جماعت۔ جماعت مومنین نہیں کیونکہ ''خدا تعالیٰ کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بناتے۔'' آیئے! آپ کو بتاؤں کہ اس سے کونسا گروہ مراد ہے؟ وہی جس نے رحم کا بدلہ ظلم اور انعام کا بدلہ شر سے دیا۔ وہ کون ہیں؟ شائد آپ کو سوجھ گئی ہو۔ سنیئے! یہ وہی ہیں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود کا دوسرا الہام ہے۔ ''شر الذین انعمت علیہم'' پس یہ آپ ہی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احسانات کا بدلہ گالیوں سے دیا۔ جس کا تازہ نمونہ جناب ہی کا یہ ٹریکٹ ہے۔ جو اس وقت زیر جواب ہے۔ ایسوں ہی کے متعلق حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے

ومن عجب اشرفکم وادعوا ومنك المشرفية والرماح

پہلے حصہ کا جواب ختم کرنے سے پہلے میں مجازی نبی کے متعلق نہایت مختصر طور پر کچھ لکھ دینا چاہتا ہوں ورنہ پوری تفصیل کے ساتھ بحث آپ کو حقیقت النبوۃ صفحہ 164 سے لیکر 183 تک ملیگی۔لیکن چونکہ مصنف تناقضات نے مجازی نبی کے متعلق بھی حوالجات نقل کئے ہیں اس جگہ مختصراً کچھ لکھتا ہوں۔

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ لفظ مجاز حقیقت کے الٹ واقعہ ہوا ہے۔مجاز وہ ہوتا ہے جو حقیقت نہ ہو۔چنانچہ حضرت مسیح موعود خود تحریر فرماتے ہیں ''سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لاعلٰی وجہ الحقیقۃ'' کہ میرا نام خدا نے مجازی طور پر نبی رکھا ہے۔نہ کہ حقیقی طور پر۔

پس مجازی نبی کے معنی معلوم کرنے کے لئے حقیقی نبی کے معنی معلوم کر لینے چاہئیں اور جو مراد حقیقی نبی سے ہوگی مجازی نبوۃ اس کے الٹ ہوگی۔حقیقی نبوۃ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی ورسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترك القراٰن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب۔غرض ہمارا یہی مذہب ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوۃ کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد ہے بے دین ہے۔'' (انجام آتھم صفحہ 27،28)

عبارت مندرجہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقی نبوۃ سے مراد براہ راست تشریعی نبوت ہے۔اب مجازی نبوۃ اس کے مقابل بالواسطہ غیر تشریعی نبوت ہوگی۔اور یہی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور جماعت احمدیہ کا مذہب ہے۔

یہ ہے ٹریکٹ مذکور کا پہلا حصہ اور اس کا جواب! اب میں اس کے دوسرے حصہ کی طرف

توجہ کرتا ہوں۔

دوسرے حصہ کا جواب

اس حصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے اپنے تناقضات دکھانے کی سعیٔ ناکام کی گئی ہے۔

میں حیران ہوں کہ حق کی مخالفت نے ان لوگوں کو کیا سے کیا بنا دیا؟ معمولی سی دو سلیس عبارتیں ہیں اور وہ بھی اردو میں دونوں کا مضمون واحد ہے۔مگر جناب یا تو اپنی جہالت سے یا عمداً ان کو تناقض قرار دے رہے ہیں۔ دونوں عبارتیں بدیہا ایک دوسرے کی مؤید ہیں نہ کہ متناقض! میں اس سے زیادہ اس کے متعلق اور کچھ نہیں لکھنا چاہتا دونوں عبارتیں بالمقابل نقل کر دیتا ہوں اور فیصلہ انصاف پسند پبلک پر چھوڑتا ہوں:۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

(1) پس کیوں لوگ اپنی جانوں پر رحم نہیں کرتے اور اس صدی کے مجدد کو قبول نہیں کرتے کیا وجہ ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں تو اللہ لوگوں کی گمراہی کے وقت مامور بھیجتا تھا۔لیکن اب نہیں بھیجتا۔ اللہ کا رسول اللہ سے وعدہ نہ تھا کہ ہر صدی کے سرے پر مجدد آیا کریں گے پھر اس صدی کے سر پر کیوں کوئی مجدد نہ آیا۔ آیا اور ضرور آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔

(الحکم جلد 15 نمبر 7)

اگر حضرت مسیح موعود کبھی اپنے آپ کو دوسرے مجددین میں شامل کریں تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بس آپ مجدد ہی ہیں ایسی حماقت ہے جیسے کوئی شخص انا اول المومنین کو دیکھ کر کہہ دے کہ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صرف مومن کا خطاب دیا گیا۔

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 280)

اور یہ بھی نقل کر دیا ہوتا:۔''بڑے درجہ میں چھوٹا خود شامل ہو جاتا ہے۔پس جو نبی ہوا ضرور ہے کہ وہ محدث بھی ہو۔''(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 280)

اگر یہی تناقض ہے تو تطابق دنیا میں کسی چیز کا نام نہیں!

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

(2)اور کیا نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ لغت کے خلاف کسی اور معنوں کی رو سے نبی ہو؟ نہیں۔ایسا نہیں! فیصلوں کی اصل حکم لغت ہے۔اس کے بعد اصطلاحات خاص۔پس جبکہ لغت میں نبی کے معنی اور قرآن کی اصطلاح ایک ہی ہو تو اب کسی کو کیا حق ہے کہ اپنی طرف سے نئی شرائط تجویز کرے......پس جس میں یہ شرائط پائی جائیں گی اس کے نبی ہونے کا انکار کرنے والا لغت کو بھی چھوڑتا ہے اور جو لغت کو چھوڑتا ہے اس سے بحث کرنا ہی فضول ہے۔(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 116)حضرت مسیح موعود کے اپنے کئے ہوئے معنوں سے باہر جانے کی اجازت کسی کو نہیں کیونکہ یہ الفاظ لغت میں ان معنوں کے ساتھ استعمال نہیں ہوتے جن میں حضرت مسیح موعود نے ان کو استعمال کیا ہے۔پس یہ حضرت مسیح موعود کی اصطلاحات سے ہیں اور وہی معنی ان کے جائز ہوں گے جو خود آپ نے کئے اور نہ وہ دوسرا اپنے ذہن سے بنا لے اور نہ وہ جو لغت میں آئیں:۔(حقیقۃ النبوۃ صفحہ 161)

مصنف تناقضات نے ان دونوں عبارتوں کو متناقض قرار دیا ہے۔اور پھر عجب شانِ بے نیازی سے تحریر فرمایا ہے کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے حضرت مسیح موعود سے بحث کرنا فضول قرار دیا ہے۔مگر افسوس! کہ ان کی یہ خوشی محض عارضی خوشی ہے۔کیونکہ دراصل خلیفۃ المسیح کے اقوال میں تناقض نہیں بلکہ مصنف کے اپنے خیالات میں تعصب کی وجہ سے نقص ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ پہلی تحریر میں حضرت خلیفۃ المسیح نے دو قسم کے جھگڑے قرار دیئے ہیں

(1) صرف الفاظ کے متعلق (2) اصطلاحات خاص کے متعلق

پہلے حوالہ میں آپ نے صرف الفاظ (خصوصاً ''لفظ نبی'') کے متعلق جھگڑوں کے فیصلہ کرنے کے لئے صرف لغت کو حکم ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضور نے اس کی مثال (جس کو صاحبِ تناقضات جان بوجھ کر چھوڑ آئے ہیں) یوں دی ہے:۔ ''جو لغت کو چھوڑتا ہے۔ اس سے بحث کرنا ہی فضول ہے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ کل کو کہہ دے کہ کتاب۔ فرشتوں اور فرشتہ۔ رسول کو کہتے ہیں۔'' اور لغت دکھائے جانے سے کہہ دے کہ میں لغت کا اعتبار نہیں کرتا۔''

ظاہر ہے کہ مفرد الفاظ کے جھگڑوں میں اگر لغت کو چھوڑ دیا جائے تو کبھی بھی بحث نہیں ہو سکتی۔ دوسری عبارت میں خلیفۃ المسیح ثانی نے ''اصطلاحات خاص'' کے جھگڑے فیصل کرنے کے متعلق اصول بتایا ہے۔ کہ ان کا فیصلہ ''مصطلح'' ہی کے کلام سے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ **لکلٍ ان یصطلح** کے مطابق ہوایک کو حق ہے۔ کہ اپنی اصطلاح قائم کرے۔ تو اس صورت میں اس اصطلاح کے معنی وہی صحیح ہونگے جو وہ اصطلاح بنانے والا خود بیان کرے۔ خصوصاً حضرت مسیح موعود کی اصطلاحات نبوت۔ جو لغت میں اس طرح پائی نہیں جاتیں۔ مثلاً ظلی نبی۔ بروزی نبی۔ حقیقی نبی۔ مجازی نبی۔ کیا یہ اصطلاحات لغت میں مل سکتی ہیں؟ قطعاً نہیں۔ پس ان کے معنی وہی صحیح ہونگے۔ جو خود حضرت مسیح موعود نے بیان فرما دیئے ہوں۔ ''نہ وہ جو دوسرا اپنے ذہن سے بنا لے اور نہ وہ جو لغت میں آئیں'' + پس پہلا حوالہ صرف الفاظ اور دوسرا صرف اصطلاحات خاص کے متعلق ہے۔ ان دونوں کو متناقض قرار دینا سید مدثر شاہ صاحب ہی کا کام ہے

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس وقت صاحب تناقضات اپنی دھن میں حقیقت حال سے باہر بےخبر لہرِ تعصب میں بے اختیار بہے چلے جا رہے ہیں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی جونسی دو عبارتیں سامنے آئیں نقل کر دیں کہ بس تناقض واقع ہو گیا۔ اس کی مثال یہ مزعومہ تناقض ہے:۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

3۔ لیکن اپنا یہ حال ہے (اہل پیغام کا۔ خادم) کہ ہزاروں آدمیوں کو نبی قرار دیتے ہیں شائد وہ کہیں کم ہم جزوی نبی قرار دیتے ہیں سو یاد رہے کہ قرآن کی کسی آیت سے یہ ثابت ہے کہ بغیر خدا کے اذن اور بغیر کسی قرینہ کے جزوی نبی کہنا جائز ہے؟ درحقیقت اللہ کی طرف سے ایک سزا ہے جو ان لوگوں کو ملی ہے۔ بئس للظالمین بدلاً (حاشیہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ 130) لیکن کسی قدر کمی اور کسی قدر نقص کی وجہ سے وہ (صدیق) درجہ نبوت پانے سے روکا جاتا ہے ورنہ اس حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ نبی ہو ہی جائے بلکہ جزوی نبوت اسے مل جاتی ہے...... اور یہ محدث کا آخری درجہ ہوتا ہے اور یہ درجہ امت محمدیہ میں سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں نے پایا (حقیقۃ النبوۃ صفحہ 152-153)

حالانکہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ ان حوالوں میں کوئی تناقض نہیں کیونکہ پہلے حوالہ میں حضور نے فرمایا ہے کہ ''بغیر کسی قرینہ'' اور ''بغیر اذن الٰہی'' کسی کو جزوی نبی کہنا جائز نہیں اب اس کا تناقض قول تو یہ ہو سکتا ہے کہ بغیر کسی قرینہ اور بغیر اذن الٰہی کے جزوی نبی کہنا جائز ہے۔ یا فلاں بغیر اذن و قرینہ کے جزوی نبی بن گیا۔ مگر جناب صاحبِ ''تناقضات'' کو جب کوئی ایسا قول نظر نہ آیا تو یہی نقل کر دیا۔ ''بلکہ جزوی نبوت اسے مل جاتی ہے۔'' صاحب! کہاں سے ''مل جاتی ہے؟'' کیا اہل پیغام سے (جو بغیر کسی قرینہ یا اذن الٰہی کے ہزاروں آدمیوں کو جزوی نبی کہنے کے عادی ہیں)؟ ظاہر ہے کہ اسے ''جزوی نبوت'' خدا سے ''مل جاتی ہے'' تو جس

صورت میں خدا اسے جزوی نبوت دیتا ہے اذن الٰہی خود ہی موجود ہے۔ تناقض کیسا! ''قرار دینا'' اور بات ہے اور ''ہونا'' اور بات۔ پھر صدیق کی صفات بھی جو بعینہٖ جزوی نبوت ہے وہیں مندرج ہیں۔ پس قرینہ بھی موجود ہے۔ اور اذن الٰہی بھی موجود ہے۔ مگر باوجود اس کے آنجناب کو تناقض ہی نظر آ رہا ہے۔ **یاللعجب!**

(4) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اقوال پر چوتھا تناقض ملاحظہ فرمائیے:۔

''کیا تمہیں مسیح موعود کی پیشگوئیوں پر اعتبار نہیں؟ تو تم احمدی کس بات کے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سبز اشتہار میں ایک بیٹے کی پیشگوئی کی تھی کہ اس کا نام محمود ہوگا۔ دوسرا نام فضل عمر ہوگا۔ اور تریاق القلوب میں آپ نے اس پیشگوئی کو مجھ پر چسپاں بھی کیا ہے۔ پس مجھے بتاؤ کہ عمر کون تھا؟ اگر تمہیں معلوم نہیں تو سنو وہ دوسرا خلیفہ تھا۔ پس میری پیدائش سے پہلے خدا نے یہ مقدر کر چھوڑا تھا کہ میرے سپرد وہ کام کیا جائے جو حضرت عمرؓ کے سپرد ہوا تھا۔ پس اگر مرزا غلام احمد خدا کی طرف سے تھا۔ تو تمہیں اس شخص کے ماننے میں کیا عذر ہے۔ جس کا نام اس کی پیدائش سے پہلے عمر رکھا گیا۔ اور میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں اس پیشگوئی کا مجھے کچھ علم نہ تھا۔ بلکہ بعد میں ہوا۔ کون ہے جو خدا کے کام روک سکے۔'' اور اس کا حوالہ یوں دیتے ہیں ''صفحہ 9۔ 21 مارچ 1914ء مصنفہ میاں صاحب'' گویا ''21 مارچ 1914ء'' یا ''مصنفہ میاں صاحب'' حضرت خلیفۃ المسیح کی کوئی کتابیں ہیں جن میں سے کسی کے صفحہ 9 پر مندرجہ بالا عبارت درج ہے

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا ایہا الساقی ادر کاسًا وناولہا

مندرجہ بالا حوالہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے حلفیہ طور پر بیان فرمایا ہے کہ حضور کو

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی زندگی میں اس پیشگوئی کا علم نہ تھا۔ کہ آپ ہی فضل عمر ہیں اور یہ کہ اس میں خلافتِ ثانیہ کا راز مضمر ہے۔ (جیسا کہ حضرت مسیح موعود باوجود ''مسیح موعود'' کی وحی نازل ہونے کے وفات مسیح کا عقیدہ نہ سمجھ سکے) جناب صاحب ''تناقضات'' جن کو تعصب کی وجہ سے بھلا برا کچھ نہیں سوجھتا۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا کوئی قول اس کے متناقض پیش نہ کر سکے پر ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے ماتحت حضرت مسیح موعود ہی کی عبارت نقل کر دیتے ہیں۔ قارئین کرام! اگر آپنے ہم وا بما لم ینالو کا تازہ نمونہ دیکھنا ہو تو رسالہ ''تناقضات'' کا صفحہ 11 ملاحظہ فرمایئے آپ ''میاں صاحب کے تناقضات'' کے عنوان کے نیچے اور ''میاں صاحب میاں صاحب'' کی سرخیوں کے ماتحت ایک طرف حضرت خلیفہ ثانی اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود کے ایک خط سے کچھ حصہ نقل کر رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تحریر فرماتے ہیں:۔ رسالہ تشحیذ الاذہان میں مولوی نورالدین صاحب (حضرت خلیفۃ اول ؓ سے مراد ہے۔ خادم) کی زندگی میں میاں صاحب نے بحیثیت ایڈیٹر فضل عمر اور محمود والی پیشگوئی شائع کی۔''

دیکھئے! حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا اپنا قول نہیں ملا حضرت مسیح موعود ہی کا حوالہ نقل کر دیا۔ پھر ایسا نہیں کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے خود تو تحریر نہیں فرمایا کہ میں ہی فضل عمر ہوں (حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں) مگر آپ نے اپنے فلاں مضمون میں اس سے فلاں استدلال کرنے کے لئے اس کو نقل کیا ہے۔ بلکہ تشحیذ الاذہان میں ایک خط چھپا ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی درج ہے۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ؓ اس لئے قابل اعتراض ہیں کہ آپ اس وقت رسالہ کے ایڈیٹر تھے۔

لطف یہ کہ مصنف تناقضات نے اس قدر کمزوری دکھانے کے بعد بھی جو عبارت تشحیذ سے حضرت صاحب کی نقل کی ہے۔ اس میں فضل عمر والی پیشگوئی کا ذکر تک بھی نہیں کیونکہ فضل عمر

والی پیشگوئی سبز اشتہار میں ہے۔اور محولہ عبارت مکتوب 4 دسمبر 1888ء کی ہے۔ چنانچہ مصنف تناقضات نے بغرض اثباتِ تناقض جو عبارت نقل کی ہے۔ وہ بعینہ یہ ہے۔

''ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بھی بشیر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا دوسرا بشیر تجھے دیا جائیگا۔ یہ وہی بشیر ہے جس کا دوسرا نام محمود بھی ہے۔جس کی نسبت وہ اولوا العزم ہوگا۔ اور حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ **یخلق مایشاء**۔یہی حقیقتِ حال ہے جو میں نے لکھا ہے۔''

(الراقم مرزا غلام احمد از قادیان 2 ربیع الاول سنہ 1306ھ مطابق 4 دسمبر 1888ء)

قارئین کرام! خدا کے لئے انصاف سے کہئے بھلا اس حوالہ میں فضل عمر کا لفظ تک بھی موجود ہے؟ پس اس حوالہ سے قطعاً ثابت نہیں ہوسکا کہ حضور کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی زندگی میں فضل عمر کی پیشگوئی اور خلافتِ ثانیہ پر فائز ہونے کا علم تھا۔ ہاں اس سے یہ ضرور ثابت ہوگیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ''اولوا العزم'' ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ''حسن واحسان'' میں مسیح موعود کے نظیر ہیں پھر کس قدر حیرت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ''حسن واحسان میں نظیر'' انسان کو (حضرت مسیح موعود کی اطاعت کا دم بھرتے ہوئے) نعوذ باللہ جھوٹی قسم کھانے والا ثابت کرنے کی بے سود اور ناکام کوشش میں جھوٹ اور دھوکہ دہی کی نجاست پر منہ مارا جاتا ہے! کیا انسانیت اور شرافت کا یہی تقاضا ہے؟ حوالہ نقل کر کے اس بات کے ثبوت میں کہ حضور کو اس پیشگوئی کا حضرت خلیفہء اول کی زندگی میں علم تھا۔ آپ ''چند زبردست دلائل'' ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

''فضل عمر کی یاددہانی کرانے کے لئے ایک اخبار میاں صاحب نے الفضل کے نام سے جاری کیا۔ دار الفضل کے نام پر قادیان میں ایک محلہ بنایا گیا...... مجلس مذکور (انجمن انصار اللہ۔ خادم) نے خلافت احمدیہ کے نام پر رسالے شائع کئے اور ہر ایک رسالہ کے شروع میں

یہ الفاظ لکھے۔''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''......مگر میاں صاحب باوجود ان روشن واقعات کے اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ان کو اس پیشگوئی کا علم حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے بعد ہوا۔''اور ان کی زندگی میں نہیں ہوا۔**واللہ اعلم بالصواب**۔''

ناظرین! یہ ہیں اہل پیغام کے''**ادلہ معقولۃ الواضح**ہ!'' شکر ہے کہ صاحب ''تناقضات'' نے یہ نہیں لکھ دیا کہ قادیاں میں مولوی فضل دین صاحب رہتے تھے کئی آدمیوں کے نام فضل الٰہی۔فضل کریم فضل احمد وغیرہ تھے۔لغت میں فضل کا لفظ موجود ہے۔ اور پھر قرآن میں **ان الفضل بید اللہ** کی آیت بھی موجود ہے۔پھر''ان روشن واقعات کی موجودگی میں میاں صاحب کو اس پیشگوئی (فضل عمر والی) کا علم یوں نہ ہوا؟''اہل پیغام کی بدقسمتی سے حضرت خلیفۃ المسیح کی مقدس اولاد میں سے کسی کے نام میں فضل نہیں آتا ورنہ ایک اور دلیل ان ادلہ میں شامل ہوجاتی۔اور اس کا جواب دینا ہمارے لئے مشکل ہوجاتا

فیا حبی تفکر فی کلامی فان الفکر للتقویٰ وشاحٌ

(5)اس کے بعد صاحب''تناقضات''نے تحصیلدار صاحب بٹالہ'' کی رپورٹ نقل کی ہے۔اور اس کے مقابل پر انجمن انصار اللہ کی رپورٹ نقل کر کے ان میں تناقض بتایا ہے مگر نہ تو پہلی تحریر اور نہ ہی دوسری حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ہے۔ اس لئے اس کی طرف مجھے توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔نمعلوم اس''تناقض'' کی''تناقضات مابین اقوال حضرت صاحب ومیاں صاحب'' کی سرخی کے ماتحت لانے سے کیا مراد ہے؟ باقی رہا بیانات میں تناقض سو جس چیز کی نفی ہے۔وہ اور روپیہ ہے اور جس کا اثبات ہے وہ اور روپیہ ہے۔''پانچ مدوں'' والا روپیہ چندہ کا روپیہ ہے اور نذروں کا روپیہ اس کے علاوہ ہے **فافہم**۔

(4) اسی طرح اگلا تناقض بھی ’’مجلس انصار اللہ‘‘ اور ’’سیکرٹری انصار اللہ‘‘ کے درمیان دکھایا گیا ہے۔ گو اس پر بحث کرنا بھی میرا فرض نہیں۔ اگر کسی انجمن اور اس کے سیکرٹری کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو کیا اس سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اقوال پر کوئی زد پڑ سکتی ہے؟

کیا اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عقائد حضرت مسیح موعود کے مخالف ہیں؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ محولہ عبارتوں میں بالکل کوئی تناقض نہیں۔ کیونکہ پہلے حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ’’خدا کا مقرر کردہ خلیفہ‘‘ تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ’’انجمن‘‘ کو آپ کا ’’جانشین‘‘ اور دوسرے حوالہ میں خلیفہ وقت کو ’’خدا کا مقرر کردہ خلیفہ‘‘ اور انجمن کو اس کا ’’جانشین‘‘ قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی اس عبارت سے استدلال کیا گیا ہے:۔

’’انجمن خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔‘‘

حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ تھے۔ ’’اور کوئی احمدی آپ کے خلیفۃ اللہ ہونے سے انکار نہیں کر سکتا‘‘ جب آپ جسمانی لحاظ سے ہم سے جدا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ

(النور ع 7) کے مطابق حضرت خلیفہ اوّلؓ و حضرت خلیفہ ثانیؓ کو یکے بعد دیگرے خلیفہ مقرر فرمایا۔ پس چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔‘‘ اس لئے خلیفۂ وقت کی جانشین بھی انجمن ہے۔ غرض دونوں حوالوں میں کوئی تناقض نہیں۔

اس جگہ ٹریکٹ کا دوسرا حصہ ختم ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ مصنف رسالہ (تناقضات) جس طرح حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۂ ثانی کے مابین کوئی اختلاف ثابت نہ کر سکا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کے اقوال بلکہ انجمن انصار اللہ کے اقوال میں بھی تناقض ثابت

کرنے میں اس نے منہ کی کھائی ہے اور سوائے خشک ہزیمت اٹھانے کے اس کے ہاتھ اور کچھ نہیں آیا۔(فالحمد للہ علی ذالك)

تیسرے حصہ کا جواب

اس حصہ میں صاحب ''تناقضات'' نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ''اور مخالف مولویوں کے خیالات میں توارد'' دکھانا چاہا ہے۔ مگر میں نہیں سمجھتا۔ اس میں قابل اعتراض بات کونسی ہے؟ کیا مخالفین کے بعض خیالات سے اتفاق بھی گناہ ہے؟ کیا اسلام یہی تعلیم دیتا ہے۔ کہ جو خیال کسی مخالف کی طرف سے ظاہر کیا جائے خواہ وہ صحیح ہو اس کی ضرور مخالفت ہی کی جائے؟ کیا اگر ایک دھریہ کسی صحیح خیال کا بھی اظہار کرے تو مومن کی شان یہ ہے کہ اس سے انکار کردے؟ قرآن کریم تو ایسی تعلیم سے بیزار ہے اس کا حکم تو یہ ہے فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ' کہ اچھی بات کو لے لو بری چھوڑ دو۔ کیا ''کلمة الحكمة ضالة المومن'' کی حدیث آپ کو یاد نہیں رہی؟ پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ کہا کہ حضرت مسیح موعود نے 1901ء میں اپنے عقیدہ میں کوئی تبدیلی کی اور اپنی نبوت کو جس کو محدثیت قرار دیتے تھے نبوت ہی کہا ہے۔(حالانکہ اس نے ایسا نہیں کہا بلکہ اس نے تو یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح وعود نے 1901ء میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے) اور بات بھی یہ صحیح ہے تو کیا ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم ضرور اس کے خلاف کہیں؟ بلکہ تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے۔ کہ جو بات ایک مخالف عنید باوجود اس حقد وعناد کے سمجھ سکتا ہے تم بایں ہمہ دعویٰ مرید ہو کر نہ سمجھ سکے ہاں آپ نے اس حوالہ کی نقل میں پیغامی دیانت و امانت کا ایک تازہ ثبوت دیا ہے۔ جناب الحکم 16 اگست 1908ء صفحہ 8 کا ایک حوالہ یوں نقل کرتے ہیں:۔

''یہ سچ ہے کہ انہوں (حضرت صاحب نے) اس کے بعد بھی ایسی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا

جس کا ذکر حمامۃ البشریٰ میں موجود نہیں ہے۔ ہاں جو امتی ہو اور اسے مکالماتِ الٰہیہ کثرت سے ہوں وہ متبع نبی یا مجدد یا محدث یا فنافی الرسول ضرور کہلا سکتا ہے (یاد رہے کہ یہ حضرت مسیح موعود یا حضرت خلیفۃ المسیح دونوں میں سے کسی کا حوالہ نہیں بلکہ ایک صاحب ''ڈاکٹر احمد حسین'' نام کے مضمون کا ایک فقرہ ہے)

اس میں فقرہ ''اس کے بعد بھی ایسی نبوۃ کا دعویٰ نہیں کیا جس کا ذکر حمامۃ البشریٰ میں موجود نہیں'' کا یہ مطلب ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے 1901ء کے بعد بھی اپنے منصب کے متعلق وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو حمامۃ البشریٰ میں گویا حضور مجدد یا محدث سے زیادہ اور کچھ نہیں (جیسا کہ حضور نے حمامۃ البشریٰ میں اپنے آپ کو مجدد اور محدث ہی لکھا ہے۔'' حالانکہ الحکم کے اصل الفاظ یوں ہیں۔ باقی رہا یہ کہ حمامۃ البشریٰ میں نبوت کے مدعی کو کافر کہا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سچ ہے کہ انہوں نے اس کے بعد بھی ایسی نبوۃ کا دعویٰ نہیں کیا جس کا ذکر حمامۃ البشریٰ میں موجود ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ حمامۃ البشریٰ میں حضور نے جس نبوۃ کے مدعی کو کافر قرار دیا ہے۔ ایسی نبوۃ کا حضور نے بعد میں بھی دعویٰ نہیں کیا۔ حمامۃ البشریٰ وغیرہ کتابوں میں حضور نے کس نبوت کے مدعی کو کافر قرار دیا ہے؟ اس کا جواب حضرت مسیح موعود خود بیان فرماتے ہیں:۔

''یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا مدعی ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ اور جس کا مطلب یہ ہے کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت ﷺ کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر

ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ سے یہی لکھتا چلا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔'' (اخبار عام 26 مئی 1908ء)

پس صاحبِ مضمون کا مطلب یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعد بھی مندرجہ بالا نبوت (تشریعی نبوت) کا دعویٰ نہیں کیا۔ (اور یہی جماعت احمدیہ کا مذہب ہے) مگر جناب نے ''اس کے بعد بھی ایسی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا جس کا ذکر حمامۃ البشریٰ میں موجود ہے'' کو بگاڑ کر ''اس کے بعد بھی ایسی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا جس کا ذکر حمامۃ البشریٰ میں موجود نہیں ہے۔'' بنا دیا۔ جس سے ان کے عقائد باطلہ کی تائید ہوتی تھی۔ کیا حضرت مسیح موعود نے ان لوگوں کو یہی تعلیم دی تھی؟ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سزا ہے جو ان لوگوں کو ملی ہے۔ بئس للظلمین بدلاً'۔ باقی رہا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام محدث ہی تھے نبی نہ تھے۔ تو اس کے جواب میں میں اوپر ایک حوالہ حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریر سے نقل کر چکا ہوں:۔

''اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو پھر بتلاؤ کس نام سے اسے پکارا جائے؟'' اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے'' (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 3)

اصل بات یہ ہے کہ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ میں محدث بھی نبی کیساتھ شریک ہوتا ہے۔ مگر اظہار علی الغیب بموجب آیت ''فلا یظہر علی غیبہٖ احدا الا من ارتضٰی من رسول'' صرف نبی کو ہی ہوتا ہے۔ پس جس حد تک مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود کیساتھ اس میں محدثین بھی شامل ہیں۔ مگر اظہار علی الغیب چونکہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کو عطا ہوا۔ اس لئے صرف آپ ہی نہیں ہیں۔ ''کیونکہ کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں

پائی جاتی‘‘(حقیقت الوحی صفحہ 491)

وقولی خالص لا نوع هزل　　وجد لا یخالطه المزاح

(2)اب ہم رسالہ کے آخری صفحہ کے آخری تناقض پر آ پہنچے ہیں۔اور یہ ایسا تناقض ہے جس کی نقل پر صاحب تناقضات نے فن تحریک کو ختم کر دیا ہے۔حضرت مسیح موعود کی عبارت کو۔ہاں اس مسیح موعود کی عبارت کو جس کو زبان سے تو اپنا امام اور مقتدا کہا جاتا ہے۔اس طریق سے نقل کیا ہے۔کہ عبارت کا مفہوم بالکل ’’لا تقربوا الصلوٰۃ‘‘ کے مترادف بن گیا ہے۔صفحہ 7 پر پہلے کے تناقض نمبر 12 میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عبارت (یہ دکھانے کے لئے حضرت مسیح موعود کے نزدیک ان کے منکرین کافر نہیں ہیں اور یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مسیح موعود کے الٹ اپنا عقیدہ بنا رکھا ہے۔) یوں نقل کی ہے:۔’’پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گویوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔‘‘(حقیقۃ الوحی صفحہ 120)

اب اس فقرہ سے یہ مترشح ہوتا ہے۔کہ گویا حضرت مسیح موعود کے تمام منکرین مسلمان ہی ہیں اور یہ کہ ان کو کافر قرار دینا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک الزام لگانا ہے۔

حالانکہ دراصل یہ فن تحریر کا کمال ہے کہ مندرجہ بالا مفہوم کا اظہار ان الفاظ سے ہو رہا ہے جن کو مصنف (حضرت مسیح موعود) نے بالکل اس کے مخالف مفہوم کے لئے تحریر کیا تھا۔ چنانچہ عبارت یوں ہے:۔

’’پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گویوں کو کافر ٹھیرایا ہے۔حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے......کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا

کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے۔ کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھیرایا تھا؟......اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ سے کافر ٹھیرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 120، 121)

اب آپ اس ساری عبارت کو پڑھ کر ''تناقضات مابین اقوال حضرت صاحب ومیاں صاحب'' کا صفحہ 7 ملاحظہ فرمائیے۔ کیا اصل عبارت مندرجہ حقیقت الوحی اور نقل شدہ (کاٹی ہوئی عبارت) کے مفہوم میں زمین وآسمان کا فرق نہیں! کیا ''دھوکہ دہی'' اس کے علاوہ اور کسی چیز کا نام ہے؟ شرم! شرم!! شرم!!!

اسی طرح صفحہ 16 پر مصنف تناقضات نے ایک طرف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ایک عبارت نقل کی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا منکر خواہ کوئی ہو اور کہیں ہو کافر ہے اور مسلمان نہیں۔ اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت حقیقۃ الوحی سے نقل کی ہے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ نے اس عقیدہ کو اپنے اوپر افترا قرار دیا ہے۔ اور بالبداہت باطل ٹھیرایا ہے۔ عبارت یہ ہے۔ ''ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے اپنے رسالہ مسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے۔ کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا۔ اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا۔ جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچتی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دوزخ میں پڑیگا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔ یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔ یہ افترا میرے پر کیا ہے۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی۔

(حقیقت الوحی صفحہ 178)

جناب نے بس یہیں تک عبارت نقل کردی۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص اس عبارت سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ گو یا نعوذ باللہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا عقیدہ حضور کے قول کے بالکل الٹ ہے۔ مگر پیغامی تحریف نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اصل مفہوم دنیا پر واضح ہونے پائے اس لئے ''**وانتم سکاریٰ**'' ہضم کردیا گیا۔ اگر اس کا ایک فقرہ اور نقل کردیا جاتا تو اصل مفہوم ظاہر ہو جاتا۔ اور ان کی خواہش پر پانی پھر جاتا۔ عبارت اس طرح چلتی ہے۔

''یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔ یہ افترا میرے پر کیا ہے۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بہ بداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کرسکتی جو شخص بکلّی نمام سے بھی بے خبر ہے اس پر مواخذہ کیونکر ہوسکتا ہے۔'' اس فقرہ نے تمام اوپر والی عبارت کو صاف کردیا کہ اصل ''افترا'' اور ''چالاکی'' جو عبدالحکیم خاں نے کی ہے وہ منکرین مسیح موعود کی تکفیر نہیں بلکہ ان کا ''جہنمی'' ہونا ہے اور یہی امر بہ بداہت باطل ہے۔ اگر انکا کافر قرار دینا بھی افترا ہوتا تو حضور یوں تحریر فرماتے ''جو شخص بکلّی نام سے بھی بے خبر ہے وہ کافر کیونکر ہوسکتا ہے اور اس پر مواخذہ کیونکر ہوسکتا ہے؟'' مگر حضور صرف ''مواخذہ'' کی تردید فرما رہے ہیں۔ ورنہ حضور نے اسی جگہ ذرا آگے چل کر لکھا ہے:۔

''بہر حال کسی کفر اور اس پر اتمام حجت کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ یہ اس کا کام ہے۔ جو عالم الغیب ہے۔ ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے نزدیک جس پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور خدا کے نزدیک جو منکر ٹھہر چکا ہے۔ وہ مواخذہ کے لائق ہوگا۔ ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے۔ اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن

کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔

اول۔ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

دوم:۔دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 179)

پھر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔''یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 163)

مندرجہ بالا عبارتوں میں حضرت مسیح موعود نے ہر ایک شخص کو خواہ وہ کہیں ہو۔اس نے آپ کا نام بھی سنا ہو یا نہ صرف ''نہ ماننے والا'' ہو کافر قرار دیا ہے'' کیونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے۔''

اب سوال صرف یہ ہے کہ وہ ''قابل مواخذہ'' بھی ہوگا یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں حضور تحریر فرماتے ہیں''اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا کے نزدیک اول قسم کفر (رسول کریمؐ کا انکار۔خادم) یا دوسری قسم کفر (مسیح موعود پر ایمان نہ لانا۔خادم) کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا۔اور وہ مکذب اور منکر ہےا اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر ہی کے نام سے پکارتے ہیں۔مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 180)

عبارت واضح ہے۔ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنے ''منکرین'' کو بھی کافر قرار دے

رہے ہیں۔مگر ان کو بغیر اتمام حجت قابل مواخذہ نہیں ٹھیراتے مگر عبدالحکیم مرتد نے ''محض اپنی چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت'' تھی حضور پر یہ افترا باندھا کہ گویا آپ کے نزدیک ہر وہ شخص جس کو آپ کی دعوت بھی نہیں پہنچی وہ جہنمی ہے۔

امید ہے کہ آپ پر اصلی حقیقت ظاہر ہو چکی ہوگی۔اور منکرین خلافت (بشرطیکہ انسانیت اور شرافت کا کوئی شمہ انمیں باقی رہ گیا ہو) عرقِ خجالت میں غرق ہو رہے ہوں گے۔

کس قدر ظلم ہے کہ محض حضرت ''اولوالعزم''''حسن و احسان میں''مسیح موعود کے''نظیر'' کی مخالفت و عداوت میں حضرت مسیح موعود کی عبارات کو کس قدر کاٹ چھانٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔صرف اس خیال سے کہ کون حضرت مسیح موعود کی کتاب حقیقۃ الوحی اٹھا کر دیکھے گا اور کس کو اس ''دھوکہ'' کی واقفیت ہوگی۔مگر ان شرافت و انسانیت کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ کا خوف بھی نہیں آیا۔کیا مسیح موعود کا یہ مصرع یاد نہ تھا؟ ع

ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے

مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو پہلے ہی سے اس قسم کے محرفین کے متعلق ارشاد فرما چکے ہیں

ومن تلبيسهم قد حرفوا الالفاظ تفسيرًا

وقد بانت ضلالتهم ولو القوا المعاذيرا

اب میں اس رسالہ کے جواب سے فارغ ہو چکا ہوں مگر مضمون ختم کرنے سے پہلے چاہتا ہوں کہ جناب کی توجہ ان حوالوں کی طرف ملتفت کراؤں جو مصنف تناقضات نے حضرت مسیح موعود کی کتب سے نقل کئے ہیں:۔

وہ دو قسم کے حوالے ہیں۔(1) جن میں اپنی نبوت کا انکار ہے۔(2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے بعد نبوت کو بند قرار دیا ہے۔

اس کے متعلق اگر آپ مفصل۔ مکمل اور لا جواب بحث دیکھنا چاہتے ہیں تو آقائی و مولائی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تصنیف لطیف ''حقیقت النبوۃ'' کا مطالعہ فرمائیں۔ میں اس جگہ ان تمام حوالوں کے اصل مفہوم سے جناب کو آگاہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے تین حوالے نقل کرتا ہوں۔

(1) ''اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔'' (ایک غلطی کا ازالہ)

(2) ''یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے۔ کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں۔ اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت ﷺ کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ سے یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔ اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے...... اس نے (خدا نے۔ خادم) میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں

کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔'' (اخبار عام 26 مئی 1908ء)

(3) شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔

(تجلیات الٰہیہ صفحہ 25)

پس جس جس نبوت سے انکار ہے۔ یا انقطاع نبوت کا اقرار ہے۔ تو اس سے مراد تشریعی نبوت یا براہ راست نبوت ہے وبس اور یہی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور جماعت احمدیہ کا مذہب ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقریباً ایک سو مقام پر اپنے آپ کو یا نبی قرار دیا ہے۔ یا انبیا کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ مثال کے طور پر لیجئے !:۔

(ا) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں (اخبار بدر 5 مارچ 1908ء)

(ب) میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں

(ایک غلطی کا ازالہ)

(ج) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 68)

پس حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرنا دن کو شمس نصف النہار کی عدم موجودگی کا اقرار کرنا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات کی موجودگی میں یہ کہتے چلے جانا کہ ''حضرت صاحب نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا'' (رسالہ ''تناقضات'' ٹائیٹل پیج) کمال ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ عنہ کے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں! اور منکرین خلافت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا کوئی ایسا عقیدہ پیش نہیں کر سکتے۔ جس کی تائید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے نہ ہوتی ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رانا عبدالرزاق خان صاحب

لندن کے معروف شاعر، ادیب، مصنف، کالم نگار، صحافی کی ادبی خدمات

مصنف:

۱۔قندیل حق۔ ۲۔قندیل علم۔ ۳۔دانشکدہ عظیم۔ ۴۔سپوت ایشیا۔ ۵۔تاریخ احمدیت راجپوتاں کاٹھگڑھ۔
۶۔نافلہ مہدی۔ ۷۔سوانح بہادر شیر کاٹھگڑھی۔ (۸) موسیقار دربار۔ (۹) قائد عظیم کا دست راست (۱۰) قندیلِ صحرائی
(۱۱) سیرت سوانح عبدالرحمن خادم گجراتی صاحب (۱۲) سیرت وسوانح حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحبؓ
(۱۳) تذکرہ شعرائے حق (۱۴) سیرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب۔ (۱۵) تاریخ مسجد فضل لندن

میگزین: ۱۔قندیل ادب انٹرنیشنل لندن ۲۔قندیل حق لندن

رانا عبدالرزاق خان
(Mob.) +44 7886 304637 E-mai: ranarazzaq52@gmail.com

RASHHAAT-E-KHADIM

تعارف مصنّف

رانا عبدالرزاق خاں

پیدائش۔ 13 اپریل 1951۔ چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب۔

تعلیم۔میٹرک، ایف اے تعلیم الاسلام سکول و کالج ربوہ۔۔بی اے پنجاب یونیورسٹی لاہور

1972. ملازمت۔۔سپروائزر۔پیکیجز بورڈ ملز لاہور۔زعیم۔خدام الاحمدیہ حلقہ جنزل ہسپتال قیادت ماڈل ٹاؤن لاہور

1975 بحرین عربین گلف روانگی بطور ایگریکلچر اسسٹنٹ بحرین۔وہاں نو سال سیکٹری مال جماعت کام کی توفیق ملی۔

شادی 28 نومبر 1977 ربوہ۔۔سسر چچا جان ناصر احمد بہادر شیر افسر حفاظت خاص۔۔شمولیت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

1984 میں والد صاحب کی وفات پر تقرری نمبردار چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب۔

1985 قائد خدام الاحمدیہ ضلع خوشاب۔1989 صدر جماعت احمدیہ چک نمبر 2TDA ضلع خوشاب مسلسل 2005 تک صدر رہے۔16 سال۔

1995۔ناظم مجلس انصاراللہ ضلع خوشاب و شمولیت ممبر شوریٰ مرکزیہ۔سیکٹری دعوت الی اللہ ضلع خوشاب 1997۔۔ذیابیطس کی بیماری لگی۔

2001۔انتخاب بطور امیر ضلع خوشاب۔ 2005۔روانگی لندن۔رضاکارانہ خدمت شعبہ عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ عرصہ دس سال۔

2009 مجلس شعروسخن کا قیام بوساطت محترم مبارک صدیقی صاحب

2010۔کالم نگاری یو کے ٹائمز۔۔۔ایڈیٹر گوشہ ادب یو کے ٹائمز۔۔۔اخبار احمدیہ یو کے کے ادارتی بورڈ میں شمولیت۔جو کہ آج تک ہے۔

2012۔ معاون صدر TICOSA UK 2013۔قندیل ادب انٹرنیشنل کا اجرا جنوری سے شروع۔

2014۔سیکرٹری تجنید TICOSA UK ساری تجنید مرتب کی۔رسالہ قندیل حق کا جنوری 2018 میں اجرا کیا۔

2015۔جنزل سیکرٹری TICOSA UK مشاعرے اور دورہ جات کروائے۔

2017۔جنزل سیکرٹری TICOSA UK۔دو کتب کی اشاعت۔قندیل حق 500 صفحات۔قندیل علم۔506 صفحات

2018۔تیسری کتاب کی اشاعت ہوئی۔دانشکدہ عظیم 600 صفحات۔ایک دینی میگزین، قندیل حق سہ ماہی شروع کیا گیا۔

2020۔چوتھی کتاب کی اشاعت۔۔سپوت ایشیا۔630 صفحات 2022۔پانچویں کتاب۔تاریخ کا ٹھگڑھ 500۔صفحات

2023۔چھٹی کتاب بہادر شیر مرحوم۔صفحات 100۔ساتویں کتاب نافلہ مہدی ایم ایم احمد صاحب۔قندیل ادب انٹرنیشنل کے دس سال مکمل۔

آٹھویں کتاب مجموعہ کلام (قندیل صحرائی) کے نام سے شائع ہونے کو تیار ہے۔

اس عرصہ میں رانا عبدالرزاق خاں نے تین صد سے زائد مشاعرے کروائے۔جس میں ہزاروں شعراء نے شمولت کی۔زوم پر بھی مشاعرے کروائے گئے۔

2023 نویں کتاب... موسیقارِ دربارِ خلافت ثاقب زیروی کی سوانح تحریر کی۔دسویں کتاب قائداعظم کا دستِ راست۔۔چوہدری ظفراللہ خان

2024 تذکرہ شعرائے حق، سیرت ڈاکٹر عبدالسلام، تاریخ مسجد فضل لندن، سیرت سوانح خالد احمدیت مولانا عبدالرحمٰن صاحب خادم، سیرت سوانح قاضی ظہورالدین اکمل صاحب زیر ترتیب ہیں۔۔۔نیز قندیلِ حق کے 30 رسالے نکال چکے ہیں۔

Written by:

Rana Abdul Razzaq Khan, London